# کماؤں کے آدم خور

(Man-eaters of Kumaon)

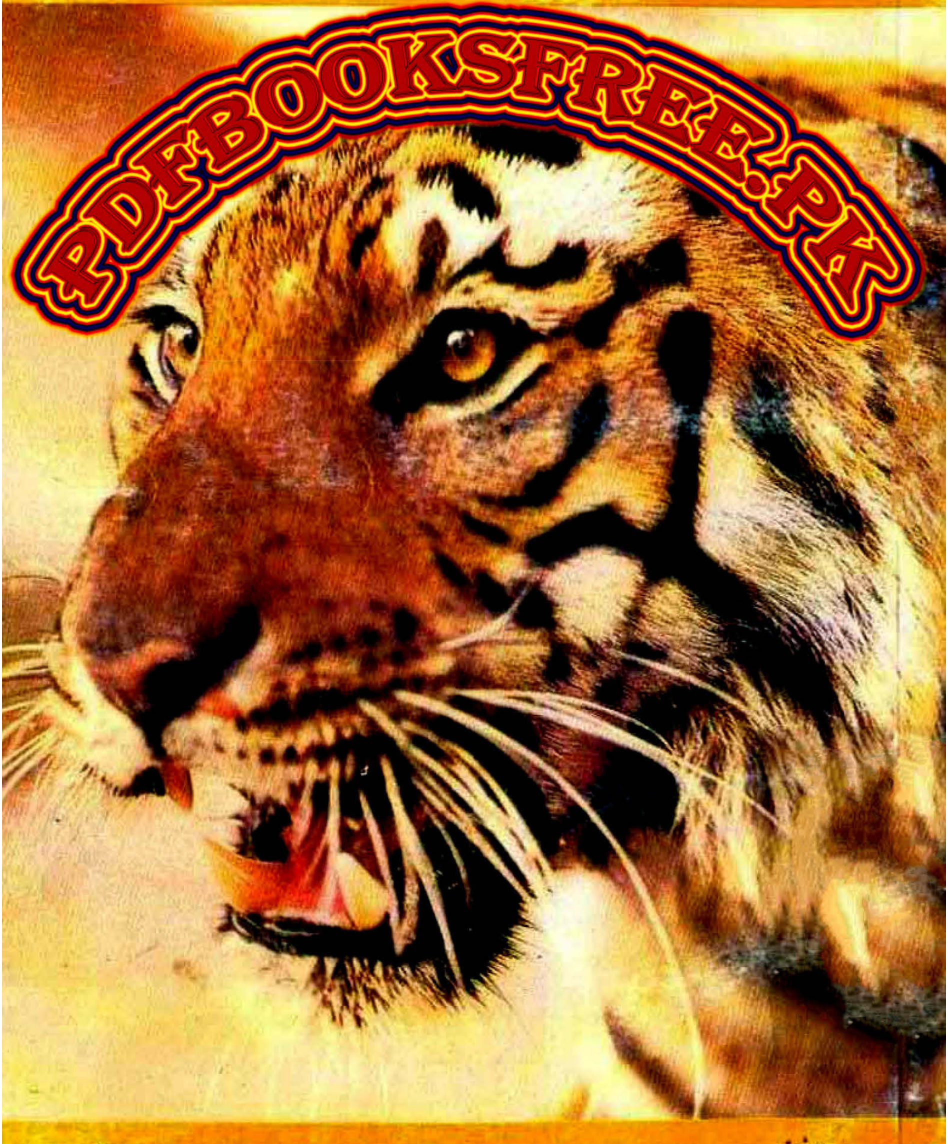

PDFBOOKSFREE.PK

مصنف
جم کوربیٹ

مترجم
سمیع محمد خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

# کماؤں کے آدم خور

(Man-eaters of Kumaon)

مصنف
جم کوربیٹ

مترجم
سمیع محمد خان



کراچی
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس
آکسفورڈ نیویارک دہلی
۱۹۹۰ء



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جم کوربیٹ


آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

آکسفورڈ، لندن، گلاسگو
نیویارک، ٹورنٹو، ملبارن، آکلینڈ
کوالالمپور، سنگاپور، ہانگ کانگ، ٹوکیو
دہلی، بمبئی، کلکتہ، مدراس، کراچی
نیروبی، دارالسلام، کیپ ٹاؤن

معاون دفاتر

ابادان، نکوسیا



OXFORD آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کا ٹریڈ مارک ہے

© آکسفورڈ یونیورسٹی پریس
(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں)



یہ کتاب جم کوربیٹ کی انگریزی تصنیف Man-eaters of Kumaon
کا اردو ترجمہ ہے
جو پہلی بار ۱۹۴۴ء میں ہندوستان میں شائع ہوئی
عالمگیر مقبولیت کی حامل اس کتاب کا اردو ایڈیشن
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی
نے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بھارت کی اجازت سے
پہلی بار پاکستان میں شائع کیا ہے

ISBN 0 19 577409 4

طابع: شفیع برادرز پرنٹرز، کراچی

ناشر: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس
۵۔بنگلور ٹاؤن شارع فیصل، پی او بکس ۱۳۰۳۳، کراچی۔ ۷۵۳۵۰۔ پاکستان



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

## مترجم کی دوسری کتابیں

| | |
|---|---|
| جم کوربیٹ کا ہندوستان | ترجمہ |
| مندر کا شیر | ترجمہ |
| ٹری ٹوپس | ترجمہ |
| جنگل کے افسانے | ترجمہ |

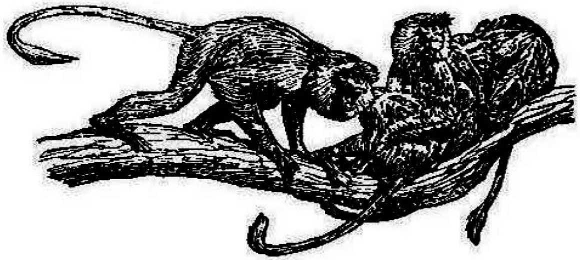

## فہرست


| | |
|---|---|
| مصنف کے اہم مشاہدات | ۱ |
| چمپاوت کا آدم خور | ۱۱ |
| روبن | ۵۱ |
| چوگڑھ کے شیر | ۶۷ |
| پوال گڑھ کا کنوارا شیر | ۱۳۹ |
| موہان کا آدم خور | ۱۵۸ |
| ایک مچھلی میرے خوابوں کی تعبیر | ۲۰۰ |
| کنڈا کا آدم خور | ۲۰۸ |
| پیپل پانی کا شیر | ۲۲۷ |
| ٹھاک کا آدم خور | ۲۴۲ |


Courtesy www.pdfbooksfree.pk

## مصنف کے اہم مشاہدات

اس کتاب میں زیادہ تر واقعات چونکہ آدم خور شیروں کے بارے میں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ شیروں کے آدم خور بننے کے رجحانات اور ان کی وجوہات پر روشنی ڈالی جائے۔

آدم خور شیر وہ کہلاتا ہے جو اپنے اختیار سے باہر حالات پر قابو نہ رکھ سکے اور انسانوں کو ہلاک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ان مجبوریوں میں سے دس میں سے نو تو زخموں کی وجہ سے ہوتی ہیں اور ایک ضعیف اور نحیف ہونے کی وجہ سے اگر کوئی شیر زخموں کی وجہ سے آدم خور بننے پر مجبور ہوا ہو تو اس کی وجہ کسی شکاری کی لاپروائی سے بندوق چلانا اور زخمی شیر کا تعاقب کر کے اس کو ہلاک نہ کرنا ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شیر حملہ کرتے ہوئے زخمی ہو کر انتہائی غصے میں نزدیک تر انسان کو ہلاک کر دے۔ عام طور پر شیر کی غذا انسان نہیں ہوتے تاوقتیکہ شدید زخموں کی وجہ سے معذور نہ ہو جائے' یا اتنا ضعیف ہو جائے کہ جنگلی جانوروں کا تعاقب کرنے کے قابل نہ رہے اور صرف پیٹ بھرنے کی خاطر انسانوں کو ہلاک کرنا شروع کر دے۔

معمول کے مطابق جنگلی جانوروں یا مویشیوں کو ہلاک کرنے کی غرض سے شیر یا تو آڑ میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اپنے شکار کا انتظار کرتا ہے اور اس کی کامیابی کا انحصار اس کی حملہ کرنے کی رفتار اور کچھ اس کے پنجوں اور دانتوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مضبوط ہونے پر ہوتا ہے اگر کسی شیر کے متعدد زخم ہوں' دانت ٹوٹ گئے ہوں یا خراب حالت میں ہوں' پنجے بے کار ہو گئے ہوں اور اپنے پسندیدہ شکار کو پوری طرح گرفت کرنے کے قابل نہ رہے تو مجبوری کی حالت میں اس کو آدم خور بننا پڑتا ہے۔ شیروں میں قدرتی شکار کے گوشت سے انسان کے گوشت کھانے کی تبدیلی زیادہ تر اتفاقیہ ہوتی ہے۔ مثلاً لفظ 'اتفاقیہ' کی تشریح مکھنتیسر کی شیرنی کے حادثے سے کی جا سکتی ہے۔ یہ شیرنی مقابلتاً جوان تھی۔ سیہہ پر حملہ کرتے ہوئے اپنی ایک آنکھ کھو بیٹھی اور اس کی داہنی ٹانگ اور پنجے میں ایک انچ سے نو انچ تک سیہہ کے کانٹے پیوست ہو گئے۔ ان میں سے متعدد کانٹے ہڈی سے ٹکرا کر اس کے گرد اس طرح لپٹ گئے کہ کانٹوں کے سرے ایک دوسرے سے مل گئے۔ سیہہ کے کانٹے دانتوں سے نکالنے کی کوشش میں اس کے پیر میں زخم ہو گئے اور ان میں پیپ پڑ گئی۔ شیرنی اسی حالت میں بھوکی پیاسی گھاس کے ایک گھنے ٹکڑے میں لیٹی زخم چاٹ رہی تھی کہ بد قسمتی سے ایک عورت نے بھی اپنے مویشیوں کے لئے چارا کاٹنے کے لئے اسی گھاس کے ٹکڑے کو پسند کیا۔ پہلے تو شیرنی نے عورت کی موجودگی کی پروا نہیں کی لیکن جب وہ گھاس کاٹتے کاٹتے قریب آ گئی تو شیرنی نے ایک بھرپور ہاتھ عورت کے سر پر مارا جس کے نتیجے میں کھوپڑی پاش پاش ہو گئی۔ موت اچانک ہوئی اس لئے کہ جب دوسرے دن اسکی نعش ملی تو گھاس کاٹنے کی درانتی اسی طرح داہنے ہاتھ میں اور کاٹی ہوئی گھاس بائیں مٹھی میں پکڑے ہوئے تھی۔ شیرنی عورت کو اسی مقام پر جہاں اس کو مارا تھا چھوڑ کر لنگڑاتی ہوئی ایک میل چلی اور ایک پرانے گرے ہوئے کھوکھلے درخت کے اندر جا کر بیٹھ گئی۔ دو دن کے بعد ایک دیہاتی اسی درخت سے سوکھی لکڑی کاٹنے آیا۔ دوسرے سرے پر شیرنی لیٹی ہوئی تھی۔ جھپٹا مار کر شیرنی نے اس آدمی کو بھی ہلاک کر دیا۔ یہ شخص سینے کے بل گرا۔ آدھا دھڑ تنے کے ایک



طرف تھا اور بقیہ حصہ دوسری طرف چونکہ اس شخص نے درخت سے لکڑی کاٹنے سے پہلے اپنا کوٹ اور قمیص اتار دی تھی۔ شیرنی نے اس کی پیٹھ کو اپنے پنجوں سے خوب ادھیڑا۔ اس کے جسم سے نکلتا ہوا خون درخت کے تنے سے نیچے ٹپکنے لگا اور یہ اس کے لئے پہلا تجربہ تھا کہ انسان نہ صرف آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کا خون اور گوشت لذیز ہوتے ہیں۔ جگہ تبدیل کرنے سے پہلے شیرنی نے اس شخص کی پیٹھ کا کچھ حصہ کھایا۔ ایک دن بعد اس نے تیسرے شخص کو قصداً ہلاک کیا حالانکہ اس کو اکسایا نہیں گیا تھا۔ اس کے بعد یہ شیرنی مستقل آدم خور بن گئی اور جس وقت تک اس کو ہلاک کیا گیا چوبیس انسانوں کی جانیں ضائع کر چکی تھی۔

ایک تندرست شیر اپنے تازہ مارے ہوئے شکار کے نزدیک یا ایک زخمی شیر یا ایک شیرنی جس کے چھوٹے بچے ہوں اپنے قریب آنے والے انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں لیکن ان حالات میں انسانوں کو ہلاک کرنے والے شیروں کو آدم خور نہیں کہا جا سکتا حالانکہ عام طور پر ان کو اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ ذاتی طور پر ایک یا دو انسانوں کے ہلاک کرنے والے شیر کو میں آدم خور شیروں کے زمرے میں شامل نہیں کر سکتا بلکہ اس کو امر اتفاقیہ کہوں گا۔ فوری رائے قائم کرنے کی بجائے میں ہلاک شدگان کی نعشوں کی تدفین سے پہلے ڈاکٹری معائنے کے لئے بھیجنا مناسب سمجھوں گا تاکہ اس بات کی تصدیق ہو سکے کہ متوفی کو واقعی شیر یا تیندوے نے ہلاک کیا تھا۔ بعد از مرگ ایسے اشخاص کا ڈاکٹری معائنہ کرانا جن کو شیر یا تیندوے یا میدانی علاقوں میں بھیڑئیے یا لکڑ بھگے کے ہاتھوں مارا جانا بتایا جاتا ہو ضروری ہے تاکہ متوفیان کی وجہ موت میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ میں اس قسم کی مثالیں دینے سے گریز کرتا ہوں لیکن یہ بات میرے علم میں ہے کہ وجہ موت کچھ اور تھی اور الزام درندوں پر لگا دیا گیا یہ **مغالطہ** عام ہے کہ تمام آدم خور بوڑھے ہوتے ہیں اور جلد کی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیماری مبتلا ہوتے ہیں اور انسانی جسم میں نمک کی زیادتی سے اپنا علاج کرتے ہیں میں وثوق کے ساتھ اس بارے میں رائے نہیں دے سکتا کہ انسانوں اور حیوانوں کے جسم میں نمک کا کیا تناسب ہے مجھے انسانوں اور حیوانوں کے گوشت میں نمک کے تناسب کے بارے میں رائے دینے کا حق تو نہیں ہے لیکن یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ انسانی گوشت کھانے والے شیروں پر بجائے خراب اثر ہونے کے اس کے برعکس ہوتا ہے اور ایسے شیروں کے جسم کا رواں عام شیروں کے مقابلے میں بے حد نفیس ہوتا ہے۔

آدم خور شیروں کے بارے میں ایک اور عام مغالطہ یہ ہے کہ ان کے بچے قدرتی طور پر بڑے ہونے کے بعد آدم خور بن جاتے ہیں۔ ایسا گمان کرنا واجب ہو گا لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آدم خور کے بچے پیدائشی آدم خور نہیں ہوتے اس لئے کہ تیندوں اور شیروں کی قدرتی غذا انسان نہیں بلکہ جانور ہوتے ہیں۔

ماں جو بھی غذا بچے کو دیتی ہے کھالیتا ہے لیکن میرے علم میں ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بچوں نے ماؤں کو انسان کے ہلاک کرنے میں مدد دی لیکن ایسی ایک بھی مثال میرے علم میں نہیں ہے کہ ماؤں سے علیحدہ ہو کر یا ان کے ہلاک کئے جانے کے بعد بچوں نے انسانوں کو ہلاک کرنے کا سلسلہ جاری رکھا ہو۔

گوشت خور جانور کے ہلاک کئے ہوئے انسان کے بارے میں اکثر اس بات کا شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ آیا اس کو شیر نے ہلاک کیا یا تیندوے نے۔ عام طور بغیر کسی استثنا کے دن میں ہلاک کئے ہوئے انسان کے ہلاک کرنے کے ذمہ دار شیر ہوتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں تیندوے۔ دونوں رات کے جاگنے والے جنگل کے باسی ہیں اور ان کی عادات اور خصائل میں مطابقت ہے اور دونوں ہلاک کرنے کا یکساں طریقہ استعمال کرتے ہیں اور دونوں اپنے مارے



ہوئے شکار کو دور دراز مقامات تک اٹھا کر یا گھسیٹ کر لے جانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے قدرتی طور پر یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ دونوں کے شکار کرنے کے اوقات قریب قریب ایک ہی ہیں اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ ان دونوں کی ہمت اور بہادری میں کسی قسم کا فرق ہوتا ہے لیکن جب شیر آدم خور بن جاتا ہے تو اس کو انسان کا خوف قطعی جاتا رہتا ہے اور چونکہ انسان جنگلوں میں رات کے مقابلے میں دن میں زیادہ آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اس لئے شیر کو انسان کا دن کے وقت ہلاک کرنا آسان ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو آباد علاقوں میں رات کے وقت جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس کے برعکس اگر تیندوا سینکڑوں انسان ہلاک کر چکا ہو تب بھی انسان سے خائف رہتا ہے' اسی وجہ سے دن کے وقت انسانوں کے سامنے آنے سے گریز کرتا ہے اور صرف رات کے وقت چلتے پھرتے انسانوں کو اپنا نشانہ بناتا ہے یا گھر کے اندر گھس کر اچانک جو پہلا شخص نظر پڑتا ہے اسے اٹھا کر لے جاتا ہے۔ ان دونوں جانوروں کی طبعی خصوصیات معلوم ہونے کے بعد' یعنی ان میں سے ایک انسان کا خوف کھو بیٹھتا ہے اور دن میں بے دھڑک پھرتا ہے اور انسانوں کو ہلاک کرتا ہے اور دوسرا خائف رہتا ہے اور صرف رات کی تاریکیوں میں انسانوں کو اپنا نشانہ بناتا ہے۔ آدم خور شیروں کا آدم خور تیندووں کے مقابلے میں مارنا آسان ہوتا ہے۔ آدم خور شیر کے ہلاک کرنے کی رفتار کا انحصار مندرجہ ذیل باتوں پر ہوتا ہے:

۱۔ علاقہ میں جہاں شیر سرگرم عمل ہے' قدرتی شکار کی تعداد کی کمی و بیشی۔
۲۔ عدم استطاعت کی نوعیت جس کی وجہ سے وہ آدم خور بننے پر مجبور ہوا ہو۔
۳۔ اور آیا وہ نر ہے یا ایسی مادہ جس کے بچے ساتھ ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم میں سے وہ اشخاص جن کو کسی خاص موضوع پر اپنی رائے قائم کرنے کا موقع نہیں ملتا دوسروں کی رائے قبول کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور یہ رجحان سب سے زیادہ شیروں سے تعلق رکھنے والے معاملات میں پایا جاتا ہے۔ میرا اشارہ یہاں صرف آدم خور شیروں کی طرف نہیں بلکہ عام شیروں کے بارے میں ہے۔ جس مصنف نے سب سے پہلے شیروں کے بارے میں اس قسم کی اصطلاحات استعمال کی ہونگی مثلاً 'شیر جیسا بے رحم' یا 'شیر جیسا خون کا پیاسا' وہ صرف اس شخص کی 'بدنیتی' کا پر زور طریقے پر اظہار کرنے کے لئے ہو سکتی ہیں جس نے مصنف کا ذہنی سکون چھین لیا ہو۔ ایسا کرنے سے اس نے نہ صرف شیروں کے بارے میں قابل نفرت اظہار لاعلمی کیا بلکہ تمام عالم میں ان محاوروں کے گشت کرنے کی وجہ سے بہت لوگ شیر کے بارے میں حقیقت کے برعکس رائے قائم کرنے کی طرف مائل ہوگئے سوائے ان کم تعداد لوگوں کے جو واقفیت کی بنا پر حقیقت پر مبنی رائے رکھتے ہوں۔

جب بھی میں 'شیر جیسا بے رحم' اور 'شیر جیسا خون کا پیاسا' جیسی اصطلاحات کتابوں میں پڑھتا ہوں مجھے اس کم عمر بچے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کے پاس ایک پرانی بوسیدہ مزل لوڈنگ بندوق تھی۔ جس کی داہنی نال میں چھ انچ لمبا شگاف تھا اور اس کی نال اور لکڑی کے دستے کو ملا کر رکھنے کے لئے ایک پیتل کا تار باندھا ہوا تھا۔ اسی بندوق کے ساتھ یہ بچہ ترائی اور بھابر کے گھنے جنگلوں میں گھومتا رہتا تھا جہاں اس زمانے میں دس شیر رہتے تھے اور یہ اصلیت ہر اس شخص کے علم میں ہوگی جو ابھی تک حیات ہو۔ رات کے وقت سردی سے محفوظ رہنے کے لئے سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا کر آرام سے سو جاتا اور سوتا رہتا تھا۔ سوائے اسکے کہ کبھی دور اور کبھی بہت قریب شیروں کے دہاڑنے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل جاتی اور بجھتی ہوئی آگ پر چند سوکھی لکڑیاں ڈال کر پھر غافل سو جاتا اور قطعی خوف محسوس نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کرتا تھا۔ وہ اس لئے کہ اوائل عمری سے اس کے کان میں یہ بات ڈالی گئی تھی اور دوسروں کے بتائے ہوئے وسیع اور اپنے محدود تجربے سے بھی یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ شیر کو جب تک انسان کی طرف سے نقصان پہنچنے کا خدشہ نہ ہو، کبھی حملہ نہیں کرتا۔ دن کے وقت اگر انسان شیر کو دیکھے تو کنی کاٹ کر نکل جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس وقت تک ساکت کھڑا رہے جب تک شیر کافی دور نہ نکل جائے اور مجھے اسی بچے کا خیال آتا ہے جو ایک مرتبہ چھ یا سات جنگلی مرغیوں کو جو ایک کھلے ٹکڑے میں چگ رہی تھیں، مارنے کی غرض سے آڑ لیکر اور گھٹنوں کے بل چل کر ایک آلوچے کی بڑی جھاڑی کے پیچھے چھپ کر آہستہ آہستہ کھڑے ہو کر ان کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے اسی آلوچے کی جھاڑی کے پار ایک شیر خراماں خراماں بائیں طرف جا رہا ہے۔ اس بچے کو دیکھ کر چند سیکنڈ کے لئے رکا اور تبسم بھرے چہرے سے دریافت کیا کہ 'میاں صاحبزادے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟' جواب نہ ملنے پر اپنا منہ سیدھا کیا اور بغیر رکے یا مڑے سیدھا چلا گیا اور پھر مجھے ان ہزاروں لاکھوں مرد، عورت اور بچوں کا خیال آتا ہے جو ہر دن جنگلوں میں خشک لکڑیاں چننے کے لئے جاتے ہیں اور ایسے مقامات پر گھاس کاٹتے یا لکڑیاں چنتے ہیں جہاں شیروں کی پناہ گاہیں ہوتی ہیں جن کا ان کو علم نہیں ہوتا اور ان کے قریب یا بعض اوقات بے حد نزدیک سے گزر کر صحیح سلامت گھر واپس پہنچ جاتے ہیں۔ کیا پھر بھی شیروں کو 'خون کے پیاسے' یا 'بے رحم' کہہ سکتے ہیں؟

اس آلوچے کی جھاڑی کے پیچھے سے شیر کو نکلے ہوئے پچاس سال گزر چکے ہیں اور اس درمیانی وقفے میں کم و بیش بتیس سال آدم خور شیروں کا تعاقب کرنے میں گزار چکا ہوں اور ایسے دردناک مناظر اور حادثات دیکھنے میں آئے کہ پتھر کے بھی آنسو جاری ہو جاتے لیکن ایسا کوئی واقعہ یا مثال میرے دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی کہ کسی شیر نے قصداً کسی انسان کو ہلاک کیا ہو یا خون

کا ایسا پایا سا ہو کہ بغیر اشتعال دلائے صرف اپنی ہوس پوری کرنے یا اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے انسانوں کو ہلاک کیا ہو۔

شیر کا کام قدرت کی منصوبہ بندی میں توازن قائم رکھنا ہے اور اگر شاذ انتہائی مجبوری کی حالت میں انسان کو ہلاک کر دیتا ہے یا ایسی صورت میں کہ شکاریوں نے اس کی قدرتی غذا ناپید کر دی ہو تو صرف دو فی صد مویشی ایسے ہوتے ہیں جو شیر ہلاک کرتا ہے۔ اس غیر معمولی حالت میں انفرادی طور پر اگر کوئی شیر ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے تو یہ کہاں تک حق بجانب ہو گا کہ شیروں کی تمام اقسام پر خون کے پیاسے اور بے رحم ہونے کا ٹھپّا لگا دیا جائے۔

شکاری یقینی طور پر اعتدال پسند ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے برسوں درکار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ قدرتی بات ہے کہ ان کے اخذ کئے ہوئے نتائج میں کم و بیش فرق ہوتا ہے۔ اسی لئے مجھے اپنے بارے میں قطعی خوش فہمی نہیں ہے کہ جن خیالات کا میں اظہار کروں وہ سب صحیح ہوں اور پوری دنیا ان سے اتفاق کرے۔

لیکن ایک بات ہے جس کا مجھے یقین ہے اور مطمئن بھی ہوں کہ تمام شکاری چاہے انہوں نے درخت پر بندھے مچان سے یا ہاتھی کی پیٹھ سے یا پیدل شکار کیا ہو مجھ سے اس بات پر ضرور اتفاق کریں گے کہ شیر انتہائی شریف اور وسیع القلب ہوتا ہے اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا جب بھی اس کو نیست و نابود کیا گیا یا قدرتی طور پر یہ نسل ناپید ہوئی تو ہندوستان اپنے خطے کے ایک عظیم الشان جانور کے عنقا ہونے کی وجہ سے غریب ہو جائے گا۔

شیر کے مقابلے میں تیندوا ایک جاروب کش کی حیثیت رکھتا ہے اور انسانی گوشت کا چسکا لگنے کی وجہ سے آدم خور بن جاتا ہے وہ بھی اس صورت میں جب جنگلات میں اندھا دھند شکار کھیلنے پر پابندی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو قدرتی شکار میسر نہ آتا ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہمارے پہاڑی علاقوں میں زیادہ تر ہندو آباد ہیں جو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں اور مُردوں کو عام طور پر کسی چشمے یا دریا کے کنارے جلایا جاتا ہے تاکہ ان کی راکھ بہتے ہوئے پانی میں پھینکی جا سکے جو کہیں نہ کہیں جا کر ان کے متبرک دریائے گنگا میں جا کر مل جاتے ہیں اور سب سے آخر میں سمندر میں جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ چونکہ بعض دیہات کافی اونچے پہاڑوں پر ہوتے ہیں اور بعض اوقات دریا ان سے میلوں نیچے وادیوں کے درمیان بہہ کر گزرتے ہیں اس لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہو گا کہ جنازہ لے جانے اور اس کے جلانے کے لئے موٹی لکڑیاں، گھی یا تیل وغیرہ مزدوروں کے ذریعہ مردہ گھاٹ تک پہنچانے کے لئے اقربا کو کافی زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ معمولی حالات میں تو یہ رسم کامیابی کے ساتھ ادا کی جا سکتی ہے لیکن وبا پھیلنے کی صورت میں چونکہ ہیضے وغیرہ جیسی مہلک بیماریوں کے مریض چشموں کے پانی کو طہارت کے لئے استعمال کرتے ہیں اس وجہ سے پہاڑوں کی بلندیوں سے لیکر ہموار سطح تک بہتے ہوئے پانی کے ذریعہ جراثیم درمیانی حصے میں بیماریوں کو وبا کی شکل میں پھیلا دیتے ہیں اور مرنے والوں کی تعداد میں اس درجہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ مردوں کو رسمی طور پر جلانا ناممکن ہو جاتا ہے اس کی بجائے گاؤں میں مردے کے منہ میں جلتا ہوا انگارا رکھ کر مختصراً یہ رسم ادا کرنے کے بعد اونچائی پر لے جا کر مردے کو گہرے کھڈ میں پھینک دیتے ہیں۔

ایک ایسے علاقے میں جہاں چیتے کو قدرتی غذا میسر نہیں آتی ان نعشوں کو کھا کر انسانی گوشت کا چسکا لگ جاتا ہے اور وبا ختم ہونے کے بعد جب اس کو قدرتی شکار سے فراہم ہونے والی غذا دستیاب نہیں ہوتی تو مجبوری میں آدم خور بن جاتا ہے۔

کماؤں کے دو آدم خور چیتوں نے اپنے اپنے علاقوں میں مجموعی طور پر پانچ سو پچیّس انسانوں کو ہلاک کیا تھا۔ ان میں سے ایک کو انسانی گوشت کا چسکا ہیضے

کی وبا پھیلنے کی وجہ سے لگا تھا اور دوسرے کو ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے دوران ایک نامعلوم وبا کی وجہ سے۔

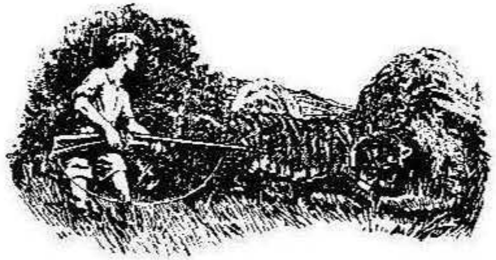

# چمپاوت کا آدم خور

☆

مجھے سب سے پہلے اس شیر کے بارے میں اس وقت علم ہوا جب میں ایڈی نولز کے ہمراہ مالانی میں شکار کھیل رہا تھا اور بعد میں سرکاری طور پر اس کو ’چمپاوت کا شیر‘ موسوم کیا گیا۔

اس صوبے میں ایڈی کا نام بحیثیت باکمال شکاری اور شکار کے بے شمار واقعات کی یادوں کے خزانے کے مالک کی نسبت سے ہمیشہ باقی رہے گا۔ وہ ان مخصوص خوش نصیب انسانوں میں تھے جن کو قدرت نے ہمیشہ بہترین چیزوں سے نوازا۔ ان کی رائفل کی شست کی درستی اور مارنے کی طاقت بے مثال تھی۔ جب کہ ان میں سے ایک بھائی ہندوستان کا سب سے عمدہ نشانہ باز تھا تو دوسرا بھائی ہندوستان کی فوج کا سب سے اعلیٰ ٹینس کا کھلاڑی تھا۔ ایڈی نے جب مجھے بتایا کہ حکومت نے ان کے بہنوئی کو ’جو دنیا میں سب سے عمدہ نشانہ باز ہیں‘ اس شیر کے مارنے کے لئے متعین کیا ہے تو مجھے کوئی شبہ نہیں تھا کہ بہت ہی محدود وقت میں اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

لیکن شیر نامعلوم وجوہات کی بنا پر نہیں مارا جا سکا اور چار سال بعد جب میں نینی تال گیا اس وقت وہ حکومت کے لئے سخت تشویش کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس کے مارنے کے لئے خاص انعامات کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ ماہر شکاری ملازم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھے گئے تھے اور الموڑا کے فوجی کیمپ سے گورکھا سپاہیوں کی ٹولیاں اس کو مارنے کے لئے متعین کی جاتی تھیں۔ باوجود ان اقدامات کے انسانوں کے ہلاک ہونے کی تعداد تشویش ناک حد تک بڑھتی جارہی تھی۔

یہ شیرنی جس نے یہ صورت اختیار کرلی تھی ایک مستقل آدم خور بننے کے بعد نیپال سے جہاں وہ دو سو اشخاص ہلاک کرچکی تھی نیپالی فوجیوں کے تعاقب کرنے کی وجہ سے کماؤں کے علاقے میں آگئی تھی اور چار سال کماؤں میں سرگرم عمل رہ کر دو سو چونتیس مزید اشخاص ہلاک کرچکی تھی۔

جب میں نینی تال پہنچا تو حالات حد درجہ خراب ہوچکے تھے۔ چند روز کے اندر برتھوڈ مجھ سے ملنے تشریف لائے۔ اس زمانہ میں وہ ڈپٹی کمشنر نینی تال تھے اور اپنی المناک موت کے بعد اب ہلدوانی کی ایک تاریک قبر میں ابدی نیند سورہے ہیں۔ ہر شخص جو ان سے واقف تھا ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ واپس جاتے وقت مجھ سے یہ وعدہ لے کر گئے کہ کسی اور شخص کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملنے پر میں بلاتاخیر چمپاوت روانہ ہوجاؤں گا۔

لیکن میں نے ان کو دو شرائط پیش کیں۔ ایک تو یہ کہ گورنمنٹ نے جن انعامات کا اعلان کیا ہے ان کو منسوخ کیا جائے۔ دوسری یہ کہ جو شکاری خاص طور پر اس کے لئے ملازم رکھے گئے ہیں انہیں اور الموڑے کے گورکھا سپاہیوں کو اس علاقے سے ہٹا دیا جائے۔ میری ان شرائط کو پیش کرنے کی وجہ محتاج بیان نہیں ہے کیونکہ ہر اچھا شکاری نہ تو خود کو انعام حاصل کرنے کا خواہش مند ظاہر کرنا پسند کرے گا اور نہ کسی دوسرے کے ہاتھ ناگہانی موت مرنا چاہے گا۔ یہ شرائط منظور کرلی گئیں۔ ایک ہفتے کے بعد برتھوڈ علی الصباح میرے پاس یہ اطلاع دینے آئے کہ گزشتہ شب ہرکاروں کے ذریعہ خبر ملی ہے کہ آدم خور نے ایک عورت کو پالی کے مقام پر ہلاک کردیا ہے۔ یہ



گاؤں دالی دھورا اور دھونا گھاٹ کے درمیان واقع ہے۔

حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے کیمپ کا سامان لے جانے کے لئے میں نے چھ قلیوں کا انتظام پہلے سے کررکھا تھا۔ چنانچہ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد ہم روانہ ہوئے اور سترہ میل کا سفر طے کرکے پہلے دن دھاری پہنچے۔ دوسرے دن ہم نے ناشتہ مورنالہ پہنچ کر کیا۔ رات دالی دھورا میں بسر کی اور اگلے دن شام پالی پہنچے۔ اس وقت تک عورت کو مرے پانچ دن ہوچکے تھے۔

اس گاؤں کے پچاس افراد جن میں مرد، عورت اور بچے شامل تھے حوصلہ شکنی اور خوف کے باعث سکتے کے عالم میں تھے اور باوجود اس کے کہ میرے وہاں پہنچتے وقت سورج پوری طرح غروب بھی نہیں ہوا تھا تمام باشندے اپنے گھروں کے دروازے بند کئے اندر بیٹھے تھے۔ ایک احاطے میں سامان وغیرہ رکھ کر کھلے میدان میں میرے ملازمین نے آگ جلائی اور میں زمین پر بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ اکا دکا دروازے کھلنا شروع ہوئے اور خوف زدہ مکین نہایت احتیاط کے ساتھ باہر آئے۔

مجھے بتایا گیا کہ پانچ دن سے کسی شخص نے اپنے دروازے کی چوکھٹ کے باہر قدم نہیں نکالا تھا اور اس بات کا ثبوت احاطے کی غلاظت سے ظاہر تھا۔ ان اشخاص نے بتایا کہ اشیائے خوردنی فراہم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بھوکے مرجائیں گے اور اس کا تدارک صرف شیر کے اس علاقے سے بھگائے جانے یا ہلاک کرنے سے ہوسکتا ہے۔

گاؤں کے مکھیا نے میرے آرام کرنے کے لئے بخوشی ایک کمرہ دینے کی پیشکش کی لیکن چونکہ ہماری تعداد آٹھ تھی تو کمرہ نہ صرف ناکافی ہوتا بلکہ اس کا دروازہ احاطے کی جانب کھلنے کی وجہ سے ناقابل برداشت تعفن تھا اس لئے میں نے کھلے میدان میں رات بسر کرنے کو ترجیح دی۔

عجلت میں رات کا کھانا کھایا اور اپنے ساتھیوں کو اسی کمرے میں لٹا کر خود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سڑک کے کنارے کچھ فاصلے پر ایک درخت کی ٹیک لگا کر شیر کی تاک میں بیٹھ گیا۔ گاؤں والوں نے مجھے بتایا کہ شیر اسی سڑک پر چہل قدمی کرنے کا عادی ہے ۔ چونکہ چودھویں کا چاند تھا اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں نے اس کو پہلے دیکھ لیا تو اس پر گولی چلانے کا اچھا موقع ہو گا۔

حالانکہ اس سے پہلے شکار کے سلسلے میں متعدد بار جنگلوں میں رات بسر کر چکا تھا لیکن آدم خور شیر کی تاک میں بیٹھنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ سڑک کا میرے سامنے والا حصہ چاند کی روشنی سے منور تھا لیکن میری دائیں اور بائیں طرف گھنے درختوں کی لٹکی ہوئی شاخوں کی وجہ سے اندھیرا تھا اور جب تند ہوا چلتی تو شاخوں میں حرکت اور پتوں میں کھڑ کھڑاہٹ پیدا ہوتی اور جب سائے ادھر ادھر ہونے لگتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے درجنوں شیر میری سمت آ رہے ہیں۔ مجھے اپنی حماقت پر سخت ندامت تھی جس کی بنا پر یہاں شیر کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے بیٹھا تھا۔ گاؤں واپس جانے کی بھی مجھ میں ہمت نہیں تھی اور میں اس درجہ خوفزدہ تھا کہ جس غرض سے میں نے یہ خطرہ مول لیا تھا اس کام کو بھی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ طویل رات کچھ تو ٹھنڈ کی وجہ سے اور کچھ خوف کی وجہ سے دانت بجتے گزری۔ برف آلود پہاڑوں کے عقب سے جب سورج کی کرنیں نمودار ہو رہی تھیں مجھ پر اس درجہ نیند کا غلبہ تھا کہ اپنے سر کو گھٹنوں کے اوپر رکھ کر غافل سو گیا اور ایک گھنٹے بعد جب میرے ساتھی مجھے دیکھنے آئے تو اسی حالت میں پایا۔ جہاں تک شیر کا تعلق تھا نہ تو میں نے اسکی آہٹ سنی اور نہ اس کو دیکھا۔

گاؤں واپس آیا تو وہاں کے باشندے میرے زندہ واپس لوٹنے پر حیران تھے۔ میں نے ان اشخاص سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جو میرے ہمراہ جا کر ان مقامات کی نشان دہی کر سکیں جہاں وقتاً فوقتاً شیر نے انسانوں کو ہلاک کیا تھا لیکن کوئی شخص آمادہ نہیں ہوا۔ احاطے کے اندر ہی سے ہاتھ کے



اشارے سے ان مقامات کی نشان دہی کرتے رہے جہاں شیر نے انسانوں کو لقمۂ اجل بنایا تھا اور ان کے بموجب شیر نے آخری شخص کو جو عورت تھی اور جس کی وجہ سے میرا یہاں آنا ہوا تھا گاؤں کے مغرب کی طرف والے پہاڑ کے دامن میں ہلاک کیا تھا۔

بظاہر یہ حادثہ اس طرح پیش آیا تھا کہ بیس عورتیں جن میں لڑکیاں شامل تھیں جنگل میں مویشیوں کے لئے شاہ بلوط کے پتے چننے گئیں تھیں۔ اسی وقت یہ بدقسمت عورت ماری گئی تھی۔ عورتیں شروع سے آخر تک تفصیل بتانے کی خواہشمند تھیں۔ انکی زبانی یہ معلوم ہوا کہ صبح دس بجے کے قریب سب مل کر تقریباً آدھ میل جنگل کے اندر جا کر درختوں پر چڑھ کر پتے کاٹ رہی تھیں۔ مرحومہ اور اس کی دو سہیلیوں نے ایک کھڈ کے کنارے والا درخت اس کام کے لئے پسند کیا۔ کھڈ کی گہرائی قریب چار فٹ تھی اور چوڑائی دس یا بارہ فٹ۔ ضرورت کے مطابق پتے کاٹنے کے بعد درخت سے نیچے اتر رہی تھی کہ اچانک ایک شیر نے اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر عورت کا پیر اپنے منہ میں دبوچ لیا۔ جھٹکے کی وجہ سے عورت کے ہاتھ کی گرفت تنے سے چھوٹ گئی۔ شیر اس کو گھسیٹ کر کھڈ میں لے گیا اور اس کا پیر چھوڑ دیا۔ جیسے ہی عورت نے اٹھنے کی کوشش کی شیر نے اس کی گردن اپنے منہ میں دبوچی اور مع عورت کے زقند بھر کر کھڈ کے نزدیک کی گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

یہ حادثہ جملہ عورتوں کی نظر کے سامنے پیش آیا جو صرف دو فٹ کے فاصلے پر تھیں شیر کے نظر سے اوجھل ہوتے ہی یہ خوفزدہ عورتیں گاؤں کی طرف بھاگیں۔ مرد اسی وقت کھیتوں سے دوپہر کا کھانا کھانے گھر پہنچے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی ڈھول پیتل کے برتن اور ہر وہ شے جس سے آواز پیدا ہو سکتی تھی لے کر عورت کو بچانے کی غرض سے جائے حادثہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مرد آگے اور عورتیں پیچھے تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کھڈ کے قریب پہنچنے کے بعد جہاں عورت ہلاک ہوئی تھی سب سے پہلی اور ضروری بحث یہ جاری تھی کہ اب طریقۂ کار کیا ہونا چاہئے۔ اسی اثنا میں ہم سے صرف تیس گز دور شیر نے جھاڑی کے پیچھے سے دہاڑ مار کر سب کو خاموش کر دیا۔ خوفزدہ دیہاتی گھوم کر گاؤں کی طرف ایسے بھاگے کہ سانس وہاں جا کر لی اور جب ہوش آیا تو ان میں سے ہر شخص ایک دوسرے پر ڈر کر بھاگنے کا الزام لگا رہا تھا۔ بات بڑھتی گئی۔ گرما گرمی اور لعن طعن تک نوبت پہنچ گئی۔ بالآخر کسی نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر ان میں سے کوئی بھی خوفزدہ نہیں ہے تو سب واپس جا کر بغیر کسی تاخیر کے عورت کی جان کیوں نہیں بچاتے۔ اس تصفیہ پر عمل کیا گیا۔ تین مرتبہ سب مل کر کھڈ کے نزدیک تک گئے۔ تیسری مرتبہ جس شخص کے پاس بندوق تھی اس نے بلا سوچے سمجھے ہوائی فائر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیر بری طرح دھاڑتا ہوا جھاڑی سے باہر نکل آیا۔ خیریت یہ ہوئی کہ اس کے بعد جملہ اشخاص گاؤں واپس آ گئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ ہوائی فائر کرنے کی بجائے جھاڑی کا نشانہ کیوں نہیں لیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ شیر ویسے بھی کافی مشتعل تھا اور اگر اس کے چھرے لگ جاتے تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑتا۔

اس دن صبح اس امید پر کہ شاید شیر کے پنجوں کے کھوج مل جائیں۔ میں تین گھنٹے تک گاؤں کا طواف کرتا رہا اور اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں بے حد خوفزدہ تھا۔ جیسے ہی میں گھنی جھاڑیوں کی وجہ سے ایک تاریک کھڈ کے نزدیک پہنچا اچانک جنگلی مرغیوں کا ایک غول شور مچاتا اور پروں کو زور زور سے پھڑپھڑاتا اڑا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شاید میرے دل کی حرکت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔

ایک درخت کے نیچے میرے ساتھیوں نے میرے ناشتہ کرنے کے لئے زمین صاف کر رکھی تھی۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد مکھیا نے مجھ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



درخواست کی کہ ان کے ساتھ چل کر کھیتوں سے فصل کٹواؤں کیونکہ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو ان کے لئے فصل کاٹنا ناممکن ہو گا اس لئے کہ لوگ بے حد خائف تھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد پورے گاؤں والے میرے اور میرے ساتھیوں کی حفاظت میں فصل کاٹ رہے تھے اور میں اپنی رائفل کو شیر سے نمٹنے کے لئے تیار پوزیشن میں لئے کھڑا تھا۔ شام تک پانچ بڑے کھیتوں کی فصل کٹ چکی تھی اور گاؤں کے قریب صرف دو چھوٹے کھیت باقی رہ گئے تھے۔ جن کا کاٹنا مکھیا کے بموجب محفوظ تھا۔

گاؤں کی صفائی کی حالت بہت بہتر ہو چکی تھی اور ایک کمرہ صرف میرے استعمال کے لئے میری تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ اس رات دروازے کے آگے خاردار جھاڑیاں تازہ ہوا اندر آنے اور شیر سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے لگا کر گزشتہ رات کی شب بیداری کی کسر پوری کی اور غافل سوتا رہا۔

میری موجودگی نے گاؤں کے باشندوں میں نئی روح پھونک دی تھی اور اب وہ مقابلتاً زیادہ آزادی سے گھومنے لگے تھے لیکن میں ابھی تک اتنی خود اعتمادی پیدا نہیں کر سکا تھا کہ ان کو اپنے ہمراہ لے جا کر جنگل کے ان مقامات کی نشاندہی کرا سکوں جہاں شیر نے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ میرے نزدیک اس بات کی خاص اہمیت تھی۔ یہ لوگ اس علاقے کے میلوں اطراف اور چپے چپے سے واقف تھے اور اگر چاہتے تو بتا سکتے تھے کہ شیر کی موجودگی کے امکانات کن مقامات پر ہو سکتے تھے اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم وہ جگہیں تو بتانا مشکل نہ تھا جہاں شیر کے پنجوں کے نشانات مل سکتے تھے۔ یہ تو ایک مصدقہ حقیقت تھی کہ آدم خور ایک شیر تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ آیا وہ جوان ہے یا بوڑھا، نر ہے یا مادہ کہ اس کے پنجوں کے نشانات کی مدد سے اس کا کھوج لگا سکوں۔

اگلے دن صبح کا ناشتہ جلدی ختم کیا اور گاؤں والوں سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھیوں کے کھانے کے واسطے گوشت چاہئے، اس لئے میرے ہمراہ چل کر

ایسی جگہ بتائیں جہاں میں پہاڑی بکرے (گڑھل) کا شکار کر سکوں۔ یہ گاؤں ایک ایسے پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا جس کا سلسلہ مشرق سے مغرب کی طرف دور تک پھیلا تھا اور اس سڑک کے نیچے جہاں میں نے رات بسر کی تھی پہاڑ شمال کی جانب سیدھے ڈھلوان پر تھا اور اس کے اوپر جگہ جگہ سبز گھاس کے ٹکڑے تھے۔ گاؤں والوں نے مجھے بتایا کہ اسی ڈھلوان پر کافی گڑھل ملتے ہیں اور صحیح مقام بتانے کے لئے کافی لوگ میرے ہمراہ چلنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اس آمادگی پر خوشی کا اظہار کرنے کے لئے میں بہت محتاط تھا۔ اس ہجوم میں سے صرف تین اشخاص کو میں نے چنا اور مکھیا سے یہ کہہ کر کہ اگر گڑھل زیادہ ہوئے تو تین ماروں گا جن میں دو گاؤں والوں کے لئے ہوں گے اور ایک اپنے ساتھیوں کے واسطے، ہم روانہ ہوگئے۔

سڑک عبور کرنے کے بعد پہاڑ کے سیدھے ڈھلوان والے پہاڑ کے کُب کے اوپر سے گزرتے غور سے دیکھتے ہوئے نیچے اترے لیکن کوئی جانور دکھائی نہیں دیا۔ پہاڑ سے آدھ میل نیچے اترنے کے بعد کھڈ ایک ہی رخ اور ایک ہی زاویہ پر تھے اور جس مقام پر یہ سب ملتے تھے وہاں سے داہنی جانب والے پتھریلے اور ہری گھاس والے ٹکڑے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس مقام پر صنوبر کے ایک نئے اور واحد درخت سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا اور چند منٹ تک ہر سمت نظر گھما کر دیکھتا رہا۔ اچانک پہاڑ کے اوپر مجھے کوئی حرکت دکھائی دی۔ جب دوبارہ حرکت ہوئی تو میں نے ایک 'گڑھل' کو اپنے کان پھڑپھڑاتے دیکھا جو گھاس کے اندر کھڑا تھا اور صرف اس کا سر دکھائی دے رہا تھا۔ میرے ساتھیوں کی نظر اس حرکت پر نہیں پڑی تھی۔ چونکہ اب اس کا سر ساکت تھا اور اس کا رنگ گردونواح کے پس منظر سے ملنے کی وجہ سے مشکل سے دکھائی دے رہا تھا اس لئے ان لوگوں کو بتانا مشکل تھا۔ اشارے سے ان کو بٹھایا اور نشانہ لے کر گڑھل پر گولی چلادی میرے پاس ہینری مارٹینی رائفل تھی



جو کسی فاصلے تک بھی اپنی شست کی درستی اور دھکے کے لئے مشہور تھی۔

فاصلہ دو سو گز تھا جو کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ گولی میں نے لیٹ کر چلائی تھی اور اپنی کہنی کو ایک ٹھنٹھ پر ٹکا کر اور احتیاط سے نشانہ لے کر فائر کیا تھا۔

کالی بارود کے کارتوس کے دھویں کی وجہ سے مجھے تو صحیح اندازہ نہیں ہو سکا لیکن ان تین اشخاص نے بتایا کہ کچھ بھی نہیں ہوا اور غالباً میں نے کسی چٹان کے کونے یا خشک پتوں پر گولی چلائی تھی۔ اسی حالت میں لیٹے میں نے رائفل کا کارتوس تبدیل کیا۔ جس مقام پر پہلے نشانہ لیا تھا اس کے تھوڑے نیچے گھاس ہلتی دکھائی دی اور گڑھل کی پچھلی ران اور ٹانگیں دکھائی دیں۔ گھاس کے باہر نکلتے ہی اس نے نیچے کی طرف لڑھکنیاں کھانی شروع کیں اور جوں جوں ڈھال پر آتا گیا اس کے لڑھکنے کی رفتار میں اضافہ ہوتا گیا۔ آدھے فاصلے پر پہنچ کر لمبی گھاس میں غائب ہو گیا لیکن دو اور گڑھل جو وہاں لیٹے تھے چوکنا ہو گئے۔ جیسے گڑھل کی عادت ہے خطرے کی چھینک مار کر بجلی کی طرح پہاڑ کے اوپر کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ فاصلہ اب کم ہو گیا تھا۔ میں نے فاصلے کے مطابق شست درست کی اور اس انتظار میں رہا کہ ان میں بڑا اپنی رفتار کم کرے تو گولی چلاؤں۔ چنانچہ موقع ملتے ہی میں نے آگے والے گڑھل پر گولی چلائی جو اس کی کمر کو توڑ کر پار ہو گئی اس کے بعد جب دوسرا میری سیدھ میں آیا تو میں نے فائر کیا اور اس کے کندھے سے گولی پار ہو گئی۔

بعض اوقات انسان کو ایسی کامیابی ہوتی ہے جس کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ تکلیف دہ حالت میں لیٹ کر دو سو گز دور اور ساٹھ ڈگری زاویہ پر گڑھل کی گردن کے سفید نشان پر کامیاب گولی چلانے کا امکان لاکھ میں سے ایک ہو سکتا تھا۔ باوجود اس کے کالی بارود کی طاقت سے چلائی ہوئی بھاری گولی بال برابر ادھر ادھر ہوئے بغیر ٹھیک نشانے پر لگی اور جانور کو اسی لمحہ ختم کر دیا۔ اتفاق دیکھئے کہ سیدھی ڈھلوان والے پہاڑ کے حصے سے جہاں نکلی ہوئی چٹانیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کٹے ہوئے پہاڑوں کے درمیان خندقیں تھیں گڑھل نے مرنے کے بعد لڑھکنا شروع کیا اور اس جگہ گرا جہاں دو اور گڑھل لیٹے تھے جو گھبرا کر اٹھے اور پہاڑ کی اوپر کی جانب بھاگنا شروع کیا اور وہ بھی ایک ایک کر کے پہلے والے گڑھل کے نزدیک گرے۔ ان تین جانوروں کا بیک وقت مارا جانا اور تینوں کے ایک ہی کھڈ میں گرنے سے تینوں گاؤں والے حیران رہ گئے۔ ان کے چہروں پر رائفل چلانے اور کامیاب نتائج کی خوشی اور حیرت نمایاں تھی حتیٰ کہ وقتی طور پر آدم خور شیر کا خوف بھی ان کے دلوں سے غائب ہو گیا تھا جس کا ثبوت ان کا کھڈ کی طرف بلا خوف بھاگنا اور مرے ہوئے جانوروں کو اٹھا کر لانا تھا۔

ایک سے زیادہ وجوہات کی بنا پر یہ مہم نہایت کامیاب تھی۔ نہ صرف یہ کہ اپنے ساتھیوں اور دیہات کے باشندوں کے لئے گوشت فراہم ہوا بلکہ میرے اس کارنامے نے پورے دیہات کے رہنے والوں کا اعتماد حاصل کر لیا۔ سب کو معلوم ہے کہ شکار کے بارے میں من گھڑت کہانیاں جتنی مرتبہ دہرائی جاتی ہیں ان کو غور سے سنا جاتا ہے۔ چنانچہ جس دوران گڑھل صاف کئے جا رہے تھے اور ان، کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا میرے ہمراہ جانے والے تینوں اشخاص نے خوب تخیل کے گھوڑے دوڑائے۔ کھلے میدان میں جہاں میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ گاؤں والوں سے یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ گڑھل ایک میل کے فاصلے سے مارے گئے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ جادو کی گولیاں استعمال کی گئی تھیں جن کے لگنے سے سب گڑھل لڑھک کر ایک ہی جگہ صاحب کے قدموں میں آ کر گرے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد مکھیا نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کس سمت جانا پسند کروں گا۔ چنانچہ ان تین اشخاص میں سے جو میرے ہمراہ صبح گئے تھے دو



آدمیوں کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لیا اور وہ مقام دیکھنے روانہ ہوا جہاں شیر نے عورت کو ہلاک کیا تھا۔

ہمارے پہاڑی باشندے زیادہ تر ہندو ہوتے ہیں اور اپنے مردوں کو جلاتے ہیں اگر کسی شخص کو شیر ہلاک کر دیتا ہے تو دستور کے مطابق جسم کا کچھ حصہ دفن بھی کیا جاتا ہے چاہے وہ جلی ہوئی ہڈیوں کی شکل ہی میں ہو۔ جہاں تک مرحومہ کا تعلق تھا ابھی تک اس کی جلانے کی رسم ادا نہیں کی گئی تھی۔ ہماری روانگی کے وقت مرحومہ کے عزیزوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اس کے جسم کا بچا ہوا کوئی حصہ اگر ملے تو اپنے ساتھ لیتے آئیں۔

بچپن سے مجھ کو جنگل کے نشانات کو پڑھنے اور ان کی وضاحت کرنے کا شوق رہا ہے۔ موجودہ حادثے کے تو چشم دید گواہ موجود تھے جن کی نظر کے سامنے شیر نے عورت کو ہلاک کیا تھا۔ لیکن چشم دید گواہوں کا بیان ہمیشہ قابل بھروسا نہیں ہوا کرتا۔ البتہ جنگل کے نشانات واقعات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔ جائے حادثہ پر پہنچنے اور قرب و جوار کی زمین کا غور سے جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس درخت کے نزدیک بغیر کسی کی نظر پڑے پہنچنے کے لئے شیر صرف ایک راستہ استعمال کر سکتا تھا اور وہ کھڈ کی طرف سے تھا۔

درخت سے سو گز دور کھڈ کے اندر داخل ہونے اور تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے دو کھڈوں کے درمیان کی کچی مٹی کے اوپر شیر کے پنجوں کے نشانات دکھائی دئے جو شیرنی کے تھے جو ڈھلتے شباب پر تھی۔ کھڈ میں کچھ دور چلنے کے بعد درخت سے اندازاً دس گز کے فاصلے پر شیرنی ایک چٹان کے پیچھے غالباً عورت کے درخت سے اترنے کے انتظار میں لیٹی رہی۔ مرحومہ سب سے پہلے اپنی ضرورت کے مطابق پتے توڑ کر دو انچ موٹی شاخ سے نیچے اتر رہی تھی کہ شیرنی پیٹ کے بل چل کر درخت کے نزدیک آئی اور اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر عورت کی ٹانگ منہ میں دبوچی اور جھٹکا مار کر گھسیٹتی ہوئی کھڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر لے گئی۔

جس شاخ سے مرحومہ نیچے اتری تھی اس کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ عورت کا پیر منہ میں دبوچنے اور شیر کا جھٹکا دے کر عورت کو نیچے گرانے کے درمیانی وقفے میں اس بیچاری نے شاخ کو مضبوط تھامنے کے لئے کس درجہ کشمکش کی ہوگی اس لئے کہ اس کی ہتھیلی کی کھال ادھڑ کر شاخ پر چمٹ گئی تھی۔ جہاں شیرنی نے عورت کو ہلاک کیا تھا اس مقام پر بھی شیرنی اور عورت کے درمیان کشمکش کے نشانات موجود تھے اور اس کے نزدیک کافی خشک خون بھی موجود تھا۔ یہاں سے شیرنی کے عورت کو کھینچ کر کھڈ کے دوسرے کنارے پر لے جانے کے نشانات خشک خون کی صورت میں نمایاں تھے۔ ان ہی نشان کی مدد سے ہم ان جھاڑیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں شیرنی نے عورت کو کھایا تھا۔

عام طور پر لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ آدم خور شیر اپنے مارے ہوئے انسانوں کا سر ہاتھ اور پیر نہیں کھاتے۔ یہ غلط ہے۔ اگر آدم خور شیروں کو کھاتے وقت پریشان نہ کیا جائے تو ہر چیز کھا لیتے ہیں یہاں تک کہ خون آلود کپڑے بھی کھا جاتے ہیں۔ میری نظر سے ایسے واقعات گزرے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ تفصیلی حالات آگے چل کر بتائے جائیں گے۔

اس موقع پر ہمیں عورت کے خون آلود کپڑے مل گئے تھے۔ چند ہڈیاں بھی ملی تھیں جن کو ہم نے ایک صاف کپڑے میں جو اپنے ساتھ لائے تھے لپیٹ لیا۔ چند ہڈیوں کا ملنا ایک عبرتناک منظر تھا۔ جو مذہبی لحاظ سے مرحومہ کی تجہیز و تکفین کے لئے کافی تصور کی جائیں گی اور ایک اونچے گھرانے کی عورت ہونے کی حیثیت سے ان کی راکھ کسی چشمے میں ڈال کر متبرک دریائے گنگا تک پہنچا دی جائے گی۔

شام کی چائے پی کر میں نے ایک حادثے کا مقام دیکھا۔ گاؤں کے سامنے



ایک سڑک تھی جو کسی شخص کی چند ایکڑ اراضی اور گاؤں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ اس زمیندار نے پہاڑ کی طرف اور سڑک سے تھوڑے فاصلے پر اپنی رہائش کے لئے ایک چھوٹا مکان تعمیر کیا تھا۔ اس شخص کی بیوی اور دو بچے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ بیوی اپنی دو بہنوں میں سے چھوٹی بہن تھی۔ ایک دن یہ دونوں اپنے مکان کی پشت والے حصے میں پہاڑ کے نزدیک گھاس کاٹنے میں مصروف تھیں کہ اچانک شیر آیا، بڑی بہن کو اٹھا کر لے گیا۔ سو گز تک تو چھوٹی بہن درانتی اٹھائے شور مچاتی شیر کے پیچھے بھاگی کہ بڑی بہن کو چھڑا کر خود کو شیر کے حوالے کر دے۔ شجاعت کا یہ اعلیٰ مظاہرہ گاؤں والے دیکھ رہے تھے۔ بڑی بہن کو سو گز گھسیٹنے کے بعد شیر نے اسے تو نیچے گرایا، مڑا اور دہاڑ مار کر چھوٹی بہن کی طرف لپکا۔ وہ گھومی اور پہاڑ سے نیچے کی طرف دوڑتی، شور مچاتی گاؤں کی طرف مدد طلب کرنے کے لئے بھاگی لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ اس واقعے کو پورے گاؤں نے دیکھا تھا۔ اس عورت کی چیخ پکار کو اس وقت تو سانس کے پھولنے، خوف، ہیجان اور صدمے ہی سے منسوب کیا گیا تھا لیکن جب گاؤں والے پوری رفتار سے مرحومہ کی جان بچانے کے لئے جائے حادثہ تک جا کر ناکام واپس لوٹے تو معلوم ہوا کہ اس غریب عورت کی قوت گفتار ختم ہو چکی تھی۔ مجھ کو یہ حالات گاؤں میں بتائے گئے تھے۔ میں اس کے گھر گیا اور سیڑھیاں چڑھ کر جب دو کمروں والے بالاخانے پر پہنچا تو وہ کپڑے دھو رہی تھی۔ اس وقت اس کو گونگا ہوئے بارہ مہینے گزر چکے تھے۔

سوائے اس کے کہ اس کی آنکھوں میں تناؤ معلوم ہو رہا تھا ویسے بظاہر صحت مند تھی۔ جب میں نے اس سے کہا کہ اسکی بہن کا بدلہ لینے کے لئے میں شیر کو مارنے آیا ہوں تو ہاتھ جوڑ کر میرے نزدیک آئی اور میرے پیروں کو پکڑ لیا۔ مجھے بے حد رنج ہوا۔ بڑی عبرت کا مقام تھا لیکن مجھے یہ کہہ کر ایسا محسوس ہوا کہ میں دغاباز ہوں اس لئے کہ شیر کو مارنے کی نیت سے تو ضرور آیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا لیکن ایسے جانور کو جو کسی خاص مقام کو اپنے شکار کا ٹھکانہ نہیں بناتا اور اپنے شکار کیئے ہوئے انسان کی نعش کے پاس دوبارہ واپس نہیں آتا تھا اور جس کا دائرہ محدود نہیں تھا بلکہ سیکڑوں میل میں پھیلا ہوا تھا۔ عورت سے یہ جملہ کہہ کر میں نے اس کو خوش بھی کیا اور ضمیر فروشی بھی کی۔

نینی تال سے روانگی سے قبل میں نے کئی منصوبے بنائے تھے ان میں سے ایک پر عمل بھی کر چکا تھا اور دوبارہ ایسی دیوانگی کی حرکت کرنے پر مجھے کوئی چیز مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ یہاں پہنچنے کے بعد قابل عمل نہیں رہے تھے۔ علاوہ اس کے ایسا کوئی شخص یہاں نہیں تھا جس سے میں مشورہ کر سکتا اس لئے کہ کماؤں کی تاریخ میں یہ پہلا آدم خور شیر تھا لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ تین دن متواتر صبح سے شام تک جہاں جہاں مجھے شیر کے ملنے کے امکانات بتائے گئے تھے جنگلوں میں میلوں گھومتا رہا۔

اپنی اس داستان کو کاٹتے ہوئے چند منٹ کے لئے میں پہاڑوں میں ایک جھوٹی پھیلی ہوئی خبر کی تردید پیش کرنا چاہتا ہوں' وہ یہ کہ اس مرتبہ اور متعدد بار اس کے بعد میں عورتوں کا بھیس بدل کر آدم خور شیروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے جنگلوں میں جاتا ہوں اور درانتی یا کلھاڑی سے ان کا شکار کرتا ہوں۔ لباس کے معاملے میں اگر کبھی میں نے تبدیلی کی تو وہ اس حد تک تھی کہ کسی سے ساڑھی مانگ کر اس کو لپیٹا اور جنگل میں جا کر شیر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کبھی گھاس کاٹنے بیٹھ گیا۔ کبھی درخت پر چڑھ کر پتیاں توڑنے لگا لیکن اس چالاکی سے امید افزا نتائج بر آمد نہیں ہوئے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ دو مختلف اوقات میں آدم خور شیروں نے جن درختوں پر میں بیٹھا تھا ان کا بڑے غور سے جائزہ لیا۔ ایک مرتبہ ایک چٹان کے پیچھے سے اور دوسری مرتبہ ایک گرے ہوئے درخت کے پیچھے سے لیکن مجھے نشانہ لے کر گولی چلانے کا موقع کبھی نہیں دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب میں اصلی قصے پر واپس آتا ہوں۔ چونکہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ شیرنی اس علاقے کو چھوڑ کر کہیں اور چلی گئی ہے اس لئے 'پالی' کے باشندوں کی سخت دل شکنی کے باوجود میں نے چمپاوت جانے کا قصد کیا جو پالی سے پندرہ میل دور مشرق میں واقع تھا۔ علی الصباح روانہ ہو کر ہم نے ناشتہ دھوتا گھاٹ پر کیا اور سورج غروب ہونے سے پہلے سفر مکمل کر کے چمپاوت پہنچ گئے۔ اس علاقے کی سڑکوں کو بہت غیر محفوظ سمجھا جاتا تھا اور دیہاتی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا ایک بازار سے دوسرے بازار بڑی بڑی ٹولیاں بنا کر جاتے تھے۔ دھوتا گھاٹ سے روانہ ہونے کے بعد میرے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ قرب وجوار کے دیہات کے لوگ شامل ہو گئے اور جب ہم چمپاوت پہنچے تو ہماری مجموعی تعداد تیس ہو گئی تھی۔ ان میں چند اشخاص وہ تھے جو دو مہینے پہلے اپنے بیس ساتھیوں کے ہمراہ چمپاوت آئے تھے اور ان کی زبانی میں نے مندرجہ ذیل دردبھری داستان سنی۔

'چمپاوت کے اس طرف چند میل تک سڑک پہاڑ کے جنوبی حصے کے سہارے سہارے وادی کے متوازی اور پچاس فٹ اونچائی پر جارہی ہے۔ دو مہینے قبل ہم بیس مردوں کی ٹولی دن کے بارہ بجے چمپاوت کے بازار جارہی تھی کہ وادی کی طرف سے اوپر آتے ہوئے کسی شخص کی انتہائی تکلیف میں کراہنے کی آواز سنائی دی۔ خوف کی وجہ سے ہم سب ڈرپوک سڑک کے کنارے ایک دوسرے سے چمٹ کر کھڑے ہو گئے کراہنے اور چیخنے کی آواز قریب آتی گئی۔ کیا دیکھتے ہیں ایک شیر ایک برہنہ عورت کو منہ میں دبوچے لئے جارہا ہے۔ شیر کے منہ کے ایک طرف عورت کے بال زمین پر گھسٹتے جارہے تھے اور دوسری طرف اس کے پیر۔ عورت کی گردن پشت کی طرف سے شیر کے منہ میں تھی اور بیچاری سینہ پیٹ پیٹ کر خدا اور اس کے بندوں کی مدد طلب کر رہی تھی۔ شیر ہم سے جتنا دور ہوتا گیا اس کی چیخنے کی آواز کم ہوتے



ہوتے پہاڑوں میں غائب ہو گئی۔ شیر کو ہم نے پچاس گز دور اس عورت کو لے جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔'

'تم بیس آدمیوں نے کوئی مدد نہیں کی؟'

'نہیں صاحب ہم نے کچھ نہیں کیا اگر آدمی خائف ہوں تو کر بھی کیا سکتے ہیں اور بالفرض ہم شیر کو مشتعل کئے اور کوئی مصیبت مول لئے بغیر عورت کو چھڑانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تو کوئی فائدہ نہیں تھا اس لئے کہ وہ خون میں لتھڑی ہوئی تھی اور زخموں کی تاب نہیں لا سکتی تھی۔'

بعد میں مجھے علم ہوا کہ اس عورت کا تعلق چمپاوت سے تھا اور خشک لکڑیاں جمع کرتے وقت شیر اس کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کی سہیلیوں نے جا کر گاؤں میں اطلاع دی اور گاؤں کے رہنے والے عورت کو بچانے کے لئے روانہ ہونے ہی والے تھے کہ یہ بیس خائف اشخاص پہنچ گئے چونکہ ان لوگوں کو وہ سمت معلوم تھی جس طرف شیر عورت کو لے کر گیا تھا اس لئے یہ بھی عورت کو تلاش کرنے کے لئے گاؤں والوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور یوں اس قصے کا سلسلہ جاری رہا۔

عورت کو بچانے کے لئے روانہ ہوتے وقت ہماری مجموعی تعداد ساٹھ کے قریب ہو گئی تھی اور متعدد اشخاص کے پاس بندوقیں بھی تھیں۔ اس مقام سے ایک فرلانگ دور جہاں عورت کی جمع کی ہوئی لکڑیاں پڑی تھیں اور شیر اس کو اٹھا کر لے گیا تھا عورت کے پھٹے کپڑے پڑے تھے۔ یہاں سے لوگوں نے ڈھول بجانے اور ہوائی فائر کرنے شروع کئے اور ایک میل سے زیادہ چل کر وادی کے سرے پر پہنچے جہاں وہ عورت دکھائی دی۔ جوان لڑکی تھی اور ایک چٹان کے اوپر پڑی تھی۔ سوائے اس کے کہ اس وقت تک شیر نے مرحومہ کے جسم پر لگا ہوا خون چاٹ کر صاف کر دیا تھا اور کوئی ضرر نہیں پہنچایا تھا۔ چونکہ ہمارے ساتھ کوئی عورت نہیں آئی تھی اس لئے احتراماً اپنے منہ ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف موڑ کر ساتھیوں کی فراہم کردہ چادروں میں اس کے جسم کو لپیٹ لیا۔ چٹان پر سینے کے بل پڑی ہوئی یہ لڑکی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے غافل سو رہی ہو اور ہاتھ لگانے سے بیدار ہو جائے گی اس وجہ سے ہم لوگوں کو شرم محسوس ہو رہی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ لمبی اور تاریک راتوں میں مقفّل دروازوں کے اندر بیٹھ کر اور ایسے علاقے میں جہاں آدم خور شیر برسوں سے سرگرم عمل رہا ہو اس قسم کے تجربات دہراتے رہنے سے وہاں کے باشندوں کی سیرت اور نظریہ بدل جانا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ کسی باہر سے آئے ہوئے شخص کو یہ محسوس ہونا بھی لازمی ہے کہ اس نے ایک ایسی دنیا میں قدم رکھا ہے جہاں کے حالات حقیقت پر مبنی ہیں اور جہاں دانت اور پنجوں کا قانون نافذ ہے اور تلوار جیسے تیز دانتوں والے شیر کی حکومت میں لوگ اس کے عتاب سے محفوظ رہنے کے لئے اندھیرے غاروں میں پناہ لیتے ہیں۔ ان پرانے چمپاوت کے ایام میں میں جوان بھی تھا اور ناتجربہ کار بھی۔ اس کے باوجود اپنے عارضی قیام کے دوران میں نے اس بات کا صحیح اندازہ کر لیا کہ کسی آدم خور کی تباہ کاریوں والے علاقے میں رہنا کیا معنی رکھتا ہے اور اس کے بعد بتیس سال کے تجربے نے اس خیال کو مزید پختہ بنا دیا۔

چمپاوت کے تحصیل دار، جن کے نام مجھے متعدد تعارفی خطوط دیئے گئے تھے، جس ڈاک بنگلے میں ٹھہرا تھا اسی رات مجھ سے ملنے آئے اور مجھے مشورہ دیا کہ بجائے یہاں قیام کرنے کے اگلے دن صبح چند میل دور ایک اور ڈاک بنگلے میں جا کر قیام کروں جس کے اطراف میں آدم خور شیر تباہی مچا رہا تھا۔

اگلے دن علی الصباح مع تحصیل دار میں دوسرے ڈاک بنگلے کے لئے روانہ ہوا۔ میں برآمدے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا کہ دو اشخاص نے آکر اطلاع دی کہ ایک گاؤں میں جس کا فاصلہ دس میل ہے شیر نے ایک گائے ہلاک



کر دی ہے۔ تحصیل دار نے تو کسی ضروری کام سے چمپاوت واپس جانے کی اجازت مانگی اور کہا کہ شام تک واپس آجائیں گے اور رات میرے ساتھ بنگلے میں قیام کریں گے۔ میرے رہبر تیز رفتار تھے اور چونکہ جن پگڈنڈیوں پر ہم چل رہے تھے سب نشیب کی طرف جا رہی تھیں اور اس لئے یہ دس میل کا فاصلہ ہم نے بہت جلد طے کر لیا۔ گاؤں میں پہنچنے کے بعد مجھے مویشیوں کے باڑے میں لے جایا گیا۔ وہاں ایک بچھڑا مرا پڑا تھا جس کو تیندوے نے ہلاک کیا تھا چونکہ تیندوا ہلاک کرنے کا میرے پاس وقت نہیں تھا اس لئے اپنے رہبروں کو مناسب انعام دے کر میں ڈاک بنگلے واپس آ گیا۔ معلوم ہوا کہ اس وقت تک تحصیل دار واپس نہیں لوٹے تھے اور چونکہ سورج غروب ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ سے زیادہ باقی تھا میں نے بنگلے کے چوکیدار کو ساتھ لیا اور وہ مقام دیکھنے چلا گیا جہاں اطلاع کے مطابق شیر پانی پینے کا عادی تھا۔ یہ ایک چشمے کا سرا تھا جس سے باغ کی آب یاری کی جاتی تھی۔ اس چشمے کے قرب و جوار میں شیر کے پنجوں کے متعدد نشان موجود تھے لیکن کئی دن پرانے اور اس سے مختلف تھے جو میں نے پالی کے کھڈ میں دیکھے تھے جہاں شیر نے عورت کو ہلاک کیا تھا۔

میرے ڈاک بنگلے پہنچنے تک تحصیل دار پہنچ چکے تھے۔ میں نے ان کو اپنی تمام دن کی مصروفیات بتائیں۔ ہم ڈاک بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ اچانک کھڑے ہوئے اور میری تمام دن کی ناکام کوشش پر اظہار افسوس کرتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ چونکہ انہیں واپسی کا طویل سفر طے کرنا ہے اس لئے ان کا فوراً روانہ ہونا ضروری ہے۔ یہ سن کر تعجب ہوا کیونکہ اس دن صبح دو مرتبہ میرے ساتھ ڈاک بنگلے میں قیام کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکے تھے۔ سوال ان کے رہنے یا نہ رہنے کا نہیں تھا بلکہ زیادہ فکر اس خطرے کی تھی جو وہ مول لے رہے تھے لیکن موصوف نے میرے دلائل پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی توجہ نہیں دی اور برآمدے سے اتر کر رات کی تاریکی میں داخل ہو گئے۔ ان کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا جس کے ہاتھ میں ٹمٹماتی ہوئی لالٹین تھی جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی اور انہیں چار میل نہایت خطرناک راستے پر چلنا تھا جہاں لوگ صرف دن میں اور بڑی بڑی ٹولیاں بنا کر چل سکتے تھے۔ جیسے ہی وہ میری نظر سے اوجھل ہوئے میں ان کی شجاعت پر آفریں کہے بغیر نہ رہ سکا اور ڈاک بنگلے کے اندر چلا گیا۔

اس ڈاک بنگلے کے متعلق بھی مجھے ایک قصہ سنانا ہے لیکن اس وقت نہیں کیونکہ یہ کتاب تو جنگل کے قصوں سے تعلق رکھتی ہے اور قوانین قدرت سے اس کی کوئی مناسبت نہیں۔

☆ ☆

دوسرے دن صبح میرا زیادہ وقت بیحد وسیع پھلوں کے باغ اور چائے کے کھیتوں میں گھومتے گزرا، چشمے میں غسل کیا اور جب نصف النہار کے قریب ڈاک بنگلے پہنچا تو مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ تحصیل دار چمپاوت سے بخیریت واپس آ گئے تھے۔

میں ان سے ڈاک بنگلے کے قریب کھڑا مصروف گفتگو تھا اور میری نظر سامنے ڈھلوان والے پہاڑ پر تھی جس پر ایک گاؤں تھا اور اس کے گرد کاشت کی ہوئی زمین تھی۔ اچانک میری نگاہ ایک شخص پر پڑی جو گاؤں سے باہر نکل کر پہاڑ پر چڑھتا ہماری سمت آ رہا تھا۔ جوں جوں وہ قریب آتا گیا میں نے خاص بات یہ دیکھی کہ وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتا تھا اور کبھی تیز قدم چلتا تھا اور کبھی بھاگتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کوئی اہم خبر لے کر آ رہا ہو گا۔ تحصیل دار سے یہ کہہ کر کہ میں چند منٹ میں واپس آتا ہوں میں نے ڈھال پر اس



شخص کی سمت بھاگنا شروع کیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ شخص دم لینے کے لئے بیٹھ گیا اور جب میں اس کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ اس کی بات سن سکوں تو اس نے چیخ کر کہا 'صاحب جلدی آؤ۔ آدم خور شیر نے ایک لڑکی ابھی ہلاک کی ہے'۔ اس سے یہ کہہ کر کہ خاموش بیٹھا رہے۔ میں پہاڑ کے اوپر کی طرف بھاگتا ڈاک بنگلے پہنچا جلدی سے بندوق اور کچھ کارتوس نکالے اور تحصیل دار سے اپنے ہمراہ اسی گاؤں کی طرف چلنے کے لئے کہا۔

جو شخص مجھے اطلاع دینے آیا تھا وہ ان مشتعل لوگوں میں سے تھا جن کی زبان اور پیر ایک ساتھ کام نہیں کر سکتے جب بولنے کے لئے منہ کھولتا تو ساکت کھڑا ہو جاتا اور بھاگتے وقت منہ بند کر لیتا تھا۔ اس لئے اس سے کہا گیا کہ اپنا منہ بند کر لے اور ہم پہاڑ کی ڈھلان کی طرف خاموشی سے بھاگتے گئے۔

گاؤں میں ایک مشتعل ہجوم جس میں مرد، عورت اور بچے شامل تھے ہمارا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا اور جیسا عام طور پر ہوتا ہے ایک ہی وقت میں سب اس حادثے کی تفصیل بتانے لگے۔ ان میں سے ایک شخص سب کو خاموش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی شخص کو میں علیحدہ لے گیا اور اصلیت بتانے کے لئے کہا۔ ایک فرلانگ دور پہاڑ کے ڈھلوان پر بکھرے ہوئے شاہ بلوط کے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ایک درجن کے قریب آدمی درختوں کے نیچے سے خشک لکڑیاں چن رہے تھے کہ اچانک ایک شیر نمودار ہوا اور ان ہی میں سے ایک سولہ سال کی لڑکی کو پکڑ کر لے گیا۔ باقی ماندہ لوگ بھاگتے گاؤں واپس آ گئے اور چونکہ سب کو معلوم تھا کہ میں اسی نواح میں مقیم ہوں ایک آدمی کو مجھے اطلاع دینے بھیج دیا گیا۔

اس شخص کی بیوی بھی اس ٹولی میں شامل تھی جو لکڑیاں چننے گئی تھی۔ چنانچہ اس عورت نے اشارے سے اس درخت کی نشان دہی کی جہاں یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ کسی شخص نے مڑ کر یہ نہیں دیکھا کہ شیر عورت کو اٹھا کر کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف لے گیا تھا۔

دیہات کے باشندوں کو یہ ہدایت دے کر کہ میری واپسی تک وہ گاؤں ہی میں رہیں اور قطعی خاموش رہیں میں اس درخت کی سمت روانہ ہوا۔ کھلا میدان تھا اور یہ بات بعید از قیاس تھی کہ شیر جیسے جثے کا جانور بارہ اشخاص کی نظر سے بچ کر اتنے قریب آ جائے اور اس کی موجودگی کا کسی کو احساس تک نہ ہو تاوقتیکہ عورت کے گلا گھٹنے کی بھیانک آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچے۔

اس مقام پر جہاں عورت ہلاک ہوئی تھی کافی مقدار میں خون کا ڈھیر موجود تھا اور اس کے نزدیک قطعی مختلف رنگ کا ایک ٹوٹا ہار پڑا تھا جو ہلاک ہوتے وقت لڑکی اپنے گلے میں پہنے تھی۔ ہار کے دانے چمکیلے گہرے نیلے رنگ کے تھے۔ اس مقام سے کھوج کے نشان پہاڑ کے سرے کی گولائی تک گئے تھے۔ شیرنی کی روش کے نشانات نمایاں تھے اس لئے کہ جس طرف لڑکی کا سر لٹکا ہوا تھا متواتر خون کی دھار موجود تھی اور دوسری طرف اس کے پیروں کے رگڑنے کے نشانات۔ پہاڑ کے اوپر آدھ میل دور عورت کی ساڑھی ملی اور کنارے پر اس کی انگیا۔ یہ دوسری مرتبہ تھی کہ شیرنی ایک برہنہ عورت کو لے جا رہی تھی لیکن اس مرتبہ مردہ حالت میں۔

پہاڑ کے سرے پر راستہ کالی خاردار جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا تھا جن میں جگہ جگہ مرحومہ کے کالے بالوں کے گچھے جھاڑیوں میں اٹکے ہوئے ملے۔ اس کے آگے زمین پر بچھو بوٹی کی ایک چادر سی پھیلی ہوئی تھی جس کے درمیان سے شیرنی گئی تھی اور میں اس کے گرد راستہ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے کسی شخص کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تو مع رائفل کے ایک شخص میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے اس سے اپنے پیچھے آنے کی وجہ دریافت کی کیونکہ چلنے سے پہلے میں نے واضح طریقہ پر ہدایت دی تھی کہ کوئی شخص میری واپسی تک گاؤں سے باہر قدم نہ نکالے۔



وہ کہنے لگا کہ میں کیا کروں تحصیل دار نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے پیچھے رہوں اور ان کی حکم عدولی سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ وہ تحصیل دار کے حکم کی تعمیل کرنے پر مصر تھا اس لئے بحث مباحثے میں قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے میں نے اس سے کہا کہ اپنے بھاری بوٹ ' جو وہ پہنے تھا ' اتار کر کسی جھاڑی کے پیچھے چھپا دے۔ میرے پیچھے اور نزدیک چلے اور پشت کی طرف خاص طور پر کڑی نظر رکھے۔

میں پتلی جرابیں ' نیکر اور ربڑ کے تلے کے جوتے پہنے تھا اور چونکہ بچھو بوٹی کے اطراف سے گزرنا ممکن نہیں تھا اس لئے میں اس کے درمیان سے گزرا اور سخت تکلیف ہوئی اور اس طرح شیرنی کی کھوج جاری رکھی۔

بچھو بوٹی کے ٹکڑے کے آگے خون کے نشانات ایک دم بائیں جانب مڑ کر سیدھے پہاڑ کی ڈھلوان کی جانب چلے گئے تھے اس راستے پر صنوبر اور رنگلز کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ سو گز نیچے جا کر خون کے نشانات کا رخ ایک دم سیدھے ڈھلوان پر ایک تنگ نالے کی طرف مڑ گیا۔ اس ڈھال پر جانے میں شیرنی کو کافی وقت پیش آئی ہو گی جو زمین میں دھنسے ہوئے پتھروں کے جگہ سے ہٹ جانے سے ظاہر تھا۔ پانچ یا چھ سو گز تک میں اسی نالے کے سہارے چلتا رہا جتنا ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ میرے ساتھی کی وحشت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کم از کم دس بارہ مرتبہ اس نے میرا کاندھا دبا کر پر نم آنکھوں سے کہا کہ اس کو شیر کی آواز سنائی دے رہی ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آواز کس طرف سے آ رہی ہے۔ آدھے راستے پر پہنچ کر ہم ایک کافی بڑی اور مینار نما اونچی چٹان کے قریب پہنچے جس کی اونچائی اندازاً تیس فٹ تھی۔ چونکہ اس شخص کی آدم خور شیر کا تعاقب جاری رکھنے کی ہمت جواب دے چکی تھی اس لئے میں نے اس سے کہا کہ وہ چٹان کے اوپر چڑھ جائے اور میری واپسی تک وہیں بیٹھا رہے۔ وہ بخوشی اوپر چڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر جب اس نے مجھے تعاقب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاری رکھنے کا اشارہ دیا تو میں نے نالے میں اترنا شروع کر دیا پہاڑی کی گھوم پر پہنچ کر نالے کا رخ ایک دم سیدھا سو گز نیچے کی طرف ہو گیا۔ بائیں سے آنے والے بہت گہرے کھڈ میں جہاں وہ ملے تھے وہاں پانی کا ایک کنڈ تھا۔ کنڈ کے میری طرف والے حصے میں پانی میں ملا ہوا خون دکھائی دیا۔

شیرنی اس لڑکی کو سیدھا اس مقام تک گھسیٹ لائی تھی اور میں اس کے کھانے میں مخل ہوا تھا۔ چٹخی ہوئی ہڈیوں کی کرچیاں شیرنی کے پنجوں کے نشانات کے قریب پڑی تھیں اور گہرے پنجوں کے نشانات میں ہلکا ہلکا پانی رس کر آ رہا تھا۔ کنڈ کے سرے پر مجھے کوئی چیز پڑی دکھائی دی جو شروع میں میرے لئے ایک معمہ بن گئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انسان کا پیر تھا۔ اس واقعہ کے بعد برسوں تک میں نے آدم خور شیروں کا شکار کھیلا اور کوئی چیز اس سے زیادہ عبرت ناک نہیں دیکھی جیسا وہ خوبصورت پیر جو گھٹنے کے نیچے سے ایسی صفائی کے ساتھ کٹا تھا جیسے کلہاڑی سے کاٹا ہوا اور اس میں سے تازہ گرم خون رس رہا تھا۔

اس عورت کا کٹا ہوا پیر دیکھ کر میں گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ اس حقیقت سے قطعی غافل تھا کہ میں انتہائی خطرے میں ہوں' جلدی سے میں نے رائفل کے کندے کو زمین پر ٹیک کر اپنی دونوں انگلیاں دونوں لبلبیوں پر رکھ لیں تاکہ ضرورت پڑنے پر بلا تاخیر گولی چلا سکوں۔ جیسے ہی میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ میرے اوپر پندرہ فٹ اونچے بند سے مٹی کا ایک تودہ ٹوٹا اور تیزی سے لڑھکتا کنڈ کے اندر 'پلوپ' کر کے گرا۔ اس زمانے میں میری واقفیت شیر کے شکار کے بارے میں محدود تھی۔ بہ الفاظ دیگر مجھے اپنی جان اس طرح خطرے میں نہیں ڈالنی چاہئے تھی۔ رائفل کی نال کو فوری طور اوپر کرنا شاید میری جان بچانے میں معاون ثابت ہوا' قبل اس کے شیرنی زقند بھر کر مجھ پر حملہ آور ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی جان بچا کر بھاگنے کی وجہ سے شیرنی کے



وزن سے مٹی کا یہ چھوٹا سا تودہ گرا ہو۔

بند اتنا سیدھا تھا کہ اس پر ہاتھوں اور پاؤں کے بل چڑھنا ناممکن تھا اور صرف ایک ہی صورت تھی کہ بھاگ کر کود جاؤں۔ چنانچہ نالے سے تھوڑی اونچائی پر جا کر بند کی طرف لمبے قدم لے کر تیز بھاگا اور زقند بھر کر کنڈ کے اوپر سے گزرتا اتنی دور گرا کہ ایک جھاڑی کی مدد سے میں نے اپنے کو سنبھالا اور اسی کے سہارے سے بند پر چڑھنے میں مدد ملی۔

گاؤدم وضع کے پھولوں کی ایک کیاری تھی جن کی شاخیں وزن سے دبنے کے بعد رفتہ رفتہ سیدھی ہو رہی تھیں جو اس بات کی علامت تھی کہ شیرنی چند سیکنڈ پہلے ان کے اوپر سے گزری تھی اور اس کے جانے کی سمت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دور آگے جا کر ایک چھجا نما چٹان تھی جہاں شیرنی مرحومہ کی نعش چھوڑ کر مجھے دیکھنے نیچے اتری تھی۔

شیرنی لڑکی کو کھینچ کر جتنا آگے بڑھتی گئی اس کے پیر کے کھوج ویران چٹانوں کے اندر داخل ہوتے گئے جن کا رقبہ چند ایکڑ سے کم نہ تھا اور جہاں تعاقب جاری رکھنا نہ صرف بے حد مشکل تھا بلکہ انتہائی خطرناک بھی۔ چٹانوں کے درمیانی وقفوں میں طرح طرح کی جھاڑیاں بیلیں اور مصنوعی سیڑھیاں تھیں جہاں چلنے سے پیر ٹوٹ سکتا تھا اور موت یقینی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر تعاقب کرنے کی رفتار مجبوراً بہت آہستہ ہو گئی اور شکم سیری جاری رکھنے کے لئے شیرنی اس تاخیر کا پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ کم از کم دس بارہ مرتبہ مجھے وہ جگہ دکھائی دی جہاں وہ آرام کرتی گئی تھی اور ہر مقام کے آگے خون کی دھار کے نشانات نمایاں ہوتے چلے گئے تھے۔

اس شیرنی نے انسانوں کا یہ چار سو چھتیسواں شکار کیا تھا اور دیہات کے لوگوں کا انسانوں کی جان بچانے کے لئے بھاگ کر آنا اور اس کے کھانے میں خلل ڈالنا اس کی زندگی کا معمول بن چکا تھا، لیکن جیسا اس مرتبہ پراسرار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طریقے پر اس کا تعاقب کیا جارہا تھا شاید پہلے کبھی نہیں کیا گیا تھا چنانچہ اس نے غرا کر اپنی خفگی کا اظہار کرنا شروع کیا۔ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ جن حالات میں اس وقت میں تھا کہ ہر طرف گھاس، چٹانوں کے درمیان کھڈ تھے۔ ایک ایک قدم اگر احتیاط سے نہ لیا جاتا تو کسی کھائی یا خندق میں گرنا یقینی تھا، کسی شیر کا پوری آواز سے دہاڑنا یا حملہ آور ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔

جو ناظرین موسم سرما میں آتش دان کے قریب بیٹھے یہ کتاب پڑھ رہے ہوں ان سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ اس وقت مجھ پر جو بیت رہی تھی اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں۔ شیرنی کے غرانے کی آواز اور اچانک حملے کے امکانات سے جتنا میں خائف تھا اتنے ہی میری کامیابی کے امکانات روشن معلوم ہو رہے تھے۔ اگر شیرنی نے اپنے غصے پر قابو نہ رکھتے ہوئے مجھ پر حملہ کیا تو نہ صرف میں اپنی مہم میں کامیاب ہو جاؤں گا بلکہ ان تمام انسانوں کا بدلہ بھی چکا لوں گا جن کو اس نے لقمۂ اجل بنایا تھا۔

لیکن اس کا غرانا صرف گیدڑ بھبکی نکلی کیونکہ جب اس کو اندازہ ہوا کہ خائف ہونے کی بجائے میں تیزی سے اس کا پیچھا کر رہا ہوں تو وہ لڑکی کے جسم کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔

مجھے اس کا پیچھا کرتے چار گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس دوران جس راستے پر شیرنی جا رہی تھی سوائے جنگلی لمبی گھاس کے ہلنے کے اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیا۔ سامنے پہاڑ پر غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی پرچھائیاں اس بات کا انتباہ کر رہی تھیں کہ اندھیرا ہونے سے پہلے گاؤں واپس لوٹنا محفوظ ہو گا۔

جس عورت کا پیر کٹا تھا وہ ہندو تھی اور متوفیہ کی آخری رسومات ادا کرنے کے لئے اس کے جسم کا کوئی حصہ ضروری تھا۔ چنانچہ کنڈ کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے اس کے کنارے ایک گڑھا کھود کر اس کے پیر کو دبا دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تاکہ شیرنی سے محفوظ رہ سکے اور جب ضرورت ہو تو اس کو نکالا جا سکے۔

مجھے آتا دیکھ کر چٹان پر بیٹھے میرے ساتھی کی جان میں جان آئی۔ میری دیر میں واپسی اور شیرنی کی دہاڑیں سن کر اس کو یقین ہو گیا تھا کہ میرا بھی کام تمام ہو گیا ہو گا اور جیسا کہ بعد میں اس نے تسلیم کیا اس کو زیادہ فکر اپنے گاؤں تنہا واپس جانے کی تھی۔

نالے میں نیچے اترنے کے دوران میرا خیال تھا کہ کسی خوفزدہ انسان کے آگے چلنا جس کے پاس بھری ہوئی بندوق بھی ہو انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لیکن چلتے چلتے جب وہ ایک دم پھسل کر نیچے گرا اور اس کی ۴۵۰ء بور رائفل کی نال جس کا سیفٹی کیچ بھی نہیں تھا میری طرف ہوئی تو مجھے احساس ہوا کہ یہ صورت اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اس دن سے میں نے عہد کیا سوائے ابیٹسن کے کبھی کسی شخص کو، آدم خور شیروں کے شکار میں ہمراہ نہیں لے جاؤں گا کیونکہ اگر ساتھی نہتا ہو تو اس کی جان بچانا مشکل ہے اور اگر مسلح ہو تو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر جہاں میرے ساتھی نے اپنے بوٹ چھپائے تھے پہنچ کر میں کچھ دیر آرام کرنے اور سگریٹ پینے کے لئے بیٹھ گیا اور اگلے دن کا منصوبہ باندھنے لگا۔

میرا اندازہ تھا کہ متوفیہ کے جسم کا جتنا حصہ باقی رہ گیا تھا شیرنی رات بھر میں اس کو ختم کر لے گی اور اگلے دن یقینی طور پر وہ چٹانوں پر لیٹ کر آرام کرے گی۔

جس زمین پر وہ تھی وہ ایسی نہیں تھی جہاں میں آڑ لے کر اس پر گولی چلا سکوں اور اگر اس کے مارنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس علاقے سے اس کا دور چلا جانا یقینی تھا اور دوبارہ اس کا کھوج لگانا مشکل اور غیر یقینی تھا صرف ایک ہی صورت تھی کہ زیادہ آدمی جمع کر کے ہانکا کروایا جاتا۔

میں پہاڑوں کی ایک گول نمائش گاہ کے جنوب میں بیٹھا تھا جہاں حد نظر

تک کسی جانب نہ تو سبزہ تھا نہ پودے نہ درخت۔ مغرب کی سمت سے بہنے والے ایک چشمے نے جو پہاڑ کو کاٹ کر نیچے بہہ رہا تھا پہاڑوں کے درمیان ایک وادی بنا دی تھی جو مشرق کی طرف چٹانوں سے ٹکرا کر شمال کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستے سے گزرتا تھا۔

یہ ہانکا بلاشبہ بے حد مشکل ہو گا کیونکہ پہاڑ کا یہ شمالی حصہ جہاں تک میں نے شیرنی کا تعاقب کیا تھا اندازاً پونے تین میل لمبا اور آدھ میل چوڑا تھا اور اس میں گھنا جنگل تھا لیکن اگر ہانکا کرنے والوں نے میری ہدایت پر پوری طرح عمل کیا تو شیرنی پر گولی چلانے کے قوی امکانات تھے۔

تحصیل دار گاؤں میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر میں نے ان کو اپنا منصوبہ بتایا اور ان سے کہا کہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ آدمی اکٹھا کرنے کی کوشش کریں اور اگلے دن صبح دس بجے مجھے اس درخت کے نزدیک ملیں جہاں لڑکی ہلاک ہوئی تھی۔ اس ہدایت پر پوری طرح عمل کرنے کا یقین دلا کر وہ تو چمپاوت روانہ ہو گئے اور میں پہاڑ پر چڑھ کر ڈاک بنگلے چلا گیا۔

اگلے دن علی الصباح بیدار ہو کر پیٹ بھر کر ناشتہ کیا اور اپنے آدمیوں کو سامان باندھنے کے بعد چمپاوت میں انتظار کرنے کے لئے کہا اور دوبارہ اس مقام کو دیکھنے کے لئے پہاڑ کے نیچے اترا جہاں میرا ہانکا کرانے کا ارادہ تھا۔ بظاہر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں مجھے کوئی غلطی معلوم نہیں ہوئی اور جس مقام پر میں نے تحصیل دار کو آدمی اکٹھا کرنے کے لئے کہا تھا وہاں ایک گھنٹہ پہلے پہنچ گیا۔

اس بات کا مجھے صحیح اندازہ تھا کہ آدم خور کا خوف مفصلات کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا تھا اس لئے ہانکا کرنے والوں کو اکٹھا کرنا آسان نہیں ہو گا اور ان کو اپنے محفوظ گھروں سے باہر نکالنے میں قدرے سختی برتنی پڑے گی۔ دس بجے تحصیل دار صرف ایک شخص کے ہمراہ آئے۔ اس کے بعد دو اور تین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کی ٹولیوں میں لوگ آنے شروع ہوئے پھر دس اور بیس کی اور نصف النہار تک دو سو اٹھانوے آدمی جمع ہو گئے۔

تحصیل دار نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے گرد و نواح کے علاقوں تک یہ اطلاع پہنچا دی تھی کہ اس دن جو اشخاص بغیر لائسنس کے اسلحہ لے کر آئیں گے ان کو نظر انداز کیا جائے گا اور جن اشخاص کو کارتوس وغیرہ کی ضرورت ہو گی وہ بھی فراہم کئے جائیں گے۔ نتیجے میں اتنی اقسام کا اسلحہ جمع ہو گیا تھا کہ ایک عجائب خانہ قائم کیا جا سکتا تھا۔

جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے اور ان کو کارتوس وغیرہ تقسیم کر دیئے گئے تو میں ان کو پہاڑ کے کنارے پر لے گیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں متوفیہ کی انگیا پڑی ہوئی تھی۔ وہاں کھڑے ہو کر میں نے مقابل والے پہاڑ پر ایک صنوبر کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے 'جو بجلی گرنے کی وجہ سے جھلس گیا تھا' کہا کہ وہاں پہنچ کر پہاڑ کے اوپری حصے پر ایک قطار بنائیں اور جب مجھے صنوبر کے درخت کے نیچے سے دستی رومال ہلاتے دیکھیں تو جن کے پاس بندوق ہو وہ ہوائی فائر کرنا شروع کریں اور باقی لوگ ڈھول بجائیں' شور مچائیں اور موٹے پتھر نیچے کی طرف لڑھکائیں لیکن کسی حالت میں کوئی شخص ایک قدم پہاڑ کے اوپر سے نیچے نہیں اُتارے گا تاوقتیکہ میں خود آ کر سب کو اپنے ہمراہ واپس نہ لاؤں۔ سب کی یقین دہانی کے بعد کہ میری ہدایت ان کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ میں تحصیل دار کے ہمراہ روانہ ہوا کیونکہ وہ خود کو میرے ہمراہ زیادہ محفوظ سمجھتے تھے بجائے اس کے کہ اس ہجوم کے ساتھ رہیں جن کی بندوقیں پھٹنے سے کافی اشخاص کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

ایک لمبا چکر لگا کر میں نے وادی کا اوپری حصہ پار کیا اور سامنے کے پہاڑ پر پہنچ کر جلے ہوئے صنوبر کے درخت کی طرف اترنا شروع کیا۔ اس مقام سے سیدھا ڈھلوان شروع ہو گیا تھا اور تحصیل دار جو پیٹنٹ چمڑے کے جوتے پہنے

تھے کہنے لگے کہ ان کو پہن کر ایک قدم آگے نہیں چل سکتے۔ وہ تو مشغول ہوئے جوتے اتارنے اور اپنے پیروں کے آبلے سہلانے میں ادھر ادھر ہانکا کرنے والوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید میں طے شدہ اشارہ دینا بھول گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے فائر کرنا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ ہانکا شروع کرنے سے پہلے جس مقام پر مجھے پہنچنا تھا وہ ابھی ڈیڑھ سو گز باقی تھا اور اگر بچپن سے میری پرورش پہاڑوں پر نہ ہوتی اور پہاڑوں پر بھاگ کر چڑھنے اور اترنے کی پہاڑی بکروں کی طرح مہارت حاصل نہ کر لی ہوتی تو یہ ڈیڑھ سو گز کا فاصلہ طے کرنے میں کم از کم ایک درجن مرتبہ میری گردن ٹوٹ سکتی تھی۔

جس وقت میں نیچے کی طرف بھاگ رہا تھا تو میری نظر گھاٹی کے سرے پر ایک سبز گھاس کے ٹکڑے پر پڑی۔ چونکہ کوئی بہتر جگہ تلاش کرنے کا قطعی وقت نہیں تھا۔ اس لئے مجبوراً جس پہاڑ سے نیچے اترا تھا۔ اس طرف پیٹھ کر کے سبز گھاس کے ٹکڑے میں بیٹھ گیا۔ گھاس کی اونچائی دو فٹ کے قریب تھی اور میرے جسم کا نصف حصہ چھپا ہوا تھا۔ اگر میں ساکت بیٹھا رہتا تو قوی امکانات تھے کہ میں شیرنی کی نظر سے پوشیدہ رہوں گا۔ جس سمت سے ہانکا ہو رہا تھا وہ پہاڑ میرے سامنے تھا اور گھاٹی کا سرا جس طرف شیرنی کے جانے کی امید تھی میرے بائیں کندھے کے پیچھے تھا۔

سامنے والے پہاڑ کے اوپر ایک طوفان بد تمیزی مچا ہوا تھا اور مزید اضافہ کرنے کے لئے بندوقوں کے متواتر چلنے کی آواز ڈھول بجانے، پتھر لڑھکانے اور بیک وقت سیکڑوں اشخاص کے شور مچانے کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ جس وقت شور اپنی انتہا پر پہنچا ہوا تھا تو قریب تین سو گز دور اپنی داہنی طرف ڈھلوان پر دو کھڈوں کے درمیان سبز گھاس کے ایک ٹکڑے پر شیرنی زقند بھرتی جاتی دکھائی دی۔ تھوڑی دور جانے پائی تھی کہ تحصیل دار نے صنوبر کے درخت کے نیچے سے، جہاں وہ بیٹھے تھے اپنی بندوق کی دونوں نالیں



شیرنی پر چلا دیں ان آوازوں کا سننا تھا کہ شیرنی بجلی کی طرح گھومی اور اپنی آنے والی روش پر واپس لوٹی اور جس وقت وہ جھاڑیوں میں غائب ہو رہی تھی میں نے نہایت مایوسی کے عالم میں اس پر گولی چلا دی۔

پے در پے تین مرتبہ بندوقوں کے چلنے کی آواز سن کر ہانکا کرنے والوں نے قدرتی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شیرنی ہلاک ہو گئی ہو گی۔ چنانچہ جن کے پاس اسلحہ تھے ان اشخاص نے بندوقوں سے کارتوس نکال لئے اور سب نے مل کر آخری مرتبہ شور مچایا۔ میں دم بخود بیٹھا اس چیخ پکار اور افراتفری کا بھیانک منظر دیکھنے کا منتظر تھا جو شیرنی کے اچانک پہاڑ کے اوپر نمودار ہونے سے پیدا ہو سکتی تھی۔ اچانک بائیں طرف میرے سامنے شیرنی کی ایک جھلک دکھائی دی۔ ایک زقند میں اس نے چشمہ عبور کیا اور سیدھا گھاٹی کی طرف رخ کیا۔ میں نے ۵۰۰ بور ڈائٹ رائفل سے جس کی شست سطح سمندر پر لگی تھی فائر کیا۔ نتیجے میں گولی اونچی گئی شیرنی ساکت کھڑی ہو گئی۔ میں سمجھا کہ گولی اس کی کمر کے اوپر سے نکل گئی اور چونکہ اس کی واپسی کا راستہ کٹ گیا تھا اس لئے وہ بغیر جنبش کئے کھڑی ہو گئی ہے۔ اصل میں ہوا یہ تھا کہ میں اس کے گولی مارنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن قدرے پیچھے۔ گردن نیچی کر کے اس نے بدن کا نصف حصہ میری طرف موڑا اور صرف تمین گز دور اس نے اپنے کندھے پر گولی چلانے کا مجھے بہترین موقع فراہم کیا۔ جب میں نے دوسری گولی چلائی تو اس نے دانت باہر نکالے اور کان دبا کر ہٹنا شروع کیا جو حملہ کرنے کی علامت ہوتی ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ رائفل اپنے کندھے سے ٹکائے یہ منصوبہ بنا رہا تھا کہ شیرنی کے حملہ آور ہونے کی صورت میں میرا کیا ردعمل ہونا چاہئے وجہ یہ تھی کہ میں اپنے ساتھ صرف تین کارتوس لایا تھا اور تینوں فائر کر چکا تھا۔ آتے وقت میرا اندازہ یہ تھا کہ شیرنی کے مارنے کے لئے دو کارتوس کافی ہوں گے اور تیسرا کسی ہنگامی صورت میں کام آ سکتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوش قسمتی سے زخمی شیرنی نے حملہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کی کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ آہستہ سے مڑی۔ اپنے داہنی طرف چشمے کو عبور کیا۔ چند گری ہوئی چٹانوں پر چڑھی جہاں اس کو پہاڑ کا نکلا ہوا چھجا دکھائی دیا۔ اس کے اندر چل کر وہ سیدھی اوپر گئی اور پہاڑ کی ایک کھڑی چٹان کے اوپر سے گزر کر پہاڑ سے باہر نکلی ہوئی چٹان پر پہنچ گئی اس چٹان اور ڈھال کے درمیان ایک جھاڑی تھی جس کو اس نے اپنے پنجے سے ادھیڑنا شروع کیا۔ میں نے پوری آواز سے چلا کر تحصیل دار سے ان کی بندوق مانگی جواب میں تحصیل دار نے ایک لمبا جواب دیا جس کا صرف ایک لفظ میری سمجھ میں آیا ' میرا پیر ' یہ جواب سن کر اپنی رائفل کو میں نے زمین پر رکھا اور پوری رفتار سے بھاگ کر تحصیل دار کی بندوق چھینی اور بھاگ کر واپس آیا۔

جیسے ہی میں چشمے کے قریب پہنچا شیرنی نے اس جھاڑی کو چھوڑا اور پہاڑ کی چھجا نما چٹان پر میری طرف آئی۔ جب وہ مجھ سے صرف بیس فٹ دور رہ گئی اور میں نے بندوق اٹھائی تو یہ دیکھ کر میری دہشت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کی نالی اور اس کے بعد کے حصے میں ۳/۸ انچ کا فرق تھا۔ چونکہ تحصیل دار کے دو فائر کرنے سے بندوق نہیں پھٹی تھی شاید اس مرتبہ بھی نہ پھٹے لیکن دھماکے سے آنکھ ضائع ہو جانے کے امکانات تھے۔ اب کچھ بھی ہو ہر خطرے کا مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ اس بندوق کی موٹی اور بھونڈی مکھی کی شست شیرنی کے کھلے ہوئے منہ کی طرف لے کر میں نے فائر کیا۔ ممکن ہے کہ نشانہ لیتے وقت میری گردن ہل گئی ہو یا بندوق کی اسطوانہ نال میں بیس فٹ تک صحیح گولی پھینکنے کی طاقت نہیں تھی۔ وجہ کچھ بھی ہوئی ہو گولی شیرنی کے منہ پر تو لگی نہیں لیکن داہنے پنجے پر لگی جو بعد میں میں نے اپنی انگلی کے ناخن سے کرید کر نکالی۔ خوش قسمتی سے وہ زندگی کی آخری سانس تو ویسے بھی لے رہی تھی۔ پنجے پر گولی لگنے کے بعد آگے کی طرف لڑھکی اور چٹان کے کنارے منہ کے بل گر کر ختم



ہو گئی۔

جس وقت سے شیرنی نے اوٹ سے نکل کر گھاٹی کے درمیان بھاگنے کی کوشش کی تھی میں ہانکا کرنے والوں کو بھول ہی گیا تھا۔ جب ہانکا کرنے والوں میں سے کسی شخص نے پہاڑ کے اوپر سے چلا کر کہا کہ ' شیرنی چٹان پر پڑی ہے۔ اس کو نیچے گراؤ اور اس کے ٹکڑے کر ڈالو ' اس وقت مجھے ان کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ' اس کے ٹکڑے کر ڈالو ' کا جملہ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ لیکن جو کچھ میں نے سنا وہ صحیح تھا۔ اسی دوران باقی ماندہ ہانکا کرنے والوں نے بھی شیرنی کو دیکھ لیا تھا اور پورے پہاڑ کے ہر جانب سے یہی صدا بلند ہو رہی تھی۔

خوش قسمتی سے پہاڑ کے چھجے سے زقند بھر کر جس نکلی ہوئی چٹان پر شیرنی گئی تھی وہ ہانکا کرنے والوں کے مخالف سمت میں تھی اور میری نقل و حرکت کے لئے محدود گنجائش تھی جیسے ہی میں چٹان کے اوپر چڑھا تو میرا پیر شیرنی کے پچھلے حصے پر پڑا۔ اس دوران شکار کے اصول کے مطابق اس کے اوپر پتھر پھینک کر یہ امتحان لینے کا موقع ہی نہیں ملا تھا کہ شیرنی مر چکی ہے یا نہیں اس لئے میں نے نتیجہ مشیت ایزدی پر چھوڑا۔ اسی اثنا میں جنگل کی طرف سے ہانکا کرنے والے بوسیدہ اور زنگ آلود بندوقیں ' برچھیاں ' بلم ' بھالے اور کلہاڑیوں سے مسلح اور انتہائی جذباتی کیفیت میں جنگل سے باہر نکل کر میدان میں آئے۔

چٹان کی اونچائی جس پر میں کھڑا تھا اندازاً چودہ فٹ تھی اور ان اشخاص کو اوپر چڑھنے میں اس وجہ سے رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی کہ چٹان کا بیرونی حصہ دریا میں طغیانی اور سیکڑوں سال پانی کی رگڑ کی وجہ سے اتنا چکنا ہو چکا تھا کہ باوجود برہنہ پا ہونے کے اس پر اپنے پیر نہیں جما سکتے تھے۔ ان اشخاص کی جذباتیت حق بجانب تھی اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو شیرنی کے ہاتھوں کسی نہ کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا ہو۔ ان میں سے ایک شخص جو اس ہجوم کا سرغنہ بھی تھا اور اس کی حالت دیوانوں کی سی تھی اپنی تلوار ادھر ادھر گھما کر چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہی وہ شیطان ہے جس نے میری بیوی اور دو بچوں کو ہلاک کیا تھا۔ جیسا کہ عام طور ہوتا ہے ہجوم کا اشتعال جلد ٹھنڈا پڑ گیا۔ سب سے پہلے تلوار اسی شخص نے زمین پر رکھی جو سب سے زیادہ اپنی بیوی اور بچوں کے ہلاک کیے جانے پر اپنے غم اور غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ چٹان پر پہنچ کر اس نے مجھ سے اور تحصیل دار سے ہجوم کے جذباتی ہونے کی معافی مانگی اور کہا کہ اس کی وجہ ماضی کے صدمات تھے جن پر وہ قابو نہ پا سکے۔ بندوق سے غیر استعمال شدہ کارتوس نکال کر میں نے اس کو شیرنی کے اوپر ترچھا لٹا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بل چٹان کے نیچے اترنے کے لئے لٹک گیا اور سب نے مل کر مجھے نیچے اترنے میں مدد دی۔ میں نے مجمع کو بتایا کہ میں کس طرح چٹان پر پہنچا تھا۔ اس کے بعد شیرنی کو چٹان سے نیچے لٹکا کر ایک کھلے حصے میں لے جایا گیا جہاں سب نے اس کو غور سے دیکھا۔

جس وقت شیرنی چٹان کے نیچے مجھے جھانک کر دیکھ رہی تھی مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے منہ میں کچھ خرابی تھی۔ اب اطمینان سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے جبڑے کے داہنی طرف والے اوپر اور نیچے کے کلبی دانتوں میں سے اوپر کے آدھے اور نیچے کے مع جبڑے کی ہڈی کے ٹوٹے ہوئے تھے۔ یہ مستقل چوٹ کسی اناڑی کی چلائی ہوئی چھرے والی بندوق کا نتیجہ تھی جس کی وجہ سے وہ قدرتی شکار سے معذور ہو گئی تھی اور مجبوراً اسے آدم خور بننا پڑا تھا۔

سب نے مجھ سے درخواست کی کہ شیرنی کی کھال یہاں نہ اتاری جائے بلکہ رات تک ان کے پاس رکھنے کی اجازت دے دوں تاکہ تمام دیہاتوں میں مستورات اور بچے اپنے بدترین دشمن کو مرا ہوا دیکھ سکیں۔ ان کے دل سے خوف جاتا رہے اور روزمرہ کی زندگی معمول پر آجائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخت کی دو موٹی شاخیں کاٹی گئیں اور ان کو شیرنی کی دونوں طرف متوازی رکھ کر لوگوں نے اپنی پگڑیوں، کمر بند اور لنگیوں کی مدد سے دونوں شاخوں کو احتیاط سے باندھا تاکہ شیرنی کو بغیر کسی دقّت کے لے جایا جاسکے۔ جیسے ہی شیرنی کو لے جانے کے انتظامات مکمل ہو گئے، میں اور تحصیل دار سیدھے ڈھلوان والے پہاڑ کے دامن کی طرف روانہ ہوئے۔ ہجوم نے پہاڑ کے اوپر جانا پسند کیا کیونکہ ان کے دیہات اس کے پیچھے تھے۔ وہ گھنے جنگل کے راستے ہانکا ختم کر کے اسی وقت واپس آئے تھے۔ کمر میں پٹکے باندھ کر پہلے دو اشخاص اوپر نیچے ایک دوسرے کی مدد سے پہاڑ کے اوپر چڑھے اس کے بعد اپنے نیچے آنے والوں کو ہاتھ کی مدد سے اوپر چڑھنے میں مدد دی اور تھوڑی دیر میں دور سے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چیونٹیوں کا جلوس پان کا پتہ لے کر پہاڑ کی دیوار پر چڑھ رہا ہو۔ اس سے چھوٹا جلوس وہ تھا جو تحصیل دار کو اٹھا کر پہاڑ کے اوپر چڑھ رہا تھا۔ اگر اس کارروائی کے دوران ایک ہزار فٹ بلندی کے پہاڑ کو سر کرنے کی کوشش میں کسی مقام پر رسیاں ٹوٹ جاتیں تو بے شمار اشخاص مجروح ہوسکتے تھے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں اور تحصیل دار تو مغرب کی جانب گھوم کر چمپاوت کی طرف روانہ ہو گئے اور ہجوم فاتحانہ انداز میں گاتا ہوا مشرق کی طرف چلتا گیا۔

ہمارا راستہ پہاڑ کی پیٹھ کے سہارے سے گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر ان کالی خار دار جھاڑیوں کے پاس کھڑا ہوا جہاں کانٹوں میں متوفیہ کے بالوں کے گچھے لٹکے ہوئے تھے اور ایک آخری نظر پہاڑوں کی نمائش گاہ کی طرف نیچے دوڑائی جہاں تھوڑی دیر پہلے انتہائی خطرناک مہم اختتام کو پہنچی تھی۔

پہاڑ سے نیچے اترتے وقت ہانکا کرنے والوں کو عورت کی کھوپڑی مل گئی تھی اور اس کی آخری رسومات ادا کرنے کے لئے اس کے ورثا نے وہی جگہ تجویز کی جہاں شیرنی نے چٹان کے اوپر دم توڑا تھا۔ حد نظر تک کھوپڑی کے جلنے



سے پیدا ہونے والا آسمان کی طرف اٹھتا ہوا کالا دھواں چمپاوت کی آدم خور شیرنی کے آخری مظلوم کی تجہیز و تکفین کا انتہائی عبرتناک منظر پیش کر رہا تھا۔

رات کا کھانا ختم کرنے کے بعد میں تحصیل کی چہار دیواری کے اندر کھڑا تھا۔ میری نظر ایک لمبے جلوس پر پڑی جن کے ہاتھوں میں چیڑ کی چھال کی شمعیں روشن تھیں اور مخالف سمت کے پہاڑ کی پگڈنڈی پر بل کھاتا نیچے کی طرف اتر رہا تھا۔ رات کے سکوت اور پہاڑوں کے درمیان چلتی ہوئی خنک اور معطر ہوا اور اتنے بڑے ہجوم کا نہایت خوش الحانی کے ساتھ مل کر پہاڑی گیت گانا ایک عجیب دلکش سماں پیدا کر رہا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد شیرنی کو میرے پیروں کے قریب لا کر ڈال دیا گیا۔

اتنے بڑے مجمع کے درمیان شیرنی کی کھال اتارنا مشکل تھا اس لئے کام ہلکا کرنے کے لئے میں نے اس کا سر اور دونوں پنجے کاٹے لیکن کھال سے جدا نہیں کیا اور بقیہ کام صبح کرنے کے لئے اسی حالت میں وہیں چھوڑ دیا۔ چند منٹ بعد جس جگہ شیرنی پڑی تھی پولیس کا ایک گارڈ متعین کر دیا گیا۔

دوسرے دن صبح پوری آبادی کی موجودگی میں اس کے دھڑ پیر اور دم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے گئے اور مجمع میں تقسیم کر دیئے گئے۔ گوشت اور ہڈیوں کے یہ چھوٹے ٹکڑے دیہات میں نیک فال کے طور پر تعویذ یا ڈورے میں ڈال کر گلے میں پہنتے ہیں اور یہ روایت ہے کہ ایسا کرنے سے پہننے والے میں جرات پیدا ہوتی ہے اور وہ جنگلی جانوروں کے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔ مرحومہ کی ہاتھ اور پیر کی انگلیاں جو شیرنی نے سموچی نگل لی تھیں تحصیل دار نے اسپرٹ کی بوتل میں ڈال کر مجھے نینی تال بھیجیں جو میں نے نینی تال جھیل کے نندا دیوی مندر کے قریب دفن کر دیں۔

جس وقت میں شیرنی کی کھال اتارنے میں مصروف تھا تحصیل دار اور ان کا عملہ، مکھیا اور قرب و جوار کے دیہات کے سن رسیدہ بزرگ اور چمپاوت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تاجر اگلے دن میرے احترام میں ایک بڑے کھانے اور ناچ کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ آدھی رات گئے جب جملہ اشخاص مختلف ٹولیوں میں اظہار مسرت کے طور پر گاتے اور شور مچاتے واپس چلے گئے' کیونکہ اب وہ کسی وقت اور کسی راستے پر بلا خوف گھوم پھر سکتے تھے جو شیرنی نے چار سال سے بند کر رکھا تھا' میں نے تحصیل دار کے ساتھ بیٹھ کر آخری سگریٹ پیا اور ان سے اپنے نہ رک سکنے کی معذرت چاہی۔ ان سے یہ کہہ کر کہ ناچ اور گانے میں آپ میری نمائندگی کر لیجئے گا' میں اور میرے ساتھی چوہتر میل کے پیدل سفر پر' جو ہمیں دو دن میں طے کرنا تھا روانہ ہو گئے۔

صبح سویرے میں نے اپنے آدمیوں کو تھوڑی دیر بعد روانہ ہونے کے لئے وہیں چھوڑا اور اپنے گھوڑے کی کاٹھی پر شیر کی کھال باندھ کر وادی بھورا کے لئے روانہ ہو گیا تاکہ وہاں پہنچ کر مجھے چند گھنٹے کھال صاف کرنے کے لئے مل جائیں۔ رات کا قیام بھی میرا وہیں تھا۔ پالی کی اس جھونپڑی کے پاس سے گزرتے ہوئے جہاں وہ گونگی عورت رہتی تھی مجھے خیال آیا کہ اس کی تسکین کے لئے بتاتا چلوں کہ میں نے شیر کے ہاتھوں اس کی بہن کی بھیانک موت کا بدلہ لے لیا تھا۔ گھوڑے کو تو میں نے گھاس چرنے کے لئے چھوڑا' چونکہ اس کی پرورش برفانی علاقے میں ہوئی تھی اس لئے بچھو بوٹی سے لے کر کسی قسم کی گھاس یا جھاڑیاں کھانے میں اس کو عار نہیں تھا۔ میں پہاڑ پر چڑھ کر جھونپڑی پر پہنچا اور کھال زمین پر بچھا کر اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر اس کا رخ جھونپڑی کی طرف کر دیا۔ اس دوران میرے اس عمل کو بچے آنکھیں گھما گھما کر دیکھتے رہے اور بچوں سے میری گفتگو کی آواز سن کر ان کی گونگی ماں باہر نکلی اور جھونپڑی کے دروازے پر آ کر آنکھیں پھاڑ کر ساکت کھڑی ہو گئی۔



میں صدمے اور اس کے رد عمل کے مسئلہ پر قطعی رائے زنی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس بارے میں میری واقفیت نہ ہونے کے برابر ہے لیکن یہ ایک حیرت انگیز تجربہ تھا کہ چار دن پہلے جو عورت میرے سوالات کا جواب دینے سے قاصر تھی۔ شیرنی کی کھال دیکھ کر شور مچاتی جھونپڑی سے سڑک اور سڑک سے جھونپڑی تک بھاگ رہی تھی اور بہ آواز بلند گاؤں والوں سے کہہ رہی تھی کہ آ کے دیکھو' جلدی آؤ صاحب کیا لائے ہیں۔ قوت گویائی کی اچانک واپسی پر اس کے بچے بھی ایسے حیران ہوئے کہ ان کی نگاہیں ماں کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

تھوڑی دیر میں نے گاؤں میں آرام کیا اور جس دوران میرے لئے چائے بنائی جا رہی تھی میں نے پورے مجمع کو شیرنی کے مارے جانے کے مفصل حالات سنائے۔ ایک گھنٹے بعد میں اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ کافی دور تک پالی کے باشندوں کی باتوں کی آوازیں میرے کانوں تک آتی رہیں جو وہ اپنی خوشی اور میرے شکریے کے لئے کر رہے تھے۔

دوسرے دن صبح ایک چیتے کے ساتھ میرا لرزہ خیز مقابلہ ہوا جو میں صرف اس وجہ سے بیان کر رہا ہوں کہ وادی بھورا سے دیر میں روانگی اور اپنے گھوڑے پر اضافی وزن کی کیا وجہ ہوئی تھی۔ خوش قسمتی سے گھوڑے کی ٹانگیں جتنی مضبوط تھیں اتنا ہی اس کا جسم توانا تھا اور برسوں پہاڑوں پر اوپر نیچے چڑھنے اور اترنے سے لوہے کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ چنانچہ چھ بجے شام ہم نینی تال پہنچ گئے۔

چھ مہینے بعد نینی تال میں ایک دربار منعقد ہوا اور سر جون ہیوٹ لیفٹیننٹ گورنر نے چمپاوت کے تحصیل دار کو ایک بندوق اور اس شخص کو جو لڑکی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں میرے ساتھ رہا تھا ایک نہایت خوبصورت چاقو عطا کیا کیونکہ ان لوگوں نے میری کافی مدد کی تھی۔ دونوں چیزوں پر' جو پشت در

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پشت ان کے خاندان فخر سے اپنے پاس رکھیں گے، حکومت نے ان کے نام اور وجہ انعام کندہ کرائے تھے۔

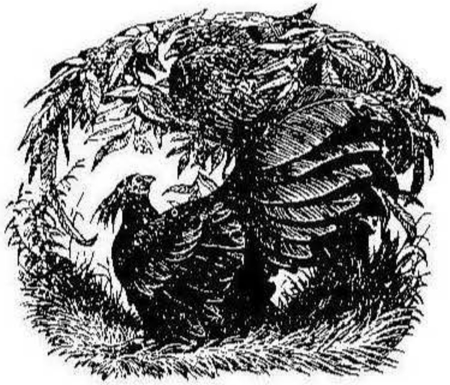

## روبن

میں نے نہ تو اس کے باپ کو دیکھا تھا نہ ماں کو۔ اسے میں نے نائٹ آف دی بروم سے خریدا تھا اور ان کے بموجب وہ اسپینیل ذات کا کتا تھا اور اس کا نام پنچا تھا۔ اس کا باپ بندوق کے شکار کے لئے نہایت کار آمد تھا۔ میری معلومات اس کی نسل کے بارے اسی حد تک محدود تھیں۔

مجھے بچے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو اتفاق سے میں ایک دوست کے ساتھ تھا کہ ان کے ملاحظے کے لئے ایک نہایت گندی ٹوکری میں سے سات کتے کے بچے ان کے سامنے ڈال دیئے گئے۔ پنچا ان سب میں چھوٹا اور دبلا تھا اور اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش کی آخری منازل طے کر رہا تھا۔ اپنے سے کم ابتر حالت میں اپنے بہن بھائیوں کو چھوڑ کر میری طرف آیا اور انتہائی پیار سے میرے پیروں کے اوپر کنڈلی مار کر لیٹ گیا۔ جس وقت میں نے اس کو اٹھا کر اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالا اس وقت سخت سردی تھی۔ اظہار تشکر کے لئے اس نے میرا منہ چاٹنے کی کوشش کی اور میں نے اپنے رویے سے اس پر ظاہر کر دیا کہ وہ گندہ ہونے کی وجہ سے پیار کرنے کے قابل نہیں تھا۔

اس وقت وہ تین مہینے کا تھا اور میں نے اس کو پندرہ روپے میں خریدا تھا۔ اب اس کی عمر تیرہ سال ہے اور اگر پورے ہندوستان کا سونا اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عوض مجھ کو دیا جائے تو میں اس کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

پیٹ بھر کر کھانا کھانے، گرم پانی اور صابن سے غسل کرنے کا سب سے پہلا تجربہ اس کو گھر پہنچنے پر ہوا۔ ہم نے اس کا پہلا نام پنچا سے بدل کر روبن رکھ دیا کیونکہ ہمارے ایک نہایت وفادار کتے نے جس کا نام روبن تھا میری اور میرے بھائی کی جان جب کہ ہماری انفرادی عمریں چھ اور چار سال تھیں، ایک مشتعل ریچھ کے حملے سے بچائی تھیں۔

روبن وقت پر کھانا کھانے میں ایسی ہی دلچسپی کا اظہار کرنے لگا جیسے خشک زمین بارش کا انتظار کرتی ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایک لڑکے یا کتے کے بچے کی تربیت جلدی شروع نہیں کرنا چاہئے میں چند ہفتوں کے بعد ایک دن صبح اس کا ماحول بدلنے اور ایک یا دو فائر کر کے بندوق کی آواز کا عادی بنانے کے لئے اپنے ہمراہ باہر لے گیا۔

ہماری جاگیر کے نشیبی حصے کے آخر میں گھنی خاردار جھاڑیاں تھیں۔ میں ان ہی جھاڑیوں کے گرد گھوم رہا تھا اور مجھے یہ قطعی خیال نہیں رہا کہ روبن میرے ساتھ ہے۔ اچانک جھاڑی میں سے ایک جنگلی مرغی اڑی۔ میں نے بندوق چلائی اور وہ پھڑپھڑاتی ہوئی نیچے گری۔ اس کے خاردار جھاڑی میں گرتے ہی روبن اس کے پیچھے لپکا۔ جھاڑیاں اتنی گھنی اور خاردار تھیں کہ ان کے اندر میرا داخل ہونا مشکل تھا اس لئے مجھے بھاگ کر ان کے گرد چکر لگا کر جانا پڑا۔ اسی طرف جھاڑیوں کے آگے کھلا میدان تھا اور اس کے بعد پھر گھاس، جھاڑیاں اور گھنے درخت تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ زخمی مرغی اسی طرف بھاگ کر جائے گی۔ اس کھلے میدان کے ٹکڑے پر خوب دھوپ تھی اور اتنی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی کہ اگر میرے پاس مووی کیمرہ ہوتا تو میں اس منظر کا فوٹو ضرور لیتا۔ یہ زخمی اور بڈھی مرغی اپنے گردن کے پر پھلائے، دم زمین پر گھسیٹتی ہوئی اور زخمی بازو لٹکائے اسی جنگل کی طرف بھاگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جا رہی تھی اور روبن اس کا تعاقب کر رہا تھا اور مرغی کی دم کا سرا اس کے منہ میں تھا۔ میں آگے بھاگا اور بیوقوفی سے مرغی کی گردن پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ روبن بھی اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ مرغی نے دو تین لاتیں روبن کے ایسی رسید کیں کہ وہ قلابازی کھاتا زمین پر گرا۔ لیکن ایک سیکنڈ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا جب میں نے مری ہوئی مرغی اس کے سامنے ڈالی تو اس نے مرغی کے گرد خوش ہو کر چکر لگانے شروع کئے اور کبھی کبھی اس کے بدن پر ہلکا سا منہ بھی مار دیتا تھا۔ چنانچہ اس دن صبح کا سبق مکمل ہو گیا۔ جب ہم گھر واپس پہنچے تو یہ بتانا مشکل تھا کہ اپنی کامیابی پر روبن زیادہ خوش تھا یا میں؟ روبن کامیابی کے ساتھ شکار لانے کی وجہ سے اور میں ایک گندی ٹوکری میں سے ایسا ہونہار اور نفیس کتا چھانٹنے پر۔ شکار بند ہونے کے دن نزدیک آتے جا رہے تھے اور بقیہ ایام میں اس کی تربیت کے لئے سوائے فاختہ، کوئل یا تیتر کے کوئی اور پرند اس کو اٹھا کر لانے کے لئے نہیں دیا گیا۔

گرمی کا موسم ہم نے پہاڑوں پر گزارا اور ہر سال کی طرح نومبر میں ہم واپس آ گئے۔ پندرہ میل کا پیدل سفر ختم کرنے کے بعد جیسے ہی ہم ایک اندھا موڑ گھومے لنگوروں کا ایک غول پہاڑ کی طرف سے روبن کے بالکل نزدیک سڑک پر کودا اور سڑک پار کر کے کھڈ کی طرف چلا گیا۔ میری سیٹی کی پروا نہ کرتے ہوئے روبن ان میں سے ایک لنگور کے پیچھے کھڈ کی طرف بھاگا۔ لنگور اپنی حفاظت کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ زمین کھلی ہوئی تھی۔ سوائے اس کے کہ ادھر ادھر چند درخت تھے اور سیدھے اتار پر تیس چالیس گز جا کر زمین کی سطح پھر برابر ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بالکل سیدھی جا کر کھڈ میں مل گئی تھی۔ چپٹی زمین کی داہنی جانب چند جھاڑیاں تھیں اور تیز رفتار بہنے والے برسات کے پانی نے رفتہ رفتہ اس زمین کے درمیان ایک نالے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ روبن مشکل سے ان جھاڑیوں کے نزدیک ہی پہنچا تھا کہ بجلی

کی طرح گھوما اور دم دبا کر کانوں کو کن پٹی پر چپکائے اپنی جان بچانے کی خاطر بے تحاشا بھاگا۔ ایک بہت بڑا تیندوا اس کے پیچھے تھا۔ ہر زقند پر وہ روبن کے نزدیک تر ہوتا جا رہا تھا۔ میں مسلح تو تھا نہیں صرف اتنی مدد کر سکتا تھا کہ بہ آواز بلند 'ہو' 'ہا' کر کے تیندوے کو بھگانے کی کوشش کروں۔ میرے شور مچانے میں 'میگی' کی ڈانڈی لے جانے والے قلی بھی شامل ہو گئے اور طوفان بد تمیزی کی انتہا اس وقت پہنچی جب سو سے زائد لنگوروں نے بھی طرح طرح کی آوازیں نکال کر اظہار خوف اور خفگی کیا۔ یہ خطرناک اور بے جوڑ دوڑ پچیس یا تیس گز تک جاری رہی۔ اچانک بغیر کسی خاص وجہ کے وہ گھوما اور گھاٹی میں غائب ہو گیا۔ روبن پہاڑ کے سرے پر چکر لگا کر سڑک پر آیا اور ہمارے ساتھ چلنے لگا۔ موت کے منہ سے بال بال بچ کر روبن نے دو اہم سبق سیکھے تھے جن کو اس نے تاحیات فراموش نہیں کیا۔ پہلا تو یہ کہ لنگوروں کا تعاقب کرنا خطرناک ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ ان کا بہ انداز تنبیہہ بولنا تیندوے کی موجودگی ظاہر کرتا ہے۔

موسم بہار میں روبن کی ٹریننگ کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا جو مذکورہ وجوہات کی بنا پر بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہو چکی تھی کہ اس کی اوائل عمری کی فاقہ کشی اور لاپروائی کا اثر اس کے دل پر ہو چکا تھا کیونکہ اب وہ ذرا سی بھی محنت کرنے کے بعد بے ہوش ہو جاتا تھا۔

بندوق سے مارے ہوئے شکار کو اٹھا کر لانے والے کتے کے لئے اس سے زیادہ دل شکنی کی بات نہیں ہو سکتی جتنا اس کے آقا کا شکار پر جاتے وقت اس کو گھر چھوڑ کر جانا لیکن چونکہ روبن کو اب پرندوں کے شکار کی ممانعت تھی اس لئے میں نے اس کو شیر کے شکار میں لے جانا شروع کیا۔ اس نے شکار کے اس نئے طریقے کو اتنی جلدی اور شوق سے اپنایا جیسے مرغابی پانی کو اور اس وقت سے جب کبھی رائفل لے کر شکار پر گیا ہوں روبن ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے۔



طریقہ یہ ہوتا ہے کہ علی الصباح ہم باہر نکل جاتے ہیں اور کسی شیر یا تیندوے کے پنجے کے نشانات دیکھ کر ان کے پیچھے چلتے رہتے ہیں اور جب وہ جنگل میں غائب ہو جاتے ہیں تو روبن کا کام شروع ہوتا ہے۔ اس طرح بعض اوقات جانور کے قریب پہنچنے سے پہلے ہم نے میلوں تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

پیدل چل کر کسی جانور کو مارنا ہاتھی یا مچان پر بیٹھ کر شکار کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ پیدل شکار کرنے والا لاپروائی سے گولی چلا کر خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شکار اور شکاری کی سطح برابر ہونے کی وجہ سے جانور کے بدن کے وہ حصے جن پر گولی لگنے سے فوراً ہلاکت ہو سکتی ہے اونچائی سے گولی چلانے کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ بہرحال اکثر ایسا ہوا ہے کہ انتہائی احتیاط سے گولی چلانے کے باوجود میں شیر یا تیندوے کو صرف زخمی کر پایا اور جب تک مزید گولیاں چلا کر ان کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہوا درمیانی وقفے میں انہوں نے تہلکہ مچائے رکھا۔ طویل عرصے تک روبن نے میرے ساتھ شکار میں شریک رہنے کے دوران صرف ایک مرتبہ مجھے پریشانی میں مبتلا کیا تھا۔ اس دن تھوڑی دیر غائب رہنے کے بعد جب روبن میرے پاس واپس آیا تو ہم نے طے کیا کہ اس بات کو وہیں ختم کر کے اب اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اب ہماری کافی عمر ہو گئی ہے اور غالباً اتنے حساس بھی نہیں رہے ہیں۔ روبن جس نے اپنے سے کئی گنا زیادہ عمر کے کتے کا مقابلہ کرنا چاہا تھا اس وقت ایک کھٹولے پر میرے نزدیک لیٹا ہے جس کو اب وہ کبھی نہیں چھوڑ سکے گا اور اپنی بھوری نگاہوں کی مسکراہٹ اور اپنی دم ہلا کر مجھ کو اجازت دے رہا ہے کہ میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کروں۔

ہم نے تیندوے کو اس وقت تک نہیں دیکھا تھا جب تک وہ گھنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھاڑیوں سے باہر نکل کر سامنے نہ آ کھڑا ہوا اور اپنے بائیں کندھے کے اوپر منہ گھما کر پیچھے نہ دیکھنے لگا۔

یہ تیندوا معمول سے زیادہ بڑا تھا اور اس کے بال گہرے چمکیلے تھے۔ بال کے اوپر پھول ایسے ابھرے ہوئے اور نمایاں تھے جیسے مخمل کے اوپر خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے ہوں۔ پندرہ گز سے میں نے اس پر نہایت اطمینان سے ایک درست رائفل سے اس کے داہنے کندھے پر گولی چلائی۔ گولی اس کے دل سے کتنی دور لگی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن جس لمحے پچاس گز دور گولی زمین سے ٹکرانے کی وجہ سے مٹی اڑ رہی تھی تیندوا کافی اونچا ہوا میں معلق ہوا اور قلابازی کھا کر انہی گھنی جھاڑیوں میں دھماکے کے ساتھ گرا جہاں سے چند منٹ پہلے برآمد ہوا تھا۔ اس کے گر کر لڑھکنے کی آواز چالیس یا پچاس گز تک جھاڑیوں میں آتی رہی اور اس کے بعد جتنی جلدی آواز شروع ہوئی اتنی ہی جلدی ساکت ہو گئی۔ اس اچانک خاموشی کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں۔ یا تو قلابازی کھا کر گرنے اور لڑھکنے کے دوران تیندوا ہلاک ہو چکا تھا' یا پچاس گز دور جا کر کھلے میدان میں داخل ہو گیا تھا۔

اس دن ہم کافی دور پیدل چل چکے تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور ہم اپنے گھر سے ابھی چار میل کے فاصلے پر تھے۔ جنگل کے اس حصے میں انسانوں کی آمد و رفت بہت کم تھی اور رات کے وقت تو کسی شخص کے اس جنگل سے زندہ بچ کر نکل جانے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ 'میگی' کے پاس کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا۔ اس لئے نہ تو اسے تنہا چھوڑا جا سکتا تھا اور نہ تیندوے کا تعاقب کرنے کے لئے اسے اپنے ہمراہ لے جا سکتا تھا۔ اس لئے تیندوا اسی جگہ چھوڑنا پڑا اور ہم شمال کی جانب اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس مقام پر کسی نشان لگانے کی قطعی ضرورت نہیں تھی' اس لئے کہ پچاس سال سے میں اسی جنگل میں دن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور رات پھرتا رہا ہوں اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اس کے کسی حصے میں پہنچ سکتا ہوں۔ روبن اٹھ کر بیٹھا اور آہستہ سے گردن گھما کر پہلے میری طرف دیکھا اور میری آنکھ کا اشارہ سمجھ کر آہستہ آہستہ گردن سیدھی کی اور بولتے ہوئے چیتل کی طرف دیکھنے لگا۔ جس دن سے اس نے لنگوروں کو خطرے کی بولی بولتے سنا تھا وہ تجربے کا لمبا سفر طے کر چکا تھا۔ لیکن اب اس کو جنگل میں رہنے والے پرندوں اور چرندوں کی طرح معلوم ہوا کہ چیتل کا بولنا تیندوے کی قرب و جوار میں موجودگی ظاہر کرتا ہے۔

جس انداز سے چیتل بول رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ تیندوا اس کی نظر کے سامنے تھا۔ ذرا اور صبر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ آیا تیندوا زندہ ہے یا نہیں۔ پانچ منٹ تک متواتر بولنے کے بعد وہ اچانک رک گیا۔ پھر ایک دو مرتبہ اور بولنے کے بعد معمول کے مطابق بولنا شروع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیندوا زندہ تھا۔ ہٹ کر آگے چلا گیا تھا اور خاموش ہو گیا تھا۔ تیندوے کی صحیح جگہ معلوم کرنے کے لئے اب صرف اس بات کی ضرورت تھی کہ جھانک کر چیتل کے دیکھنے کی سمت معلوم کی جائے۔

پچاس گز ہوا کے رخ چلنے کے بعد ہم گھنی جھاڑیوں میں داخل ہوئے اور چیتل کو ڈھونڈنا شروع کیا یہ کام مشکل نہیں تھا اس لئے کہ روبن جنگل میں اتنی ہی خاموشی سے چل سکتا تھا جیسے بلی اور جہاں تک میرا تعلق تھا برسوں کی عادت نے مجھے بغیر آہٹ کئے چلنے کا عادی بنا دیا تھا۔ جب ہم ان سے چند فٹ دور رہ گئے تو چیتل دکھائی دئے۔ وہ کھلے میدان میں کھڑے تھے اور شمال کی طرف ٹھیک اس طرف دیکھ رہے تھے جہاں گزشتہ شام تیندوے کے گولی لگنے کے بعد گرنے اور لڑھکنے کی آواز سنائی دی تھی۔

یہاں تک تو چیتلوں سے ہم کو کافی مدد ملی۔ ہمیں ان سے معلوم ہوا کہ تیندوا کھلے میدان میں لیٹا تھا زندہ تھا اور کس طرف تھا۔ اتنی معلومات



حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایک گھنٹہ لگا تھا لیکن اگر اب ان کی نظر ہم پر پڑ گئی اور شور مچا دیا تو ایک سیکنڈ میں ہماری کی کرائی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ اب مسئلہ زیر غور یہ تھا کہ آیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم الٹے پیر واپس جائیں اور گھوم کر بولتے ہوئے چیتلوں کے پیچھے ان کی آڑ لے کر تیندوے پر گولی چلائیں یا تیندوے کی بولی بول کر چیتلوں کو وہاں سے ہٹایا جائے۔ یہ خیال ذہن میں آیا ہی تھا کہ ان میں سے ایک چیتل نے گردن گھما کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور دوسرے لمحے تینوں چیتل بے تحاشا چیختے چلاتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کھلے میدان میں پہنچنے کے لئے مجھے صرف پانچ گز چلنا تھا اور جتنی تیزی سے میں نے یہ فاصلہ طے کیا اتنی سرعت سے تیندوا بھی آگے بھاگا اور جھاڑیوں میں داخل ہوتے ہوئے میں صرف اس کا پچھلا دھڑ اور دم دیکھ سکا۔ چیتل نے میری تمام محنت پر پانی پھیر دیا تھا۔ اب از سرنو تیندوے کا کھوج لگانا پڑے گا اور یہ کام روبن کرے گا۔

چند منٹ تک میں کھلے میدان میں کھڑا رہا تاکہ تیندوے کو جم کر بیٹھنے کا وقت مل سکے اور جو تعفن وہ ماحول میں چھوڑ گیا تھا ہوا کے ساتھ غائب ہو جائے۔ روبن کو ساتھ لے کر میں ہوا کے درمیان جو شمال کی طرف سے چل رہی تھی ترچھا ہو کر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ ہم ساٹھ یا ستر گز چلے ہوں گے کہ روبن جو میری رہبری کر رہا تھا کھڑا ہوا اور ہوا کی جانب اپنا منہ پھیرا۔ روبن جنگل میں اپنی آواز دبا سکتا ہے اور کمال کی قوت برداشت رکھتا ہے لیکن صرف ایک چیز برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کو پھریری آجاتی ہے۔ وہ اس وقت جب اس کا تیندوے سے آمنا سامنا ہوتا ہے یا ہوا کے ساتھ اس کی گہری بدبو اس کی ناک میں آتی ہے۔ چنانچہ اسکی رگ پھڑکنی شروع ہو گئی جس کا زیادہ اثر اس کے پچھلے پیروں کے بڑے بالوں پر ہونے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گزشتہ سال موسم گرما میں جنگل کا یہ حصہ شدید گھومنے والی ہوا کے طوفان کی لپیٹ میں آگیا تھا جس کی وجہ سے متعدد درخت جڑ سے اکھڑ گئے تھے۔ ان ہی درختوں میں سے ایک گرے ہوئے درخت کی طرف روبن کی نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ جہاں ہم کھڑے تھے وہاں سے فاصلہ اندازاً چالیس گز ہو گا۔ اس درخت کی شاخیں ہماری جانب تھیں اور اس کے دونوں طرف ہلکی جھاڑیاں اور گچھّے دار گھاس تھی۔

معمول کے مطابق تو میں اور روبن سیدھے اپنے شکار کے بارے میں معلومات حاصل کرنے روانہ ہو جاتے ہیں لیکن اس موقع پر زیادہ احتیاط برتنا ضروری تھا۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ جس جانور سے اس وقت ہمارا سابقہ تھا وہ زخمی ہونے کے بعد سخت نڈر ہو جاتا ہے ' بلکہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ کہ اس کو پندرہ گھنٹے اپنے زخم کی دیکھ بھال کرنے کے بعد انسان سے بدلہ چکانے کا کافی وقت مل چکا تھا اور اس کی حملہ کرنے کی تمام صلاحیتیں عود کر آئی تھیں۔

گھر سے روانہ ہوتے وقت میں نے وہی ۲۷۵ء رائفل اپنے ہمراہ لے جانا پسند کی جو میں نے گزشتہ شام استعمال کی تھی۔ اس لحاظ سے تو اچھی تھی کہ اس کو دور پیدل چلنے کے لئے استعمال کیا جائے لیکن زخمی تیندوے سے نمٹنے کے لئے ناموزوں تھی۔ میں نے بجائے سیدھے جانے کے ایسی راہ اختیار کی جو ہمیں درخت سے پندرہ گز دور اور اس کے متوازی لے جائے۔ چنانچہ محتاط قدم رکھتے ہوئے ہم اسی راہ پر روانہ ہوئے۔ روبن میرے آگے تھا شاخوں کے پاس سے گزرتے ' گرے ہوئے درخت کے سامنے پہنچے ہی تھے کہ روبن رک گیا۔ اس کے چہرے کی سمت کی مدد سے میں نے اسی جانب دیکھا۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کو دیکھ کر روبن کھڑا ہو گیا تھا وہ تیندوے کی دم تھی جس کو وہ آہستہ آہستہ اوپر اور نیچے کر رہا تھا۔ یہ حرکت یقینی طور پر حملہ کرنے سے



پہلے کی علامت ہوتی ہے ایڑی کے بل داہنی طرف ہٹ کر میں نے رائفل کا کندا اپنے کندھے پر لگایا ہی تھا کہ تیندوے نے آواز نکال کر ہم پر بھرپور حملہ کر دیا۔ وہ معلق تھا کہ میں نے گولی اس نیت سے چلائی کہ وہ اپنا رخ بدل دے۔ اس ارادے سے نہیں کہ میں اس پر کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن گولی اس کے پیٹ کے نیچے سے گزر کر اس کی بائیں ٹانگ کی ران سے پار ہو گئی۔ گولی کی آواز نہ کہ پیر کے زخم کی وجہ سے وہ اپنا رخ صرف اتنا بدل پایا کہ میرے داہنے کندھے کے قریب سے ہو کر گزر گیا اور قبل اس کے کہ میں دوسری گولی چلا پاؤں جھاڑیوں میں غائب ہو چکا تھا۔

اس دوران روبن میرے پیروں کے پاس ہی بیٹھا رہا اور ہم دونوں نے ساتھ جا کر اس جگہ کا معائنہ کیا جہاں سے تیندوا گزرا تھا۔ خون کافی مقدار میں پڑا تھا لیکن یہ بتانا مشکل تھا کہ آیا تیندوے کے زقند بھرنے اور اس کا پرانا زخم پھٹنے کی وجہ سے یہ خون نکلا تھا یا تازہ زخم کی وجہ سے۔ لیکن روبن کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نے کھوج لگانا شروع کر دیا۔ گھنی جھاڑیوں میں سے گزر کر ہم اونچی گھاس میں پہنچے اور چند سو گز چل پائے تھے کہ تیندوا ہمارے سامنے تھا۔ قبل اس کے کہ میں اس پر نشانہ لوں وہ نزدیک کی ایک بڑی جھاڑی کے اندر غائب ہو گیا۔ یہ جھاڑی مع اپنی شاخوں کے ایک کاٹیج ٹینٹ کے برابر تھی جو تیندوے کو نہ صرف معیاری حفاظت فراہم کر رہی تھی بلکہ دوسرا حملہ کرنے کے لئے بھی معاون ثابت ہو رہی تھی۔

میری اور روبن کی جان جوکھوں میں ڈالنے والی صبح کی مہم ساتھ خیریت کے ختم ہوئی۔ میرے پاس جو رائفل تھی اس سے تیندوے کا مزید تعاقب کرنا خالی از خطرہ نہ تھا چنانچہ ہم نے گھر کا رخ کیا۔

اگلے دن صبح ہم اسی مقام پر موجود تھے۔ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روبن کو چلنے کی بے چینی ہو رہی تھی اور جنگل کی بھینی بھینی خوشبوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے درمیان کا چار میل کا فاصلہ اگر اس کے بس میں ہوتا تو بھگاتا ہوا لے جاتا۔

میں اپنے ساتھ ۴۰۰ / ۴۵۰ بور کی رائفل لایا تھا اس لئے گزشتہ دن کے مقابلے میں حالت بہتر تھی۔ جب ہم اس بڑی جھاڑی سے کئی سو گز کے فاصلے پر تھے میں نے روبن کو آہستہ اور محتاط چلنے کا اشارہ کیا' کیونکہ یہ باور کرنا کہ کسی زخمی جانور کو جہاں گزشتہ دن چھوڑا تھا وہیں بیٹھا ہوگا غلط ہے۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل واقعے سے ہوتی ہے۔

ایک شکاری نے جس سے میں واقف تھا دوپہر کے وقت شیر کو زخمی کرنے کے بعد خون کی مدد سے گھاٹی کے سہارے کئی میل تک اس کا کھوج لگانے کی کوشش کی۔ دوسرے دن صبح کافی آدمی ساتھ لے کر جن میں سے ایک شخص شکاری کی خالی رائفل لے کر آگے چل رہا تھا' اسی مقام پر جانے کی نیت سے روانہ ہوا جہاں گزشتہ دن یہ مہم ختم کی تھی۔ راستہ وہی اختیار کیا جس طرف زخمی شیر کی خون کی دھار کے نشان زمین پر تھے ابھی وہ مقام ایک میل تھا کہ رائفل لے جانے والے شخص کا جو اسی نواح کا شکاری بھی تھا اچانک شیر سے آمنا سامنا ہوا اور شیر نے ایک ہاتھ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ باقی ماندہ اشخاص درخت پر چڑھنے کی وجہ سے یا سر پر پیر رکھ کر بھاگنے کی وجہ سے اپنی جان بچا سکے۔

میں نے ٹینٹ نما جھاڑی کا صحیح تعین کر رکھا تھا چنانچہ روبن کو ساتھ لے کر ایسی راہ اختیار کی جو ہمیں جھاڑی کے محفوظ حصے پر لے جاتی اور ہوا کا رخ بھی پہاڑ کی مخالف سمت ہوتا۔ روبن جانوروں کی صحیح جگہ معلوم کرنے کے اس طریقے سے بخوبی واقف تھا جو ہوا کے ساتھ آنے والی بو سے معلوم کیا جاتا ہے۔ ہم تھوڑی دور چل پائے تھے اور جھاڑی کا فاصلہ ابھی ہم سے سو گز تھا



کہ روبن رک گیا۔ منہ اوپر اٹھا کر ہوا کو سونگھا اور میری طرف منہ موڑ کر ظاہر کیا کہ اس کو تیندوے کی بو آ رہی ہے۔ گزشتہ دن کی طرح اس کا چہرہ گرے ہوئے درخت کی طرف تھا جو گھنی جھاڑیوں کے سرے پر اور ان کے متوازی تھا اور یہ وہی گھنی جھاڑیاں تھیں جن کے درمیان سے تیندوے کے حملہ کرنے کے بعد گزر کر ہم نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ درخت کے ہماری طرف والے حصے میں کھلا میدان تھا لیکن دوسری بیسنٹا کی گھنی جھاڑیاں تھیں جن کی اونچائی میری کمر تک تھی روبن کو اشارہ دے کر کہ پرانی راہ اختیار کرے ہم بیسنٹا کی جھاڑی کے قریب سے ہو کر گزرے جس میں روبن نے کوئی دلچسپی نہیں دکھائی اور ایک نالے کے نزدیک پہنچے جو بارش کے پانی کے بہاؤ کی وجہ سے بن گیا تھا۔ اس جگہ میں نے اپنا کوٹ اتارا اور جتنے پتھر اس میں بھر سکتا تھا بھرے اور تھیلے کی طرح کندھے پر لٹکا کر کھلے میدان میں درخت کے پاس واپس آ گیا۔ پتھروں کا ایک جگہ ڈھیر لگا کر کوٹ پہنا۔ یہ جگہ درخت سے پندرہ گز تھی۔ رائفل کو فوری طور پر استعمال کرنے کی حالت میں لا کر پتھر پھینکنے شروع کئے پہلے درخت کے اوپر اور اس کے بعد درخت کی دوسری طرف گھنی جھاڑیوں میں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر تیندوا زندہ ہوگا تو حملہ کرنے کے لئے کھلے میدان میں آئے گا اس پر گولی چلائی جا سکے گی۔ جب تمام پتھر ختم ہو گئے تو میں نے کھانسنا شروع کیا تالیاں بجائیں اور شور مچایا لیکن اس پورے وقفے میں نہ تو تیندوا ہلتا دکھائی دیا نہ اس کی آواز سنائی دی جو اس کے زندہ ہونے کی علامات ہو سکتی تھیں۔

معمول کے مطابق تو میرا سیدھا درخت کے پاس جا کر اس کے آگے دیکھنا جائز ہوتا لیکن جنگل کے بارے میں ایک پرانی کہاوت ہے کہ ' تیندوے کو اس وقت تک مردہ نہ جانو جب تک اس کی کھال نہ اتار لی جائے۔' چنانچہ اس پر عمل کرتے ہوئے میں نے مناسب سمجھا کہ درخت کا ایک بڑے دائرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں طواف کروں اور رفتہ رفتہ اس کو کم کرتا جاؤں تاوقتیکہ مجھے درخت کا پورا تنا اور اس کی شاخوں کے درمیان صاف دکھائی نہ دینے لگے۔ پہلا دائرہ پچیس گز کا بنا کر چلا اور مشکل سے دو تہائی حصہ مکمل کیا ہو گا کہ روبن کھڑا ہو گیا جیسے ہی میں نے جھا تک کر معلوم کرنا چاہا کہ روبن کو کس چیز نے متوجہ کیا تھا دو تین مرتبہ انتہائی غصے میں غرانے کی آواز سنائی دی اور تیندوے نے سامنے سے حملہ کر دیا۔ صرف اتنا دیکھ پایا کہ لمبی گھاس کو چیرتی کوئی چیز سیدھی ہماری طرف آ رہی ہے۔ میرے پاس صرف اتنا وقت تھا کہ جوں ہی اس کا سر اور کندھے دکھائی دیں میں تھوڑا داہنی طرف ترچھا مڑ کر رائفل اٹھاؤں کہ تیندوا چند فٹ دور جھاڑیوں سے بر آمد ہوا۔

تیندوے کا زقند بھرنا اور میرا گولی چلانا ایک ساتھ ہوا۔ پھر ایک قدم بائیں ہٹ کر زیادہ سے زیادہ پیچھے جھکا اور اپنے کولھے کے قریب رائفل کا کندا لا کر اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے تیندوے کے جسم پر دوسری گولی چلائی۔

عام طور پر چاہے وہ تیندوا ہو یا شیر سیدھا حملہ کرنے کے بعد اگر وار خالی جائے تو دوبارہ مڑ کر حملہ نہیں کرتے تاوقتیکہ ان کو فوری طور پر نہ ستایا جائے۔

بائیں طرف تو میں اس وجہ سے ہٹا تھا کہ روبن کو نہ کچل دوں لیکن جب میں نے نیچے دیکھا تو روبن غائب تھا۔ اتنے سال شکار میں ساتھ رہنے کے دوران یہ پہلا موقع تھا کہ ایسے نازک وقت میں ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں۔ غالباً وہ گھر جانے کی کوشش کر رہا ہو گا بلالحاظ اس کے کہ جنگل کے درمیان چار میل کا فاصلہ طے کرتے وقت کتنے خطرات کا سامنا ہو سکتا تھا۔ ان سب باتوں کے علاوہ تنہا سفر اور اس کے کمزور دل کے خیال نے مجھے پریشان کر دیا۔ باحسرت و یاس میں اس کو تلاش کرنے کی غرض سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گھوما۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سو گز دور روبن ایک درخت کے تنے کے پیچھے تھوڑا سا منہ باہر نکالے مجھے تک رہا ہے۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو اپنے پاس بلایا۔ پہلے تو جھاڑیوں میں غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظریں نیچے کئے اور ندامت کی وجہ سے سر جھکائے خاموشی سے میرے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ یہ دوسری مرتبہ تھی کہ اس نے میرا منہ چاٹنے کی کوشش کی اور باریک آواز سے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا کہ میں صحیح سلامت تھا۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر اپنی بزدلانہ حرکت پر ندامت تھی کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

اچانک اور غیر متوقع خطرہ جو ہمیں درپیش آیا اس پر ہمارا تاثر یکساں تھا کہ ہنگامی حالت میں ایک انسان اور ایک حیوان صورتحال سے نمٹنے کے لئے اپنا بچاؤ کس طرح کرتے ہیں، خاص طور پر جب کہ خطرہ جو درپیش ہو، وہ صرف سنا جا سکتا ہو اور دیکھ نہ سکتے ہوں۔ روبن کا جہاں تک تعلق تھا اور اس کا تیزی اور خاموشی سے چلا جانا حق بجانب تھا اور میرے اوپر ایسا اثر تھا جیسے پیروں میں گوند لگا ہو کہ اس جگہ سے تیز یا آہستہ سے بھاگنا ناممکن تھا۔

جب میں نے روبن کو مطمئن کر دیا کہ اس کے عارضی طور پر جدا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا اور اس کے جسم کی کپکپاہٹ ختم ہوئی، تو میں نے اس کو نیچے اتارا اور ہم دونوں اس مقام پر پہنچے، جہاں تیندوے نے سخت مقابلہ کیا تھا اور آخری حملے میں اس کی قریب قریب فتح ہو گئی تھی، اس کو مردہ حالت میں پایا۔

میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا اور جس دوران میں اس کو قلمبند کر رہا تھا روبن جیسا بڑے دل والا اور انتہائی وفادار دوست جو تاریخ میں

کبھی کسی کے پاس نہیں رہا ہو گا ابدی نیند سو چکا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ان حسین اور پر فضا شکار گاہوں میں جن سے ہماری نہایت خوشگوار یادیں وابستہ تھیں میرے آنے کا انتظار کر رہا ہو گا۔

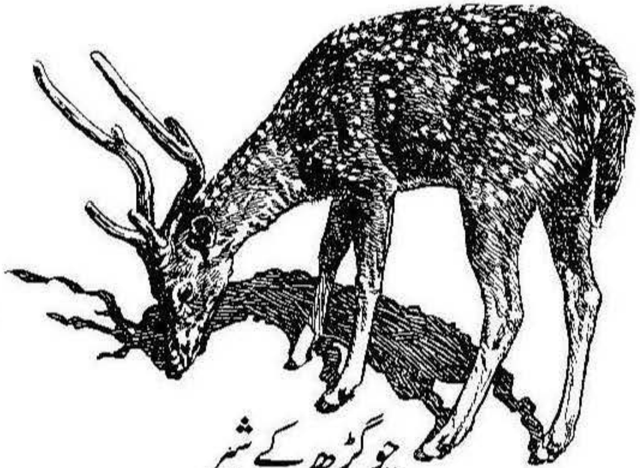

# چوگڑھ کے شیر

☆

مشرقی کماؤں کا ایک بڑا نقشہ میرے سامنے دیوار پر آویزاں ہے جس پر متعدد × کے نشانات لگے ہیں اور ہر نشان کے نیچے تاریخ لکھی ہے۔ یہ نشانات ان مقامات کے ہیں جہاں اور جس تاریخ میں 'چوگڑھ' کے آدم خور شیر نے انسانوں کو ہلاک کیا تھا۔ ان نشانات کی تعداد چونسٹھ ہے۔ میں ان نشانات کی تعداد کے صحیح ہونے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے اندراج کرنے کا سلسلہ میں نے دو سال تک جاری رکھا تھا مگر اس دوران ہلاک ہونے والے انسانوں کی صحیح تعداد مجھے فراہم نہیں کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اشخاص جو زخمی ہونے کے چند دن بعد چل بسے تھے ان کا بھی اس نقشے میں اندراج نہیں ہے۔

پہلا نشان ۱۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کا ہے اور آخری ۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء کا اور دو نشانوں کے درمیان طویل ترین فاصلہ شمال سے جنوب کی طرف پچاس میل اور مشرق سے مغرب کی جانب تیس میل ہے۔ جملہ رقبہ پندرہ سو میل ہے جو برف پوش پہاڑوں سے لے کر موسم گرما کی تپتی ہوئی وادیوں تک پھیلا ہے۔ اس رقبے میں چوگڑھ کے شیر نے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ اس طول و

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عرض میں مختلف قامت کے گاؤں پھیلے ہوئے ہیں جو ایک یا دو خاندان کے چند افراد سے لے کر سو یا اس سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہیں۔ ان دیہاتوں کو ایک دوسرے سے ملانے کے لئے پگڈنڈیاں ہیں جو دیہاتیوں کے متواتر استعمال سے سخت ہو گئی ہیں۔ ان میں سے چند پگڈنڈیاں گھنے جنگلوں کے درمیان سے گزرتی ہیں اور جب آدم خور ان کو استعمال کرنا ناممکن بنا دیتا ہے تو آپس میں رابطہ قائم رکھنے کا واحد طریقہ با آواز بلند ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں خبریں پہنچانے کا رہ جاتا ہے۔ یہ اس طرح کہ ایک شخص کسی نمایاں ٹیلے یا چٹان پر کھڑے ہو کر یا مکان کی چھت سے متصل گاؤں کے باشندوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے خوب زور سے چلا کر 'کو' کی آواز نکالتا ہے اور جب اس کے جواب میں دوسری طرف سے بھی اسی قسم کا جواب ملتا ہے تو پوری آواز سے خبر پہنچا دی جاتی ہے اور جملہ دیہات میں خبر رسانی کا یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اور بہت قلیل عرصے میں میلوں تک پھیلے ہوئے دیہاتوں میں اطلاع پہنچا دی جاتی ہے۔

فروری ۱۹۲۹ء کے ایک ضلعی اجلاس میں اس شیر کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی۔ اس زمانے میں کماؤں کے اضلاع میں تین شیر سرگرم عمل تھے لیکن چونکہ سب سے زیادہ تباہی چوگڑھ کے شیر نے مچا رکھی تھی اس لئے میں نے پہلے اسی سے نمٹنے کا تہیہ کیا۔

حکومت کی جانب سے جو نقشہ مجھے فراہم کیا گیا تھا اور جس میں × کے نشانات اور ان کے نیچے تاریخیں درج تھیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ تباہی اس شیر نے کالا آگار کے شمال اور مشرق کے ابھرے ہوئے حصوں میں مچا رکھی تھی۔ چالیس میل لمبے اس رقبے کی اونچائی آٹھ ہزار پانچ سو فٹ تک جاتی ہے اور بلند حصوں پر گھنے جنگل ہیں۔

محکمہ جنگلات کی تعمیر کی ہوئی ایک سڑک پہاڑ کے سطحی حصے کے سہارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



## چوگڑھ کے آدم خور شیر کے ہلاک کئے ہوئے انسانوں کی تعداد

| گاؤں | تعداد | گاؤں | تعداد |
|---|---|---|---|
| تھائی | ۱ | جھن گاؤں | ۱ |
| دیب گورا | ۱ | کبرا گاؤں | ۱ |
| برہون | ۲ | کالا آگار | ۸ |
| چھولی | ۶ | ریکھا کوٹ | ۱ |
| کاہور | ۱ | متیلا | ۳ |
| ام | ۲ | کنڈل | ۳ |
| ڈلکانیا | ۷ | بیار | ۱ |
| لوہار | ۸ | خنسیون | ۱ |
| آہ گورا | ۲ | گرگری | ۱ |
| پہاڑ پانی | ۱ | ہیراخاں | ۲ |
| پدم پوری | ۲ | اکھل ڈنگا | ۱ |
| ٹانڈا | ۱ | ڈنگاری | ۲ |
| نیسوریا | ۱ | گلنی | ۳ |
| پکھاری | ۱ | میزان | ۶۴ |

## سالانہ میزان

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۲۶ | ۱۵ | ہلاک ہوئے |
| ۱۹۲۷ | ۹ | ہلاک ہوئے |
| ۱۹۲۸ | ۱۴ | ہلاک ہوئے |
| ۱۹۲۹ | ۱۷ | ہلاک ہوئے |
| ۱۹۳۰ | ۹ | ہلاک ہوئے |

میلوں تک شاہ بلوط اور سدابہار قسم کی جھاڑیوں کے گھنے جنگلوں کے درمیان سے گزرتی ہے اور بعض مقامات پر جنگلات اور زرعی زمینوں کے درمیان باڑ کا کام دیتی ہے۔ ایک مقام پر پہنچ کر اس کی شکل پھندے کی مانند ہو جاتی ہے اور اس پھندے کے درمیان کالا آگار کے محکمہ جنگلات کا ڈاک بنگلہ ہے۔ میری منزل مقصود یہی ڈاک بنگلہ تھا۔ میں چار دن کے سفر کے بعد چار ہزار فٹ کی مشکل چڑھائی چڑھ کر اپریل ۱۹۲۹ء کی ایک شام وہاں پہنچا۔

اس علاقے کا آخری انسان جس کو شیر نے ہلاک کیا تھا وہ بائیس سال کا جوان تھا جو مویشی چراتے ہوئے مارا گیا تھا۔ میرے اس ڈاک بنگلے میں پہنچنے کے دوسرے دن صبح اس لڑکے کی نانی مجھ سے ملنے آئی۔ اس وقت میں برآمدے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔

اس نے بتایا کہ آدم خور نے بغیر کسی اشتعال کے اس دنیا میں اس کے واحد رشتہ دار کو لقمہ اجل بنا دیا تھا۔ اس کی پیدائش سے آخر دن تک اس لڑکے کی زندگی کے حالات اور خوبیاں بیان کرنے کے بعد اس نے پراسرار طریقے پر مجھ سے کہا کہ اس کے پاس دودھ دینے والی تین بھینسیں ہیں اور اس کی خواہش ہے کہ میں ان تینوں بھینسوں کو شیر کو ہلاک کرنے کے لئے بطور چارا استعمال کروں۔ ان تینوں بھینسوں کی قربانی دے کر کم از کم اس کو یہ تسکین تو ہوگی کہ اپنے نواسے کے مارے جانے کا بدلہ چکا لیا۔

چونکہ یہ بھینسیں کافی بڑی تھیں اس وجہ سے میرے لئے بیکار تھیں۔ انکار کر کے اس غریب کی دل آزاری بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں چار بھینسیں اپنے ہمراہ نینی تال سے لایا ہوں اگر مزید ضرورت پیش آئی تو اس کی پیشکش ضرور قبول کر لوں گا۔ اس دوران قرب و جوار کے دیہات کے مکھیا بھی جمع ہو گئے تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ آخری مرتبہ اس آدم خور شیر کو دس دن پہلے یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر



دیکھا گیا تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں کچھ عرصہ پہلے اس نے پہاڑ کی مشرقی ڈھلان پر ایک شخص کو مع اس کی بیوی کے ہلاک کیا تھا۔

دس دن پرانے پنجوں کے نشانات کی مدد سے کھوج لگانا بے سود تھا۔ مکھیاؤں سے مفصل بحث کے بعد میں نے طے کیا کہ میرا ڈلکانیا گاؤں جانا زیادہ کار آمد ہو گا جو پہاڑ کے شمالی ڈھال پر واقع تھا اور کالا آگار سے اس کا فاصلہ دس میل تھا اور اس مقام کا فاصلہ بھی ' جہاں ایک شخص اور اس کی بیوی ایک ساتھ ہلاک ہوئے تھے ' قریب قریب اتنا ہی تھا۔

نقشہ پر × کے نشانات دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ آدم خور شیر ڈلکانیا اور اس کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں سرگرم عمل تھا۔

دوسرے دن صبح ناشتہ ختم کرنے کے بعد میں کالا آگار سے محکمہ جنگلات کی تعمیر کردہ سڑک پر روانہ ہوا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ سڑک مجھ کو پہاڑ کے ابھرے ہوئے حصے کے آخر تک لے جائے گی اور اس کے بعد ایک پگڈنڈی ملے گی جو دو میل ڈھال پر چلنے کے بعد ڈلکانیا پہنچا دے گی۔ جو سڑک پہاڑ کے سرے تک جاتی تھی وہ زیادہ تر گھنے جنگلوں کے درمیان سے گزرتی تھی اور بہت کم استعمال ہوتی تھی۔ اس امید پر کہ شاید پنجوں کے نشانات دکھائی دے جائیں میں اس سڑک کو بغور دیکھتا چلا گیا اور دو بجے اس مقام پر پہنچا جہاں یہ سڑک چھوڑ کر مجھے پگڈنڈی پر چلنا تھا۔ اس جگہ ڈلکانیا کے کافی آدمی میرے منتظر تھے کیونکہ 'کو' کے ذریعہ ان کو اطلاع مل چکی تھی کہ میں اسی گاؤں میں قیام کروں گا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اسی دن صبح شیر نے عورتوں کے ایک گروہ پر جو ڈلکانیا کے شمال میں دس میل دور فصل کاٹنے گئی تھیں حملہ کر دیا تھا۔

میرے آدمی جو میرے کیمپ کا سامان لے کر چل رہے تھے آٹھ میل کا سفر طے کر چکے تھے۔ لیکن دیہاتیوں کی زبانی یہ معلوم کر کے کہ گاؤں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانے والی دس میل لمبی پگڈنڈی نہایت ابتر حالت میں تھی اور بہت گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے آدمیوں کو دیہاتیوں کے ہمراہ ڈلکانیا پہنچا دوں اور تنہا جا کر اس مقام کا معائنہ کروں جہاں شیر عورتوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ میرے ملازم نے فوراً میرے لئے کھانا پکانے کی تیاری شروع کی۔ تین بجے کھانے سے فارغ ہو کر میں دس میل کے پیدل سفر پر روانہ ہو گیا اگر حالات موافق ہوں تو دس میل کا پیدل سفر بہت آسانی سے ڈھائی گھنٹے میں طے کیا جا سکتا ہے لیکن حالات اس کے بالکل برعکس تھے۔ پگڈنڈی پہاڑ کی مشرقی سطح پر پیچ و خم کھاتی گہرے کھڈوں کے اندر باہر نکلتی چٹانوں گھنی جھاڑیوں اور گھنے جنگلوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ جہاں ہر قدم پر بھوکے آدم خور کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا خدشہ ہو نہایت احتیاط سے چلنا پڑتا ہے اور رفتار لامحالہ آہستہ ہو جاتی ہے۔ ابھی کئی میل چلنا باقی تھا لیکن ڈھلتے ہوئے سورج کی جانب سے مجھے اس بات کی تنبیہہ مل رہی تھی کہ آگے سفر جاری رکھنا نہایت خطرناک ہو گا۔

اگر کوئی اور جگہ ہوتی تو تاروں بھرے آسمان کے نیچے خشک پتوں کے بستر پر لیٹ کر غافل نیند سونا یقینی تھا لیکن یہاں زمین پر سونا ایک بھیانک قسم کی موت کو دعوت دینا تھا۔ کسی مناسب درخت کو تلاش کر کے اس کے اوپر سونے یا آرام کرنے کی برسوں کی عادت نے میرے لئے یہ مسئلہ آسان بنا دیا تھا۔ اس مرتبہ میں نے ایک شاہ بلوط کا درخت اپنے آرام کرنے کے لئے پسند کیا اور اپنی رائفل کو اس کی شاخ پر باندھ کر سو گیا۔ چند گھنٹوں کے بعد درخت کے نیچے متعدد جانوروں کی سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر یہ آواز آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے بعد پنجوں سے درخت کی چھال اتارنے کی آواز سنائی دی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ریچھ کرپھال کے درختوں پر چڑھ رہے تھے۔ ہمارے پہاڑوں پر چھ ہزار فٹ کی بلندی پر یہ درخت پائے جاتے ہیں جن



کی اونچائی چالیس فٹ تک ہوتی ہے اور ان پر نہایت لذیذ اور میٹھے بیر کی طرح پھل ہوتے ہیں جن کو انسان اتنے ہی شوق سے کھاتے ہیں جتنا ریچھ۔ ان درختوں کو آتے وقت میں نے دیکھ لیا تھا۔ کھاتے وقت ریچھ بہت جھگڑتے ہیں اور جب تک کرپھال کے پھل پیٹ بھر کر کھانے کے بعد چلے نہیں گئے میرا سونا دوبھر کر دیا۔

جس وقت میں گاؤں پہنچا آفتاب طلوع ہوئے چند گھنٹے گزر چکے تھے۔ گاؤں کیا تھا پانچ ایکڑ جنگل صاف کئے ہوئے رقبے میں صرف دو جھونپڑیاں تھیں اور ایک مویشیوں کا باڑہ۔ سہمے ہوئے کنبے کے چند افراد مجھے دیکھ کر خوش ہو گئے اور جھونپڑیوں سے چند گز کے فاصلے پر گندم کا وہ کھیت دکھایا جہاں تین عورتیں فصل کاٹنے میں مصروف تھیں اور شیر ان کی گھات میں پیٹ کے بل حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ جس شخص نے شیر کو سب سے پہلے دیکھ کر لوگوں کو چوکنا کرنے کے لئے شور مچایا تھا' مجھے بتایا کہ شیر جنگل میں واپس چلا گیا تھا۔ وہاں ایک اور شیر اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور دونوں پہاڑ کے نیچے اتر کر کھڈ میں چلے گئے۔ دونوں جھونپڑیوں میں رہنے والے تمام رات جاگتے رہے کیونکہ شیر تھوڑے تھوڑے وقفے سے گرجتے رہے تھے اور میرے وہاں پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے بولنا بند کیا تھا۔ اس بیان سے میری پہلی اطلاع کی تصدیق ہو گئی کہ شیر کے ساتھ اس کا جوان بچہ بھی تھا۔

ہمارے دیہات کے باشندے بہت متواضع ہوتے ہیں۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ رات میں نے جنگل میں بسر کی تھی اور میرا قیام ڈلکانیا میں ہو گا تو صدق دل سے ان لوگوں نے میرے لئے کھانا تیار کرنے کی پیشکش کی۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ کنبہ غریب تھا اور میری وجہ سے ان کو زیر بار ہونا پڑے گا۔ اس لئے میں نے ان سے چائے پینے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن چونکہ گاؤں میں چائے نہیں تھی اس لئے وہ میرے لئے تازہ دودھ لے کر آئے جس میں زیادہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گڑ ہونے کی وجہ سے بہت میٹھا ہو گیا تھا لیکن اگر کوئی شخص اس کا عادی ہو جائے تو ناگوار ہونے کی بجائے بے حد لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

اپنے میزبانوں کی خواہش پر جب تک وہ فصل کاٹتے رہے میں ان کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتا رہا۔ کام مکمل ہونے پر نصف النہار کے قریب جملہ اشخاص کی دعاؤں کے ساتھ میں وادی کے اس حصے میں اترا جہاں شیروں کو بولتے سنا گیا تھا۔

یہ وادی تین دریاؤں لڈیا' نندھور اور مشرقی گوالا کے سنگم سے شروع ہو کر بتیس میل تک گھنے جنگلات کے درمیان جنوب سے مغرب کی طرف جاتی ہے۔ نشانات سے کھوج لگانا ناممکن تھا۔ صرف ایک ہی ذریعہ تھا کہ یا تو میں کسی طرح ان کو اپنی طرف متوجہ کروں یا آہوان صحرا کی آوازوں سے شیروں کی نقل و حرکت کا اندازہ لگاؤں۔

ان لوگوں کے لئے جو آدم خور شیروں کو پیدل شکار کرنے کی طرف مائل ہوں یہ بات کار آمد ہو گی کہ تمام پرندے جنگلی جانور یا مختلف سمت سے چلنے والی ہوائیں شیر کے شکار میں بہت معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ان جنگلی جانوروں کے نام بتانے کا جن کی بولیوں پر شکار کھیلنے والوں کی فہم میں اضافہ اور حفاظت کا دار و مدار ہوتا ہے یہ موقع مناسب نہیں ہے اس لئے کہ ایک ایسے علاقے میں جہاں پہاڑ کے اوپر چڑھنے اور اترنے میں ہزاروں فٹ کا فرق پڑ جاتا ہو' اس نواح کے چرند اور پرندوں کے اقسام میں بھی اسی نسبت سے تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن ہوا کی اہمیت ہر جگہ یکساں رہتی ہے اور آدم خور شیر کا پیدل شکار کرنے کے سلسلے میں اس موضوع پر کچھ کہنا مناسب ہو گا۔

شیر انسانوں کی قوت شامہ سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے جب شیر آدم خور بن جاتا ہے تو اس کا برتاؤ انسانوں کے ساتھ قطعی ایسا ہوتا ہے جیسا حیوانوں کے ساتھ یعنی اگر کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو ہوا کی مخالف سمت سے



کرتا ہے اور اگر اپنے شکار کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو ہوا کے رخ پر۔

مندرجہ بالا بیان کی اہمیت از خود صاف ظاہر ہو جائے گی اگر عملی طور پر اس بات کا تجربہ کیا جائے جس وقت شکاری شیر کو دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے شیر شکاری پر حملہ کرنے کی تاک جھانک میں مصروف ہوتا ہے یا کسی مناسب جگہ پر چھپ کر شکاری کے زد پر آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ اگر ہوا کی مدد سے شکاری شیر کی بو سے اس کی موجودگی کا پتہ نہ چلا سکے تو غالباً شیر کا رنگ اور اس کی بغیر آہٹ چلنے کی صلاحیت شکاری کی اپنی دفاعی قابلیت میں تزلزل پیدا کر دیتی ہے۔

شیر اپنے ہلاک کئے ہوئے شکار پر چاہے اس نے چھپ کر مارا ہو یا اترا کر چل کے' حملہ ہمیشہ پشت کی طرف سے کرتا ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس بات کا علم ہوتے ہوئے کہ آدم خور اسی نواح میں موجود ہے' بغیر ہوا کے رخ کا پوری طرح فائدہ اٹھائے گھنے جنگل میں داخل ہونا خود کشی کے مترادف ہو گا۔ مثلاً اگر یہ باور کیا جائے کہ زمین کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے شکاری کو ہوا کی مخالف سمت چلنا ہے تو ایسی حالت میں خطرے کے امکانات اس کی پشت کی طرف سے ہوں گے اور اپنا بچاؤ کرنا ناممکن ہو گا لیکن اگر ہوا کے رخ کو بار بار کاٹتا چلے گا تو خطرہ بھی باری باری اس کے داہنے اور بائیں ٹلتا جائے گا۔ تحریر میں یہ تجویز شاید اتنی دلکش نہ معلوم ہوتی ہو جتنی عملی صورت میں مفید ہوتی ہے اور سوائے پیچھے ہٹ کر چلنے کے اس سے بہتر اور محفوظ کوئی اور طریقہ کسی تاک میں بیٹھے ہوئے آدم خور سے بچنے کا نہیں ہے۔

شام تک میں وادی کے اوپری سرے تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن راستے میں نہ تو مجھے شیر دکھائی دیئے اور نہ چڑیوں اور جنگلی جانورں کی طرف سے ان کی موجودگی کی علامت کا اظہار ہوا۔ وادی کے شمال میں کافی اونچائی پر آباد حصے پر صرف ایک مویشیوں کا باڑہ دکھائی دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری رات جنگل میں بسر کرنے کے لئے مجھے اور بھی زیادہ احتیاط سے کام لینا پڑا اور ایک مناسب درخت منتخب کر کے اس پر تمام رات آرام سے سوتا رہا۔ اندھیرا ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد شیروں کے گرجنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے چند منٹ بعد دو مرتبہ بندوق چلنے کی آواز آئی جو چند سیکنڈ پہاڑوں سے ٹکرا کر گونجتی رہی۔ بعدازاں باڑے کے گوالے کافی دیر تک شور مچاتے رہے اور بقیہ رات خاموشی چھائی رہی۔

اگلے دن دوپہر تک میں نے وادی کا چپا چپا چھان لیا تھا اور سبز گھاس کے ڈھلوان حصے پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ڈلکانیا کی طرف جا رہا تھا کہ مویشیوں کے باڑے کی طرف سے ایک لمبی ' کوای ' کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز کئی مرتبہ دہرائی گئی۔ اس کا جواب میں نے بھی اسی آواز میں دیا اور ایک شخص کو پہاڑ کے اوپر ایک چھجا نما چٹان پر آتے دیکھا۔ اس نمایاں مقام سے اس نے الفاظ کو لمبا کھینچ کر مجھ سے دریافت کیا کہ آیا میں وہی صاحب ہوں جو آدم خور شیر مارنے نینی تال سے آئے ہیں؟ میرے جواب دینے پر کہ ہاں میں وہی ہوں اس نے بتایا کہ نصف النہار کے وقت کھڈ کے اندر سے اس کے مویشی اوپر کی طرف بے تحاشا بھاگتے آئے تھے جب اس نے گنا تو ایک سفید گائے کم تھی۔

اس نے اپنا شبہ ظاہر کیا کہ اس گائے کو انہی شیروں نے ہلاک کیا تھا جن کی اس نے گزشتہ رات آواز سنی تھی اور جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے وہ جگہ میرے بائیں جانب آدھ میل کے فاصلے پر تھی۔ یہ اطلاع فراہم کرنے پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اس کھڈ کو تلاش کرنے روانہ ہوا۔ کھڈ کے کنارے کنارے تھوڑی دور چلا تھا کہ وہ پگڈنڈی دکھائی دی جس پر مویشی بھاگتے ہوئے باڑے کی طرف گئے تھے۔ ان نشانات کی مخالف سمت چل کر اس مقام کا پتہ چلانا آسان ہو گیا جہاں گائے ہلاک کی گئی تھی۔ گائے ہلاک



مرنے کے بعد شیر اس کو کھینچ کر پہاڑ کے دامن والے کھڈ میں لے گئے تھے۔ ان نشانات پر چلتے رہنا مناسب نہیں تھا چنانچہ وادی کے اندر داخل ہو کر لمبا طواف کیا اور اس مقام پر پہنچا جہاں مجھے کھڈ کے دوسری طرف ہلاک شدہ گائے دکھائی دینے کی امید تھی۔ کھڈ کا اس طرف والا حصہ سامنے کے مقابلے میں کم ڈھلوان کا تھا جہاں گائے کو کھینچ کر لے جایا گیا تھا اور کافی ڈنٹھل ہونے کی وجہ سے چھپ کر بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ تھی۔ میں نے کمر برابر ڈنٹھلوں کے اندر ایک ایک قدم نہایت احتیاط سے اٹھا کر اور اتنی خاموشی سے چلنا شروع کیا جیسے سایہ۔ جب میں کھڈ کی زمین سے صرف تیس گز دور رہ گیا تو اپنے سامنے مجھے ایک حرکت محسوس ہوئی۔ سخت جھٹکے کے ساتھ ایک سفید ٹانگ اوپر اٹھتی دکھائی دی اور دوسرے لمحے شیروں کے گرجنے کی آواز سنائی دی۔ شیر اپنا شکار کھانے میں مصروف تھے اور غالباً ان کے درمیان کسی بات پر اختلاف رائے ہو گیا تھا۔

کئی منٹ تک میں بالکل ساکت کھڑا رہا۔ شیر گائے کی ٹانگ کو بھنبھوڑتے رہے لیکن غرانے کی آواز سنائی نہیں دی۔ اب اور زیادہ قریب جانا مناسب نہیں تھا اس لئے کہ اگر شیروں کی نظر سے بچ کر میں نے بقیہ تیس گز کا فاصلہ طے بھی کر لیا اور ان میں سے کسی ایک شیر کو مارنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو بلاشبہ دوسرا شیر مجھ پر حملہ کر دے گا اور جس زمین پر میں کھڑا تھا میری اپنی مدافعت کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ میرے بائیں طرف سامنے اور شیروں سے بھی قریب قریب اتنے ہی فاصلے پر دس یا پندرہ فٹ اونچی ایک ابھری ہوئی چٹان تھی اگر شیروں کی نظر پڑے بغیر میں وہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو شاید ان پر نشانہ لینا آسان ہو۔

گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل گھسٹتا اور اپنی رائفل کو آگے کھسکا کر پتھریلی زمین پر رینگتا ہوا چٹان کے محفوظ حصے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ چند منٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانس لے کر اور اس بات کا اطمینان کرتے ہوئے کہ رائفل بھری ہے اور چلانے کے لئے تیار ہے چٹان کے اوپر چڑھا اور جب آہستہ آہستہ سر اٹھا کر اپنی آنکھیں چٹان کی سطح کے متوازی لایا تو دونوں شیر صاف دکھائی دے رہے تھے۔

ان میں سے ایک شیر تو گائے کا پچھلا حصہ کھانے میں مصروف تھا اور دوسرا اس کے برابر لیٹا اپنے پنجے چاٹ رہا تھا۔ دونوں شیر دیکھنے میں ایک ہی قامت کے تھے لیکن جو شیر اپنے پنجے چاٹ رہا تھا اس کا رنگ کافی ہلکا تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد کہ عمر کے تقاضے کی وجہ سے اس کا رنگ ہلکا پڑ گیا تھا اور وہی آدم خور بھی ہے میں نے نہایت احتیاط سے اس پر نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی لگنے پر شیرنی پہلے تو اوپر اچھلی اور پیٹھ کے بل گری اور شیر چھلانگیں مارتا کھڈ میں غائب ہو گیا۔ دوسرا فائر کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جس شیر کے گولی لگی تھی گرنے کے بعد ہلا تک نہیں۔ پتھر پھینک کر یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ مر چکا ہے اس کے قریب پہنچ کر سخت ناامیدی کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بجائے آدم خور شیرنی مارنے کے میں نے اس کا جوان بچہ مار دیا تھا۔ اس غلطی کا خمیازہ مجھے اگلے بارہ مہینے بھگتنا پڑا۔ اس دوران ضلع کے پندرہ مزید اشخاص کی جانیں ضائع ہو گئیں اور میں بھی مرتے مرتے بچا۔

اس خیال سے میری مایوسی میں کمی ہوئی کہ اس جوان شیرنی نے گو خود کبھی کسی انسان کو ہلاک نہیں کیا تھا لیکن اپنی ماں کی مدد ضرور کرتی تھی۔ میرا یہ شبہ بعد میں صحیح ثابت ہوا، بہرحال چونکہ اس کی پرورش انسانی گوشت پر ہوئی تھی اس لئے اس کا شمار مستقبل کے آدم خور شیروں میں کیا جا سکتا تھا۔

کسی کھلے میدان میں دوسروں کی مدد اور ضروری اوزاروں کے ساتھ شیر کی کھال اتارنا آسان کام ہے، لیکن یہاں صورت مختلف تھی کیونکہ میں تنہا تھا۔



ہر طرف گھنی جھاڑیاں تھیں اور میرے پاس صرف ایک چھوٹا چاقو تھا۔ حالانکہ اس بات کا امکان کم تھا کہ آدم خور حملہ کرے گا۔ کیونکہ شیر عموماً اس سے زیادہ شکار نہیں کرتے جتنی ان کو خواہش ہوتی ہے لیکن میرے دل میں کھٹکا تھا کہ شیرنی واپس آ گئی تھی اور میری تمام حرکات کو بغور دیکھ رہی تھی۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا اور اس دشوار کام کو پورا کرنا مشکل تھا چنانچہ میں نے طے کیا کہ جہاں میں اس وقت تھا اسی جگہ ایک رات اور بسر کروں۔ شیرنی کافی ضعیف ہو چکی تھی اور ایسے ضلع میں اس کی زندگی کا بیشتر حصہ گزرا تھا جہاں باشندوں کے پاس اتنے اسلحہ تھے جتنے ان کا استعمال کرنا چاہتے تھے اور ان کے ذرائع اور وسائل سے بخوبی واقف تھی۔ علاوہ اس کے ان امکانات کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کسی وقت رات کو اپنے مارے ہوئے شکار پر دوبارہ واپس آئے یا طلوع آفتاب تک اسی نواح میں گھومتی رہے۔

رات بسر کرنے کے لئے کسی مناسب درخت کا چناؤ کرنا مشکل تھا اور جس درخت پر میں نے تمام رات گزاری اس سے زیادہ تکلیف دہ بارہ گھنٹے ساری زندگی نہیں گزارے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے شیرنی کے گرجنے کی آواز تمام رات آتی رہی اور جوں جوں رات ڈھلتی گئی اس کے بولنے کی آواز مدھم پڑتی گئی اور پو پھٹنے پر پہاڑ کے عقب میں غائب ہو گئی۔

اندازہ کیجئے کہ دشت نوردی میں بغیر سوئے اور کھائے چونسٹھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ رات کے وقت ایک گھنٹہ بارش ہونے کی وجہ سے میرے کپڑے جسم سے چپک گئے تھے۔ تمام رات ایک ہی پہلو بیٹھنے کی وجہ سے بدن اکڑ گیا تھا۔ پٹھوں میں اینٹھن اور بھوک اور پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا تھا۔ چنانچہ جب ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی میں درخت سے نیچے اترا۔ شیرنی کی کھال اتاری اور اس کو اپنے کوٹ میں لپیٹ کر ڈلکانیا روانہ ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کبھی کسی شیر کی گیلی کھال کا وزن نہیں لیا تھا لیکن جو کھال مع سر اور پنجوں کے اس دن پندرہ میل لے کر چلا شروع میں تو وہ بیس سیر وزنی معلوم ہوئی لیکن میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ سفر کے اختتام تک اس کا وزن ڈھائی من معلوم ہو رہا تھا۔

سلیٹی رنگ کے پتھر کی بنی ہوئی ایک احاطے کی دیوار کے اندر جو ایک درجن مکانوں کے باشندوں کی مشترکہ پنچایت گاہ تھی۔ میرے آدمی کم از کم سو دیہاتیوں کے ساتھ بیٹھے جلسہ کر رہے تھے مکانوں کے درمیان ایک گز چوڑی گلی میں آتے ہوئے کسی دیہاتی کی نظر مجھ پر نہیں پڑی لیکن خون اور کیچڑ میں لت پت نڈھال حالت میں احاطے میں جس گرم جوشی سے میرا استقبال کیا گیا اس کی یاد تاحیات میرے ذہن میں تازہ رہے گی۔

گاؤں سے چالیس گز دور ایک کھیت میں جس میں ڈنٹھل تھے میرا چالیس پاؤنڈ وزنی خیمہ نصب کیا جا چکا تھا اور اس میں داخل ہوتے ہی میرے سوٹ کیس اور گاؤں سے فراہم کئے ہوئے تختوں کی مدد سے بنائی ہوئی ایک عارضی میز پر چائے لا کر رکھی گئی۔ بعد میں دیہاتیوں نے بتایا کہ میرے ملازمین نے جو برسوں سے میرے ساتھ تھے اور اس جیسی متعدد مہموں میں شریک رہے تھے اس خیال کو رد کرتے ہوئے کہ میں شیر کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا چائے کی کیتلی میں آگ پر ابلتا ہوا پانی میری واپسی کے انتظار میں دن اور رات تیار رکھا تھا۔ علاوہ اس کے ڈکانیا اور اس کے قرب و جوار کے مکھیاؤں کو سختی سے منع کیا تھا کہ میرے اتنے عرصے لاپتہ ہونے کی کوئی اطلاع نینی تال یا الموڑا نہ بھیجی جائے۔

ضرورت کے وقت گرم پانی سے غسل کرنا چاہے وہ کھلے میدان ہی میں کیوں نہ ہو اور بغیر اس کا لحاظ کئے کہ کون دیکھ رہا ہے یا کون نہیں دیکھ رہا ہے' ناگزیر تھا' اس لئے کہ میں بے حد تھکا ہوا تھا۔ اس کے بعد پیٹ بھر کر کھانا



کھایا اور سونے والا ہی تھا کہ سخت طوفان کی آمد سے پہلے بادل گرجنا اور بجلی کوندنا شروع ہوئی۔ خیمے نصب کرنے والے کھونٹے جو عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں میدانوں کی کچی مٹی اور تند ہوا کے جھونکوں کے لئے ناکافی ہوتے ہیں۔ اس لئے میرے ملازمین نے فوراً بڑے اور مضبوط کھونٹے فراہم کئے اور خیمے کے رسوں کو ان سے باندھا۔ طوفان ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ اس خیمے نے جب سے میں نے اس کو خریدا تھا' اتنا شدید طوفان برداشت نہیں کیا تھا۔ اتنا شدید طوفان تھا کہ ہوا کے جھونکوں سے کئی رسیاں ٹوٹ گئیں تھیں اور خیمے کی بیرونی پرت کئی جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ سامان بھیگ گیا تھا اور خیمے کے اندر کئی انچ اونچا دریا بہہ رہا تھا لیکن خوش قسمتی سے میرے پلنگ کا اوپری حصہ بھیگنے سے محفوظ رہا۔ دس بجے جب بارش تھمی تو میرے آدمی گاؤں والوں کے فراہم کردہ ایک مکان کے اندر دروازے بند کر کے لیٹ گئے اور میں اپنی رائفل کو اپنے برابر لٹا کر بارہ گھنٹے متواتر سوتا رہا۔

دوسرا دن کپڑے سکھانے اور شیر کی کھال صاف کرنے اور کھونٹوں کی مدد سے اس کی شکن نکالنے میں گزرا۔ جس دوران میں ان کاموں میں مصروف تھا گاؤں والوں نے اس دن اپنے معمول کے کاموں سے چھٹی منائی اور میرے گرد بیٹھ کر شیر کے مارے جانے کی داستان سنتے رہے اور اپنے حالات بیان کرتے رہے۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے ایک یا دو رشتے دار شیرنی نے ہلاک نہ کئے ہوں' اور کافی لوگ ایسے تھے جن کو شیرنی نے زخمی کیا تھا اور خوش قسمتی سے بچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے جسم پر پنجوں کے نشانات دکھائے جو مرنے کے بعد قبر تک ان کے ساتھ جائیں گے۔ میرے اصلی آدم خور شیر کے نہ مارے جانے کا اظہار افسوس کرنے پر ان کا کوئی خاص رد عمل نہیں ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ پہلے صرف ایک آدم خور تھا لیکن گزشتہ چند مہینوں سے جو لوگ جنگلوں میں شیر کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے جسم کے بچے ہوئے حصوں کو لانے گئے تھے ان کو ہر جگہ دو شیر دکھائی دیئے تھے اور ایک عشرہ پہلے ایک ہی جگہ میاں اور بیوی ایک ساتھ ہلاک ہوئے تھے جو اس بات کا ثبوت تھا کہ دونوں شیر مستند آدم خور تھے۔

میرا خیمہ پہاڑ کے سرے پر تھا۔ اس لئے وسیع علاقے کو بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھ سکتا تھا۔ میرے بالکل نیچے نندھور دریا کی وادی تھی اور دریا کے اس طرف والا پہاڑ نو ہزار فٹ کی بلندی تک گیا تھا لیکن اس پر کسی قسم کی کاشت وغیرہ نہیں تھی۔ شام کے وقت کھیت کے ایک سرے پر بیٹھا تھا۔ ایک عمدہ قسم کی دوربین میرے پاس تھی اور حکومت کا فراہم کردہ اس علاقے کا نقشہ میرے برابر رکھا تھا۔ گاؤں والوں نے ان مقامات کی صحیح نشاندہی کی جہاں تین سال کے دوران شیر نے بیس اشخاص کو ہلاک کیا تھا اور یہ علاقہ چالیس مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔

اس علاقے کے جنگل مویشیوں کے چارہ کھانے کے لئے کھلے تھے۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ چراگاہ کی سمت مویشیوں کے چلنے سے بنی ہوئی پگڈنڈیوں پر چار جوان بھینسوں کو باندھا جائے۔

اگلے دس دن تک شیرنی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ صبح جا کر بھینسوں کو دیکھتا اور سرِ شام ان کو باندھ کر آتا۔ دن کا بقیہ حصہ شیر کی تلاش میں جنگلوں میں پھر کر گزارتا۔

گیارھویں دن یہ اطلاع ملنے پر کہ شیر نے میرے خیمے کے عقب والے پہاڑ کے اوپر ایک گائے ہلاک کی میری مایوسی میں کمی پیدا ہوئی۔ لیکن جائے وقوعہ کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ گائے کو ایک بوڑھے تیندوے نے ہلاک کیا تھا۔ جس کے پنجے کے نشانات اکثر مجھے دکھائی دیتے تھے۔ گاؤں والوں نے شکایت کی کہ کئی سال سے یہ تیندوا بڑی تعداد میں ان کی گائے بھینسوں کا نقصان کر رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی گھات میں بیٹھنے کا قصد



کیا۔ جس جگہ گائے ہلاک ہوئی تھی اس کے نزدیک ایک غار تھا جو میرے چھپ کر بیٹھنے کے لئے نہایت مناسب جگہ تھی۔ غار میں بیٹھے مجھے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میں نے وادی کے سامنے والے پہاڑ سے ایک تیندوے کو نیچے اترتے دیکھا جوں ہی میں نے رائفل کی نال اس پر گولی چلانے کے لئے اٹھائی اچانک گاؤں کی طرف سے لوگوں کی مجھے پکارنے کی بے حد مشتعل انداز میں آواز سنائی دی۔

اس فوری طلبی کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً اپنا ہیٹ اٹھایا اور غار کے باہر لپکا۔ میری اس حرکت نے تیندوے کو حیرت میں ڈال دیا۔ پہلے تو وہ زمین پر سینے کے بل لیٹا۔ اس کے بعد غصے میں 'دف' کر کے جس طرف سے آیا تھا چھلانگیں مارتا واپس چلا گیا۔ اور میں ایک ہی رفتار پر بھاگتا کھڈ کے اپنے طرف والے حصے کے اوپر چڑھا۔ چوٹی پر پہنچ کر میں نے بہ آواز بلند گاؤں والوں سے کہا کہ میں آرہا ہوں اور اسی رفتار سے بھاگتا رہا۔

ایک شخص نے جو مجھے اطلاع دینے گاؤں سے لے کر پہاڑ کے اوپر تک بھاگتا آیا تھا ذرا دیر سانس لینے کے بعد مجھے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے گاؤں سے آدھ میل دور شیر نے ایک عورت کو ہلاک کر دیا تھا۔ جب ہم بھاگتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے میری نظر اس چہار دیواری پر پڑی جس کا تذکرہ پہلے کر چکا ہوں۔ اس کے اندر میں نے دیکھا کہ گاؤں والوں کا ہجوم ہے۔ اس مرتبہ بھی اس تنگ گلی میں آتے ہوئے مجھے کسی نے نہیں دیکھا احاطے میں موجود لوگوں کے سروں کے اوپر سے دیکھنے سے میری نظر ایک لڑکی پر پڑی جو ہجوم کے درمیان زمین پر بیٹھی تھی۔

اس لڑکی کے خوبصورت جسم کے اوپر والے حصے کے کپڑے پھٹے تھے۔ سر پشت کی طرف گرائے توازن قائم رکھنے کے لئے ہاتھ زمین پر ٹیکے سکتے کے عالم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں قطعی خاموش بیٹھی لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی اور اس کے چہرے اور گردن سے ٹپکنے والا خون اس کی چھاتی کے درمیان خلا میں موٹی تہہ میں جمع ہو گیا تھا۔

میری موجودگی کا سب کو فوراً احساس ہوا اور لڑکی کے پاس جانے کے لئے ہجوم کے درمیان سے راستہ بنایا گیا۔ جس وقت میں اس کے زخموں کا معائنہ کر رہا تھا درجنوں آدمی ایک ہی وقت میں بتا رہے تھے کہ شیر نے لڑکی پر حملہ ایک کھلے میدان میں کافی لوگوں کی نظر کے سامنے کیا تھا جن میں اس کا خاوند بھی شامل تھا۔ لیکن لوگوں کے شور مچانے پر لڑکی کو اسی جگہ چھوڑ کر شیر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید لڑکی مر چکی ہوگی۔ اس کی خوف زدہ سہیلیاں لڑکی کو وہیں چھوڑ کر مجھے اطلاع دینے گاؤں کی طرف بھاگنے لگیں۔ اسی دوران لڑکی ہوش میں آ گئی اور وہ بھی گاؤں واپس آ گئی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ لڑکی چند منٹ میں ختم ہو جائے گی اور اس کی نعش کو یہ لوگ جائے وقوعہ پر دوبارہ واپس لے جائیں گے تاکہ شیر اس کی جانب متوجہ ہو اور مجھے اس کو مارنے میں آسانی ہو۔

جس دوران مجھے یہ تفصیل بتائی جا رہی تھی لڑکی کی نگاہیں میرے چہرے پر جمی رہیں اور میری ہر حرکت کو بغور دیکھتی رہی جس طرح ایک زخمی جانور خوف اور بے بسی کے عالم میں دیکھتا ہے۔ اس ہجوم کی وجہ سے جگہ تنگ تھی اور میں ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا تھا۔ خاموش رہ کر حوصلہ برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لڑکی کو بآسانی سانس لینے کے لئے صاف اور تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ میں نے اختیار کیا وہ غیر شائستہ تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ گھبراہٹ میں جب تمام اشخاص احاطے کے باہر چلے گئے تو میں نے مستورات کی خدمات حاصل کیں جو ابھی تک پس منظر میں تھیں اور جلد از جلد پانی گرم کرنے اور میں نے اپنی قمیص پھاڑ کر اس کی پٹیاں



بنانے کا کام ان کے سپرد کیا۔ ان میں ایک لڑکی جو بے ہوش ہونے کے قریب تھی اس کو کہیں سے بھی ایک قینچی لے کر آنے کے لئے کہا۔ جتنی دیر میں یہ لڑکی بمشکل تمام گاؤں سے قینچی ڈھونڈ کر لائی گرم پانی اور پٹیاں بھی تیار ہو گئی تھیں۔ یہ قینچی ایک درزی کی تھی جس کا کافی عرصے پہلے انتقال ہو چکا تھا اور اب اس کی بیوی زمین سے آلو کھودنے کے لئے اس کو استعمال کرتی تھی۔ قینچی زنگ آلود تھی اور اس کے سرے ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے۔ چنانچہ وقت ضائع کرنے کی بجائے میں نے لڑکی کے سینے کا جما ہوا خون بالوں میں استعمال کرنے والے تیل سے صاف کیا۔

شیر کے پنجوں سے لڑکی کے دو گہرے زخم آئے تھے۔ ایک تو آنکھوں کے درمیان سے شروع ہو کر کھوپڑی کے اوپر سے گدی پر جا کر ختم ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کی چندیا دو حصوں میں پھٹ گئی تھی اور دوسرا اسی زخم کے قریب ماتھے کے اوپر تھا جو داہنے کان کے پاس جا کر ختم ہوا تھا۔ ان گہرے زخموں کے علاوہ متعدد گہرے زخم اس کی داہنی چھاتی داہنے کندھے اور گردن پر تھے اور ایک گہرا زخم اس کے داہنے ہاتھ کی پشت پر تھا۔ جو غالباً لڑکی کے اپنے سر کو بچانے کی ناکام کوشش کے دوران لگا تھا۔

میرے ایک دوست نے جو ڈاکٹر تھے اور جنہیں ایک مرتبہ میں اپنے ہمراہ شکار میں لے گیا تھا مجھے ایک پیلے رنگ کی دوا دی تھی اور ہمیشہ اپنے ساتھ شکار میں ایسے حادثات میں استعمال کرنے کے لئے ہدایت کی تھی۔ یہ دوا میں ہمیشہ اپنی شکاری جیکٹ کی اندورنی جیب میں رکھتا تھا۔ ایک سال میں دوا کا کچھ حصہ خشک ہو چکا تھا لیکن تہائی حصہ اب بھی باقی تھا۔ گرم پانی سے لڑکی کے سر اور زخموں کو اچھی طرح دھو کر میں نے اس دوا کا آخری قطرہ تک اس کے زخموں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی قمیص سے بنائی ہوئی پٹیوں سے اس کی دو حصوں میں پھٹی ہوئی کھوپڑی کو ایک جا قائم رکھنے کے لئے مضبوطی سے باندھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا اس کے بعد لڑکی کو اٹھا کر اس کے گھر تک لے گیا جو صرف ایک کمرہ تھا اور اسی میں باورچی خانہ وغیرہ تھا۔ عورتیں بھی ہمارے ساتھ اس کے گھر تک آئیں۔ دروازے سے ملحق شہتیری پر ایک ٹوکری میں مجروحہ کا بچہ تھا جو دودھ پینے کے لئے بے چین تھا۔ یہ ایک ایسی پیچیدگی تھی جو میرے اختیار سے باہر تھی چنانچہ اس مسئلہ کا حل میں نے ہمراہ آئی ہوئی عورتوں پر چھوڑا۔ دس دن بعد جس روز میں واپس جا رہا تھا آخری مرتبہ لڑکی کو دیکھنے گیا تو اپنے کمرے میں بیٹھی تھی اور بچہ اس کے زانوں پر لیٹا سو رہا تھا۔

لڑکی کے تمام زخم مندمل ہو چکے تھے سوائے گدی والے گہرے زخم کے جس میں سرخی باقی تھی۔ لڑکی نے اپنے خوبصورت اور بیش قیمت کالے بالوں کی لٹ ہٹا کر مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا کہ اچھا ہوا میری چھوٹی بہن غلطی سے درزی کے گھر سے خراب قینچی مانگ کر لے آئی تھی اس لئے کہ ہمارے ہاں عورت کے بال صرف بیوہ ہونے کی صورت میں کاٹے جاتے ہیں۔ اگر میرے ڈاکٹر دوست کو یہ چند سطور پڑھنے کا اتفاق ہو تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس جوان اور بہادر ماں کی جان ان کی فراہم کردہ پیلی دوا نے بچائی تھی۔

جس دوران میں لڑکی کی مرہم پٹی کر رہا تھا میرے ملازمین ایک بکرا لے آئے۔ لڑکی کے جسم سے ٹپکے ہوئے خون کے نشانات پر واپس چل کر میں اس مقام کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جہاں شیرنی نے حملہ کیا تھا۔ اس کے نزدیک ایک جھاڑی سے بکرے کو باندھا اور قریب تر ایک ٹھٹھرے ہوئے شاہ بلوط کے درخت پر شیر کی گھات میں تمام رات بیٹھنے کے لئے چڑھ گیا۔ جس شاخ پر میں بیٹھا تھا وہ زمین سے صرف چند فٹ اونچی تھی اس لئے نیند آنا تو درکنار پلک تک نہیں جھپکا سکا اس لئے کہ شیرنی ابھی تک بھوکی تھی اور اس کے واپس آنے کے امکانات قوی تھے۔ بہرحال تمام رات نہ تو میں نے اسے دیکھا اور نہ اس کی آواز سنی۔



صبح ہونے پر میں نے اس نواح کی زمین کا معائنہ کیا کیونکہ گزشتہ شام مجھے وقت نہیں ملا تھا دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شیرنی حملہ کرنے کے بعد اوپر آدھ میل گئی تھی جہاں مویشیوں کے چلنے کی ایک پگڈنڈی نندھور دریا کو کاٹ کر گزرتی تھی۔ اس پگڈنڈی پر شیرنی دو میل تک گئی جہاں یہ راستہ ڈلکانیا کے اوپر والے پہاڑ کے جنگل سے جا ملتا تھا۔ اس مقام سے پتھریلی زمین کی وجہ سے شیرنی کے پنجوں کے نشانات کا پتہ نہ چل سکا۔

دو دن تک قرب و جوار کے دیہات کے باشندے آبادی کے اتنے قریب رہے کہ ضروریات سے فارغ ہو سکیں تیسرے دن چار اشخاص میرے پاس یہ اطلاع لے کر آئے کہ آدم خور نے لوہالی میں ایک شخص کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ گاؤں ڈلکانیا کے جنوب میں پانچ میل کے فاصلے پر تھا ان لوگوں نے بتایا کہ محکمہ جنگلات کی سڑک سے تو اس گاؤں کا فاصلہ دس میل تھا لیکن جس راستے سے وہ مجھ کو لے جانا چاہتے تھے صرف پانچ میل تھا۔ میں نے تیاریاں جلد مکمل کیں اور نصف النہار کے تھوڑی دیر بعد ان چار رہبروں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

دو میل کی سخت چڑھائی چڑھنے کے بعد ہم ڈلکانیا کے جنوبی سمت والے پہاڑ کے اوپری حصے پر پہنچے۔ یہاں سے تین میل نیچے وہ علاقہ صاف دکھائی دیتا تھا جہاں آدم خور نے ایک شخص کو ہلاک کیا تھا لیکن یہ چاروں اشخاص اس حادثہ کی تفصیل نہیں بتا سکے کیونکہ وہ ڈلکانیا سے ایک میل دور ایک چھوٹے گاؤں میں رہتے تھے۔ دس بجے ان کو اس واقعے کی اطلاع ملی تھی کہ لوہالی کی ایک عورت کو آدم خور نے ہلاک کر دیا تھا اور فوراً ڈلکانیا جا کر مجھے اس حادثے کی اطلاع دیں۔

پہاڑ کی جس چوٹی پر ہم کھڑے تھے کوئی درخت نہیں تھا۔ تھوڑی دیر سستا کر میں نے سگریٹ پیا میرے رہبروں نے مجھے علاقے کی حدود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتائیں۔ نکلی ہوئی ایک چٹان کے نیچے جہاں ہم آرام کر رہے تھے اس کے قریب ایک ویران جھونپڑی تھی جس کے چاروں طرف خار دار جھاڑیوں کی باڑ تھی۔ اس جھونپڑی کے بارے میں معلوم کرنے پر ان لوگوں نے بتایا کہ چار سال قبل یہ جھونپڑی ایک بھوٹیا نے بنوائی تھی۔ جو سرحد پار کا باشندہ تھا اور موسم سرما میں نمک، گڑ اور دیگر اشیائے خوردنی کے پارسل دامن کوہ کے بازاروں سے ضلع کے اندرونی حصوں میں فروخت کرنے بھیجتا تھا۔ یہ جھونپڑی اس نے اپنے آرام کرنے اور موسم گرما اور بارش کے موسم میں اپنے پالتو بکروں کے کھلا پلا کر تندرست کرنے کے لئے بنائی تھی تاکہ آئندہ آنے والے موسم سرما میں ان سے کام لیا جا سکے۔ چند ہفتوں کے بعد ان بکروں نے پہاڑ سے نیچے اتر کر، مجھ سے گفتگو کرنے والے شخص کی، فصل کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا جب یہ لوگ بھوٹیا کے پاس شکایت کرنے گئے تو جھونپڑی کو خالی پایا اور رات کے وقت ایک خونخوار بکروال کتا جو وہ حفاظت کے لئے ایک رسی سے باندھ کر جھونپڑی کے پاس رکھتا تھا مرا پڑا تھا۔ ان اشخاص کو شبہ ہوا کہ شاید بھوٹی کو قتل کر دیا گیا تھا چنانچہ فوراً گرد و نواح کے دیہاتیوں کو جمع کر کے اس شخص کی تلاش شروع کی گئی۔ بجلی سے جھلسے ہوئے ایک شاہ بلوط کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کا فاصلہ ہم سے چار سو گز تھا ان لوگوں نے بتایا کہ بھوٹی کا سر، ہڈیوں کے ٹکڑے اور مرحوم کے کپڑے اسی درخت کے نیچے ملے تھے۔ چوگڑھ کے آدم خور کا کسی انسان کو ہلاک کرنے والا یہ پہلا واقعہ تھا۔

جس کھڑی چٹان پر ہم بیٹھے تھے اس سے نیچے اترنا ممکن نہیں تھا رہبروں نے بتایا کہ ہمیں پہاڑ کے اوپری حصے پر آدھ میل چلنے کے بعد ایک نہایت کھردرا اور سیدھا ڈھلوان ملے گا جو ہمیں ان کے گاؤں سے گزر کر لوہالی پہنچائے گا۔ جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں سے ان کا بتایا ہوا راستہ دکھائی دیتا تھا۔



پہاڑ کی سطح مستوی پر ہم نے ابھی آدھا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک بغیر کسی خاص وجہ کے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی چیز ہمارا پیچھا کر رہی تھی۔ اپنے ذہن میں اس غیر معمولی احساس پر بحث کرنا بے سود تھا۔ اس نواح میں صرف ایک آدم خور تھا۔ جس نے تین میل دور ایک انسان کو ہلاک کیا تھا اور شیر کا اس کو چھوڑ کر آنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ احساس عود کرتا رہا اور جب ہم ایک چوڑے گھاس کے ٹکڑے پر پہنچے تو میں نے ان چار اشخاص کو وہاں اپنی واپسی تک قطعی خاموش بیٹھنے کی ہدایت کی اور خود اس نواح کا جائزہ لینے روانہ ہو گیا۔ پہلے تو میں اسی جگہ واپس لوٹا جہاں سے ہم جنگل میں داخل ہوئے تھے۔ پھر نہایت محتاط طریقے پر پورے حصے کا طواف کیا اور ان چاروں اشخاص کے پاس واپس آ گیا۔ کسی جانور یا پرند کی بولی سے شیر کی موجودگی کا اظہار نہیں ہوا لیکن ان چاروں اشخاص کی حفاظت کی خاطر میں نے ان سے اپنے آگے چلنے کے لئے کہا۔ اپنا انگوٹھا حفاظتی کیچ پر رکھا اور خاص طور پر اپنی پشت کی طرف نظر رکھتے ہوئے ان کے پیچھے چلتا رہا۔

جب ہم اس چھوٹے گاؤں میں پہنچے تو ان لوگوں نے اجازت چاہی۔ میں ان کی اس خواہش پر بہت خوش ہوا کیونکہ ابھی مجھے خار دار جھاڑیوں کے درمیان سے ایک میل کا فاصلہ اور طے کرنا تھا۔ اپنا تعاقب کئے جانے کا احساس تو کافی دیر پہلے ختم ہو چکا تھا لیکن مجھے اطمینان اس بات کا ہوا کہ بجائے چار آدمیوں کے اب مجھے صرف اپنی جان کی حفاظت کرنا باقی رہ گئی تھی۔ ہموار کھیتوں سے تھوڑا نیچے جہاں سے جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا ایک نہایت صاف شفاف پانی کا چشمہ رواں تھا اور گاؤں کے باشندے اسی چشمے کا پانی استعمال کرتے تھے۔ اس چشمے کے قریب ملائم مٹی میں مجھے شیرنی کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے۔

شیر کے پنجوں کے نشانات اسی گاؤں کی طرف سے آ رہے تھے۔ جہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جارہا تھا اور اس بے چین کرنے والے احساس نے جو پہاڑ کے اوپر پیدا ہوا تھا مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ شیرنی کے مارے ہوئے شکار میں کچھ گڑبڑ ہو گئی ہوگی اور میری کوشش رائیگاں جائے گی۔ جیسے ہی میں جھاڑیوں کے ٹکڑے سے باہر نکلا تو ہالی صاف دکھائی دینے لگا جہاں صرف پانچ یا چھ چھوٹے مکانات تھے ان میں سے ایک مکان کے سامنے لوگ جمع تھے۔

سیدھی ڈھلوان والی کھلی زمین اور ہموار کھیتوں کے درمیان سے آتے ہوئے ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ چند اشخاص نے اس مجمع سے علیحدہ ہو کر میری طرف رخ کیا اور تیز قدم بڑھا کر میرے نزدیک آئے۔ ایک بزرگ شخص میرے قدموں پر ہاتھ لگانے کے لئے جھکا اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مجھ سے اپنی لڑکی کی جان بچانے کی درخواست کی۔ اس کی داستان غم اتنی ہی مختصر تھی جتنا یہ حادثہ تھا۔ ہوا یہ تھا کہ اس کی بیوہ بیٹی جو دنیا میں اس کی واحد عزیزہ تھی کھانا پکانے کے لئے خشک لکڑیاں چننے قریب دس بجے دن باہر گئی تھی۔ وادی کے درمیان سے ایک چھوٹا چشمہ بہتا تھا اور گاؤں سے کچھ فاصلے پر آگے چل کر پہاڑ سیدھا اونچا تھا۔ اس پہاڑ کے نچلے ڈھال پر چند ہموار کھیت تھے۔ سب سے نچلے والے کھیت کے کنارے پر گھر سے کوئی ڈیڑھ سو گز دور لڑکی نے خشک لکڑیاں چننی شروع کیں۔ تھوڑی دیر بعد چند عورتوں نے جو چشمے کے کنارے کپڑے دھو رہی تھیں چیخ کی آواز سنی اور شیر کو مع لڑکی کے خاردار جھاڑیوں میں جن کا سلسلہ چشمے تک جاتا تھا غائب ہوتے دیکھا۔ یہ عورتیں بھاگتی ہوئی گاؤں واپس آئیں اور شور مچا کر سب کو خبردار کیا۔ گاؤں کے باشندوں نے خوف کی وجہ سے خود تو لڑکی کی جان بچانے کی کوشش نہیں کی لیکن شور مچا کر اوپر والے گاؤں کو اطلاع پہنچائی۔ ان لوگوں نے اسی طرح اس سانحہ کی اطلاع اس گاؤں تک پہنچادی جہاں سے چار آدمی مجھے اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے۔ اس خبر کے پہنچانے کے آدھ گھنٹے بعد یہ



عورت گھسٹتی ہوئی خود ہی گاؤں واپس آ گئی۔ دریافت کرنے پر لڑکی نے واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا کہ شیر جس لمحہ زقند بھر کر اس کی طرف حملہ کرنے والا تھا بھاگنے کا تو وقت تھا نہیں اس لئے لڑکی نے سیدھے پہاڑ کے نیچے چھلانگ لگائی اور ابھی نیچے گرنے بھی نہیں پائی تھی کہ معلق حالت میں شیر نے اسے دبوچا اور دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے چلے گئے۔ لڑکی اس دوران بے ہوش ہو گئی اور جب ہوش آیا تو خود کو چشمے کے کنارے پایا۔ چونکہ اس میں شور مچا کر لوگوں کو بلانے کی سکت نہ تھی اس لئے گھسٹتی ہوئی خود ہی گاؤں واپس واپس آ گئی۔

جس دوران یہ سانحہ مجھے سنایا گیا ہم اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ آدمیوں کو پیچھے ہٹا کر کوٹھڑی کے اندر داخل ہوا جس میں صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ لڑکی کے جسم سے خون آلود کپڑے اتارے اور اس کے جسم کی جو دردناک حالت میں نے دیکھی وہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر میں سند یافتہ ڈاکٹر بھی ہوتا اور میرے پاس جدید ترین اوزار اور دوائیاں بھی ہوتیں تب بھی اس غریب کی زندگی بچانا مشکل تھا۔ میرے پاس تو پڑیائیں صرف تھوڑی سی پرمیگنیٹ پٹاش تھی۔ شیر کے پنجوں اور کلبی دانتوں سے جو گہرے زخم اس کے چہرے اور سینے پر آئے تھے وہ اس غیر ہوادار کوٹھڑی اور گرمی کی وجہ سے سڑنا شروع ہو گئے تھے یہ بھی غنیمت تھا کہ غریب بے ہوشی کے عالم میں تھی۔ لڑکی کا باپ میرے ساتھ کوٹھڑی میں آ گیا تھا اور محض اس کی دل جوئی کی خاطر میں نے اپنے دستی رومال اور گہرے پرمیگنیٹ پٹاش کے پانی سے اس کے زخموں سے خون کی موٹی تہہ صاف کی اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا؟

مجھے اپنے کیمپ واپس جانے کے لئے کافی دیر ہو چکی تھی اور رات بسر کرنے کے لئے کسی جگہ کا تلاش کرنا ضروری تھا۔ چشمے سے تھوڑا ہٹ کر اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس مقام سے قریب جہاں عورتیں کپڑے دھورہی تھیں ایک بہت بڑا پیپل کا درخت تھا جس کے چاروں طرف ایک فٹ اونچا سیمنٹ کا چبوترا تھا جو یہاں کے باشندے رسومات ادا کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔

میں نے چبوترے پر جاکر کپڑے اتارے اور چشمے میں جاکر غسل کیا تولیہ تو تھا نہیں ہوا سے بدن خشک کیا۔ دوبارہ کپڑے پہنے۔ درخت سے کمر ٹیکی۔ رائفل کو بغل میں دبایا اور سونے کے لئے تیار ہوگیا۔ رات بسر کرنے کے لئے بلاشبہ یہ جگہ مناسب تو نہیں تھی لیکن گاؤں کی اس تنگ و تاریک کوٹھڑی کے مقابلے میں جس میں صاف ہوا کا گزر نہ تھا اور تعفن تھا، مکھیوں کی بھنبھناہٹ تھی اور زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ایک بد نصیب زخمی عورت پڑی تھی، چبوترے پر سونا بہتر تھا۔

کسی وقت رات میں آہ و زاری کی آواز میرے کان میں آئی جس سے اندازہ ہوا کہ انتہائی تکلیف سے نجات پا کر وہ زخمی عورت ہمیشہ کے لئے رخصت ہوچکی ہوگی۔ صبح جب میں اس گاؤں سے گزرا تو مرحومہ کی تجہیز و تکفین کے انتظامات مکمل ہوچکے تھے۔

ڈلکانیا کی لڑکی اور اس بد نصیب عورت کے المیے کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ بوڑھی شیرنی کے حملہ کرنے کا دارومدار زیادہ تر اپنے جوان بچے پر تھا جو انسانوں پر حملہ کر کے ان کو ہلاک کرتا تھا۔ عام طور پر سو میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو آدم خور شیر کے حملہ کرنے کے بعد زندہ بچ سکتا ہے لیکن اس آدم خور کا جہاں تک تعلق تھا امکانات یہ تھے کہ اس کے ہاتھوں زیادہ تر اشخاص زخمی ہوکر سسک کر مریں گے نہ کہ فوری طور پر۔ چونکہ اس علاقے سے نزدیک ترہسپتال پچاس میل تھا۔ جب میں نینی تال واپس پہنچا تو میں نے حکومت سے درخواست کی کہ جس نواح میں یہ آدم خور سرگرم عمل تھا وہاں تمام مکھیاؤں کو ادویات اور مرہم پٹی کا سامان فوراً مہیا کیا جائے۔



کچھ عرصے بعد جب مجھے اس علاقے میں دوبارہ جانے کا اتفاق ہوا تو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ میری تجویز کے مطابق حکومت نے ادویات فراہم کردی تھیں جس کے نتیجے میں کافی زخمیوں کی جان بچ گئی تھی۔

ڈلکانیا میں ایک ہفتہ مزید قیام کرنے کے بعد میں نے لوگوں کو بتایا کہ میں پیر کی صبح گھر واپس چلا جاؤں گا۔ آدم خور کی عمل داری میں رہتے ہوئے مجھے قریب ایک مہینہ ہوچکا تھا اور بے شمار میلوں کا پیدل سفر کرنے اور متواتر کھلے میدانوں میں سونے کی وجہ سے میری صحت پر برا اثر پڑنے لگا تھا۔ میرے اس اعلان سے ان کے چہروں پر ہیبت اور پریشانی نمایاں تھی لیکن اس یقین دہانی پر کہ میں جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا ان لوگوں نے مجھ سے مزید قیام کرنے پر اصرار نہیں کیا۔

اتوار کی صبح میرے ناشتہ ختم کرنے کے بعد ڈلکانیا کا مکھیا میرے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ میں گھر روانہ ہونے سے پہلے ان کے لئے کچھ شکار مار دوں۔ میں بخوشی ان کی اس خواہش کو پورا کرنے پر آمادہ ہوگیا اور آدھ گھنٹے کے بعد مع چار گاؤں والوں اور ایک ملازم ۲۷۵ء رائفل اور ایک کلپ کارتوسوں کا لے کر نندھور دریا کے اس پار والے پہاڑ کے ڈھلوان حصے کی طرف روانہ ہوگیا جہاں اپنے کیمپ سے میں نے اکثر چھوٹے قسم کے ہرنوں (گڑھل) کو چرتے دیکھا تھا۔

میرے ہمراہ چلنے والے دیہاتیوں میں سے ایک شخص قوی ہیکل تھا لیکن اس کا چہرہ پرانے لگے ہوئے زخموں کی وجہ سے سخت بد نما ہوگیا تھا۔ یہ شخص متواتر مجھ سے ملنے میرے خیمے میں آتا اور باربار آدم خور شیر سے اپنے مقابلے کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ اتنی مرتبہ کہ میں اس پورے واقعہ کو سوتے میں دہرا سکتا تھا۔ یہ حادثہ چار سال پہلے پیش آیا تھا اور مناسب یہ ہوگا کہ اسی کے الفاظ میں اس کو قلمبند کروں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صاحب! کیا آپ پہاڑ کے گھوم پر سبز گھاس کے ڈھلوان حصے پر اپنے بالکل سامنے وہ سامنے چیڑ کا درخت دیکھ رہے ہیں؟ ہاں وہ چیڑ کا درخت جس کے پیچھے مشرق کی طرف ایک سفید چٹان ہے۔ اسی گھاس کے ٹکڑے کے بالائی حصے میں آدم خور نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ یہ گھاس والا ڈھال ایسا سیدھا ہے جیسے دیوار ہوتی ہے اور سوائے پہاڑی باشندوں کے کوئی اور شخص اس پر قدم نہیں جما سکتا۔ میرا بیٹا اس وقت آٹھ سال کا تھا اور اس منحوس دن اسی ٹکڑے پر میں نے گھاس کاٹی تھی اور ہم اس کو بغل میں دبائے درختوں کے ہموار حصے پر لے جا رہے تھے۔

'میں ڈھال کے کنارے جھک کر گھاس کا موٹا پولا باندھ رہا تھا کہ شیر نے اچانک مجھ پر حملہ کر دیا اور اپنے دانت میری داہنی آنکھ کے نیچے' ایک میری ٹھوڑی میں اور دو میری گردن کے پیچھے گھسا دیئے۔ حملہ کرتے وقت شیر نے اتنی زور سے ٹکر ماری کہ میں کمر کے بل پیچھے گرا۔ شیر کا سینہ میرے سینے پر تھا اور اس کا پیٹ میری ٹانگوں کے درمیان۔ گرتے وقت میں نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور خوش قسمتی سے میرے داہنے ہاتھ میں ایک مضبوط پودا آ گیا تھا اس کو پکڑتے وقت میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ میرے پیر تو آزاد ہیں اگر میں ان کو اپنی طرف سمیٹ کر شیر کے پیٹ پر جما لوں اور پوری طاقت سے دھکا دے کر شیر کو نیچے لڑھکا دوں تو بھاگنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔ حالانکہ شیر نے میرے منہ کی داہنی طرف والی تمام ہڈیاں توڑ دیں تھیں اور شدید تکلیف میں مبتلا تھا لیکن میں نے اپنے حواس نہیں کھوئے۔ صاحب وہ میرے شباب کا زمانہ تھا اور اس پورے پہاڑی علاقے میں مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں تھا۔ بغیر شیر کو غصہ دلائے میں نے آہستہ آہستہ اپنے پیروں کو اپنی طرف سکیڑا اور اس کے پیٹ پر جما کر پوری طاقت سے شیر کو اٹھایا اور چونکہ وہ پہاڑ کے کنارے پر تھا میں نے اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ لڑھکنیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھاتا گہرے کھڈ میں جا گرا۔ اگر میں نے پودے کو مضبوط نہ پکڑا ہوتا تو یقیناً میں بھی اس کے ساتھ پہاڑ کے نیچے گر جاتا۔

'میرا بیٹا انتہائی خوفزدہ ہونے کی وجہ سے بھاگ بھی نہیں سکا' چنانچہ میں نے اس کا تہمد لے کر اپنے چہرے پر باندھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتا ہوا گاؤں واپس آ گیا۔ گھر پہنچنے کے بعد میں نے اپنی بیوی سے اپنے تمام دوستوں کو بلانے کے لئے کہا تا کہ مرنے سے پہلے ان کو دیکھ لوں۔ میرے احباب نے جب میری حالت زار دیکھی تو سب نے مجھے فوراً چارپائی پر ڈال کر پچاس میل دور المورڑہ کے اسپتال لے جانے کی پیشکش کی۔ لیکن میں اس پر آمادہ نہیں ہوا اس لئے کہ میری تکلیف کا کچھ ٹھکانہ نہیں تھا اور چونکہ مجھے یقین تھا کہ میرا وقت آ چکا تھا اس لئے میں نے اسی جگہ مرنا پسند کیا جہاں میں پیدا ہوا تھا اور زندگی بسر کی تھی۔ چونکہ میرے سر میں آگ لگی ہوئی تھی اور سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی ان لوگوں نے پانی پلانے کے لئے میرے منہ میں ڈالا لیکن سب پانی میرے جبڑے اور گردن کے سوراخوں سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد کافی عرصے تک میں سخت ذہنی ایذا میں مبتلا رہا اور میرے سر اور گردن میں اس شدت کا درد تھا کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کافی عرصے تک میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا رہا لیکن یہ قدرت کا کرشمہ تھا کہ تمام زخم از خود مندمل ہونے شروع ہوئے اور میں صحت یاب ہو گیا۔'

'صاحب! جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اب میں ضعیف ہو گیا ہوں' بال سفید ہو گئے ہیں اور کمزور ہو گیا ہوں اور اس درجے بد صورت ہو گیا ہوں کہ کوئی شخص میری طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن میرا دشمن ابھی تک انسانوں کو ہلاک کئے جا رہا ہے۔ صاحب! آپ اس غلط فہمی میں مت رہئے گا کہ وہ صرف شیر ہے بلکہ وہ بد روح بھی ہے کیونکہ جب بھی اس کو انسانی گوشت کی خواہش ہوتی ہے وہ شیر کی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن لوگ یہ کہتے ہیں کہ



آپ سادھو ہیں اور اس بد روح سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے تین دن اور تین راتیں جنگل میں تنہا گزاریں اور ساتھ خیریت کے واپس آ گئے۔ یہ سعادت صرف سادھوؤں کو نصیب ہوتی ہے جن کی محافظ نیک ارواح ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کے ملازمین کو یقین تھا کہ آپ بغیر کوئی نقصان اٹھائے صحیح سلامت واپس آ جائیں گے۔

اس قوی ہیکل انسان کے جثے کو دیکھ کر یہ تصور کرنا آسان تھا کہ اپنے شباب کے زمانے میں وہ دیو کی مانند ہو گا اور اس میں بھی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ طاقت میں بھی وہ دیو سے کم نہیں ہو گا اس لئے کہ پیروں سے شیر کو معلق اٹھانا اور اپنے چہرے اور گردن سے اس کے دانتوں کو علیحدہ کر کے جس کی وجہ سے اس کے چہرے کا ایک حصہ ادھڑ کر شیر کے منہ ہی میں رہ گیا تھا گہرے کھڈ میں پھینک دینا ایک غیر معمولی طاقت رکھنے والا انسان ہی کر سکتا تھا۔

اپنے کندھے پر کلہاڑی رکھے جس کا پھل چمکدار اور بینٹا لمبا تھا اسی عمر رسیدہ اور ہیبت ناک انسان نے رہبری کی اور خطرناک سیدھی ڈھلوان والی پگڈنڈی پر لے کر وادی میں نیچے اترا۔ نندھور دریا سے گزر کر ہم ہموار لیکن افتادہ کھیتوں سے گزرے جن میں لوگ آدم خور کے خوف کی وجہ سے کاشت نہیں کر سکتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر ہم نے پہاڑ کے اوپر نہایت دشوار گزار چڑھائی چڑھنی شروع کی۔ جنگلوں اور گھاس میں آڑے ترچھے گزرتے پتھریلے پہاڑ کی چوٹی کی طرف چلتے رہے جس کی اونچائی ایک ہزار فٹ سے زیادہ تھی۔ اسی چوٹی پر گھاس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر میں نے گڑھل کو چرتے دیکھا تھا۔ یہاں پہنچ کر ہم چند سو گز چلنے پائے تھے کہ کھڈ کے اندر سے ان ہی میں سے ایک چھوٹا پہاڑی بکرا باہر نکلا۔ میں نے گولی چلائی اور وہ لڑھکتا ہوا کھڈ کے اندر نظر سے اوجھل ہو گیا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک اور گڑھل جو غالباً سو رہا تھا کھڑا ہوا اور چٹان کے اوپر کی طرف بھاگا۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور اپنی رائفل کی شست دو سو گز پر لگا کر اس انتظار میں رہا کہ وہ کھڑا ہو تب فائر کروں۔ جیسے ہی وہ ایک نکلی ہوئی چٹان پر ہمیں دیکھنے کے لئے کھڑا ہوا میں نے گولی چلائی۔ پہلے تو وہ لڑکھڑایا اس کے بعد آہستہ آہستہ چڑھنا شروع کیا۔ دوسری گولی چلانے پر سیدھا اسی گھاس کے ٹکڑے پر گرا جہاں سے وہ چلا تھا اور لڑھکتا ہوا ہمارے سامنے سو گز کے فاصلے پر قلابازیاں کھاتا' ایک سو پچاس گز نیچے مویشیوں کے چلنے کی پگڈنڈی پر گر کر رک گیا۔

برسوں شکار کھیلنے کے دوران میں نے صرف ایک مرتبہ اور ایسا منظر دیکھا تھا جو چند منٹ بعد پیش آنے والا تھا اور اس مرتبہ غارت گر ایک تیندوا تھا۔

گڑھل ابھی رکا ہی تھا کہ ایک بڑا ریچھ اسی گھاس کے ٹکڑے کے دوسرے سرے سے بھدے انداز میں بھاگتے ہوئے بغیر کہیں ٹھہرے سیدھا مویشیوں والی پگڈنڈی پر آیا۔ مرے ہوئے گڑھل کے پاس پہنچ کر اس کے قریب بیٹھا اور اس کو اپنی گود میں لے لیا اور جوں ہی اس نے گڑھل کو سونگھنا شروع کیا میں نے گولی چلائی۔ شاید میں نے گولی چلانے میں عجلت سے کام لیا یا ممکن ہے کہ کسی وجہ سے گولی کا درمیان میں رخ بدل گیا ہو بجائے سینے میں لگنے کے گولی اس کے پیٹ میں لگی۔ ہم چھ آدمیوں کو جو غور سے دیکھ رہے تھے ایسا محسوس ہوا کہ ریچھ بجائے گولی لگنے کے یہ سمجھا کہ شاید گڑھل نے اپنا سینگ مارا ہے اس لئے کہ پیچھے ہٹ کر اس نے گڑھل کو اچھال کر پھینکا اور غصے میں بڑبڑاتا اسی پگڈنڈی پر بھاگتا آیا۔ جیسے ہی وہ ہمارے نیچے اندازاً سو گز کے فاصلے پر پہنچا میں نے پانچویں اور آخری گولی جو میرے پاس باقی رہ گئی تھی اس پر چلا دی۔ بعد میں اس مقام پر جا کر دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ گولی اس کے گوشت سے پار ہو گئی تھی۔

جو اشخاص میرے ہمراہ تھے وہ تو گڑھل اٹھانے گئے اور میں ریچھ کے زخم



سے نکلتے ہوئے خون کے نشانات دیکھنے نیچے اترا۔ خون دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ریچھ بری طرح زخمی ہوا تھا لیکن پھر بھی خالی رائفل کے ساتھ اس کا تعاقب کرنا خطرناک تھا' کیونکہ ریچھ معمول کی زندگی میں بھی کافی بدمزاج ہوتے ہیں اور زخمی ہونے کے بعد تو ان کے غصے کا کچھ ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اپنے ہمراہیوں کی واپسی پر ہم نے ایک میٹنگ کی۔ ہمارا کیمپ تین میل دور تھا۔ دوپہر کے دو بج چکے تھے اور وہاں جا کر کارتوس لانا اور ریچھ کا کھوج لگا کر اس کو ہلاک کرنے کے بعد اندھیرا ہونے سے پہلے واپس جانا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے اتفاق رائے سے یہ بات طے پائی کہ زخمی ریچھ کا کھوج لگا کر اس کو پتھروں اور کلہاڑیوں کی مدد سے مارا جائے۔

پہاڑ سیدھے ڈھلوان کا تھا اور اس پر کوئی گھاس نہیں تھی اس لئے ہمارا ریچھ سے اونچائی پر رہنا محفوظ بھی تھا اور بغیر کسی شدید حادثے کے اپنے لائحہ عمل میں کامیاب ہونے کے روشن امکانات تھے۔ چنانچہ ہم روانہ ہوئے۔ میں سب سے آگے تھا میرے پیچھے تین اشخاص کندھے پر کلہاڑیاں لے کر چل رہے تھے اور ان کے پیچھے باقی دو اشخاص جن کی پیٹھ پر مارے ہوئے گڑھل بندھے تھے۔ اس مقام پر پہنچے کے بعد جہاں ریچھ کے دوسری گولی ماری تھی' یہ بات حوصلہ افزا پائی کہ وہاں خون کا کافی ڈھیر موجود تھا۔ دو سو گز مزید چلنے کے بعد خون کے نشانات گہرے کھڈ کی طرف جاتے دکھائی دیئے۔ یہاں سے ہم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ دو آدمی جن کے پاس کلہاڑیاں تھیں ایک طرف ہو گئے اور دو آدمی جو پیٹھ پر گڑھل باندھ کر چل رہے تھے اور ایک کلہاڑی والا ایک طرف ہو گئے اور میں سب کے پیچھے تھا۔ میرے اشارہ دینے پر پہاڑ کے نیچے اترنا شروع کیا۔ کھڈ کے مسطح حصہ پر اور ہم سے پچاس فٹ نیچے ایک گھنے بانسوں کا ٹکڑا تھا جب ہم نے اس ٹکڑے پر پتھر پھینکا تو غضبناک چیخ مار کر ریچھ اٹھا اور یہ چھ اشخاص سر پر پیر رکھ کر پہاڑ پر چڑھنے کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔ میں تو اس قسم کی ورزش کا عادی تھا نہیں، عجیب شش و پنج میں پڑ گیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اطمینان ہوا کہ ریچھ ہمارا پیچھا نہیں کر رہا تھا اور وہ اتنی ہی تیزی سے ڈھال کے نیچے جا رہا تھا جتنا ہم پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو واپس بلایا۔ اپنا رخ ریچھ کی طرف موڑا اور تیز بھاگ کر ہم ریچھ کے نزدیک پہنچ گئے فوراً کلہاڑی چلانے والے ماہرین نے کس کر دو تین ہاتھ ریچھ کے رسید کر دیئے۔ ریچھ بھاگتا رہا اور یہ لوگ مارے خوشی کے پوری آواز سے چیخ کر اس کا پیچھا کرتے رہے۔ ریچھ بھیانک آوازیں نکال کر اپنے غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ اسی جنگ کے دوران ایک اندھا موڑ آیا اور احتیاط سے چلنے کی وجہ سے ریچھ نظر سے غائب ہو گیا۔ خون کے نشانات سے ریچھ کا کھوج لگانا آسان تھا لیکن کھڈ کے اس حصے میں بہت بڑے پتھر تھے جہاں ریچھ کے موجود ہونے کا امکان تھا۔ میرے ساتھی تھک کر بیٹھ گئے اور ہم نے کھڈ کے دونوں طرف کا بغور جائزہ لیا۔ اس کے بعد جب یہ لوگ آگے بڑھ کر چٹان کے نیچے جھک کر ریچھ کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے میں داہنی طرف والی ایک چٹان پر گیا جو کھڈ کی طرف دو سو فٹ گہری اور سیدھی ڈھلوان پر تھی۔ چٹان کے کنارے جا کر ایک چھوٹے درخت کو مضبوط پکڑ کر میں نے نیچے جھانک کر دیکھا تو ریچھ چٹان کے نکڑ پر اور مجھ سے چالیس فٹ نیچے لیٹا دکھائی دیا۔ پیچھے واپس آ کر میں نے ایک پندرہ سیر وزنی پتھر اٹھایا اور دوبارہ کنارے پر آ کر نہایت محتاط طریقے پر اس کو دونوں ہاتھوں کی مدد سے سر سے اونچا اٹھا کر اندازے سے ریچھ کے اوپر پھینکا۔ پتھر ریچھ کے سر کے بہت قریب چٹان کے کنارے سے ٹکرایا۔ ریچھ پیروں پر کھڑا ہو کر نظر سے غائب ہو گیا اور ایک منٹ کے بعد سامنے والے پہاڑ کے کنارے پر دکھائی دیا اور ہم نے اس کا تعاقب کرنے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ اس نواح کی زمین پر رکاوٹیں بہت کم تھیں اس لئے



ہم چاروں کو ایک ہی رفتار پر بھاگ کر اس کا پیچھا کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور ہم نے ایک میل سے زیادہ پوری رفتار سے بھاگ کر اس کا تعاقب کیا۔ جہاں جنگل کا سلسلہ ختم ہوا وہاں سوکھے کھیتوں کی ابتدا ہوئی اور ان کھیتوں میں بارش کے پانی کے بہاؤ کی وجہ سے متعدد نالے بن گئے تھے۔ ان ہی نالوں میں سے ایک میں ریچھ چھپ کر بیٹھ گیا تھا۔

بگڑے چہرے والا ساتھی جس کے پاس کلہاڑی بھی اچھی تھی ریچھ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہ بے جھجک مگر احتیاط سے اس کے قریب گیا اور اپنی چمکدار پھل والی کلہاڑی اٹھا کر بھرپور ہاتھ ریچھ کے سر پر مارا جس کا نتیجہ غیر متوقع اور خطرناک نکلا۔ کلہاڑی کا پھل اس کی کھوپڑی سے ٹکرا کر ربڑ پر ضرب کی طرح پلٹ آیا اور ریچھ طیش میں آ کر اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ خوش قسمتی سے ریچھ نے ہمارا پیچھا نہیں کیا کیونکہ ہم سب بکھرے ہوئے بھاگ رہے تھے اور بھاگنے میں ٹکرا بھی جاتے تھے۔

یہ کھلی جگہ ریچھ کے موافق نہ تھی۔ وہ نالے میں تھوڑی دور چل کر پھر آڑ میں ہو گیا۔ کلہاڑی چلانے کی اب میری باری تھی۔ ایک مرتبہ کلہاڑی لگنے کی وجہ سے ریچھ مجھے اپنے نزدیک نہیں آنے دے رہا تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد میں اس کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ اوائل عمری میں میری خواہش تھی کہ کینیڈا جا کر لکڑی چیرنے کا کام سیکھوں اور میں نے کلہاڑی سے لکڑی چیرنے میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ ماچس کی تیلی کے دو ٹکڑے کر سکتا تھا۔ کلہاڑی کے مالک کی طرح مجھے یہ فکر تو تھی نہیں کہ پتھروں سے ٹکرا کر اس کی چمک دمک خراب ہو جائے گی۔ جوں ہی مجھے موقع ملا میں نے ایک ہی ہاتھ میں ریچھ کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

پہاڑوں میں ہمالیہ کے ریچھوں کی کھال بیش بہا چیز سمجھی جاتی ہے۔ کلہاڑی کا مالک پھولا نہ سمایا جب میں نے اس سے کہا کہ ریچھ کی کھال اور گڑھل کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گوشت میں دوگنا حصہ وہ لے سکتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو تو وہیں چھوڑا کیونکہ گاؤں سے اور لوگ آکر تعداد میں اضافہ کرتے رہے تھے اور میں پہاڑ پر چڑھ کر گاؤں پہنچا اور جیسے پہلے تحریر کر چکا ہوں آخری مرتبہ مجروح لڑکی کو دیکھنے گیا۔ تمام دن پھرنے کی وجہ سے مجھے بے حد تکان ہو گئی تھی اور اگر اس رات اتفاقاً آدم خور میری طرف آجاتا تو غافل سوتا ہوا پکڑ لیتا۔

ڈلکانیا آتے وقت جس راستے پر میں آیا تھا اس پر کافی لمبی اور اونچی چڑھائیاں تھیں جن پر درختوں کا نام و نشان تک نہیں تھا اور جب میں نے ان تکالیف کا ذکر گاؤں والوں سے کیا تو ان کی رائے ہوئی کہ میں واپسی کے لئے ہیراخان کا راستہ اختیار کروں۔ اس راستے پر جانے کے لئے گاؤں کے اوپر والے پہاڑ کی صرف ایک چڑھائی چڑھنی پڑتی اور اس کے بعد رانی باغ تک ڈھال ہی ڈھال تھا رانی باغ سے میں بذریعہ موٹر نینی تال جا سکتا تھا۔

اپنے آدمیوں کو تو میں نے رات ہی کو علی الصباح روانگی کے لئے تیار ہونے کی ہدایت دے دی تھی۔ طلوع آفتاب سے پہلے ان سے تو میں نے تیار ہو کر اپنے پیچھے آنے کے لئے کہا اور خود دو میل اونچی چڑھائی چڑھنے روانہ ہو گیا۔ خدا حافظ کہتے وقت ڈلکانیا کے باشندے آب دیدہ ہو گئے۔ یہ پگڈنڈی وہ نہیں تھی جس پر چل کر میں اور میرے ملازمین ڈلکانیا آئے تھے بلکہ یہ وہ راستہ تھا جو دیہات کے باشندے پہاڑوں کے دامن والے بازاروں میں آمد و رفت کے لئے استعمال کرتے تھے۔

یہ پگڈنڈی گہرے کھڈوں شیشم کے جنگلوں اور گھنی جھاڑیوں کے درمیان سے ہو کر گزرتی تھی۔ ایک ہفتے سے شیرنی کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ اس کی غیر حاضری اور اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے مجھے اور بھی زیادہ محتاط ہونا پڑا اور کیمپ سے روانگی کے ایک گھنٹے بعد بغیر کسی حادثے کے میں پہاڑ کے اوپر ایک کھلے ٹکڑے میں داخل ہوا جو محکمہ



جنگلات کی بنائی سڑک کے نزدیک تھا۔

جنگل کے درمیان یہ کھلا میدان ناشپاتی کی شکل کا تھا جو اندازاً سو گز لمبا اور پچاس گز چوڑا ہو گا اور اس کے درمیان بارش کے گندے پانی سے بھرا ایک کنڈ تھا جس میں سانبھر اور مختلف جانور پانی پیتے اور لوٹتے تھے۔ اس کے گرد نشانات دیکھ کر محض تجسس کی خاطر میں نے اس راستے کو چھوڑ دیا جو کھلے ٹکڑے کے کنارے کنارے گھومتا تھا اور ایک چھجے نما چٹان کے نیچے سے گزر کر سڑک سے جا ملتا تھا۔ جیسے ہی میں کنڈ کے نزدیک پہنچا گیلی مٹی میں مجھے شیرنی کے پنجے کے نشانات دکھائی دیئے۔ شیرنی کے یہاں آنے کی سمت وہی تھی جس طرف سے میں آیا تھا۔ بظاہر میرے آنے سے وہ پریشان ہو گئی اور کنڈ کے درمیان سے گزر کر اس ٹکڑے کی داہنی جانب والی گھنی جھاڑیوں اور درختوں کے اندر چلی گئی تھی۔ سنہری موقع ہاتھ سے نکل گیا ورنہ اگر میں اپنے سامنے بھی اتنا ہی غور سے دیکھ کر چلتا جتنا اپنی پشت کی جانب تو میں شیرنی سے پہلے اس کو دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال یہ موقع ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود امکانات اب میری موافقت میں تھے۔

شیرنی نے مجھے دیکھ لیا تھا ورنہ کنڈ کے درمیان سے گزر کر پناہ لینے کی عجلت نہ کرتی جیسا کہ اس کے پنجوں کے نشانات سے ظاہر ہو رہا تھا اس نے نہ صرف مجھے دیکھ لیا تھا بلکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میں تنہا تھا اور کہیں چھپ کر دیکھ رہی ہو گی کہ میں بھی اسی کی طرح پانی پینے جا رہا تھا اس وقت تک میری حرکات معمول کے مطابق تھیں اور اگر اس کو اس بات کا شبہ نہ ہونے دیا جاتا کہ مجھے اس کی موجودگی کا احساس تھا تو شاید مجھے دوبارہ گولی چلانے کا موقع مل سکتا تھا۔ نیچے جھک کر اپنے ہیٹ کی کناری سے غور سے دیکھتے ہوئے کئی مرتبہ کھانسا اور پانی اچھالا اور آہستہ آہستہ چل کر راستے میں خشک لکڑیاں جمع کر تا چٹان کے دامن تک پہنچا یہاں پہنچ کر میں نے آگ جلائی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چٹان سے کمر ٹکا کر سگریٹ پینے بیٹھ گیا۔ جب تک میں نے سگریٹ ختم کیا آگ بھی بجھ گئی تھی۔ اس کے بعد رائفل کو اپنے نزدیک لٹا کر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی تو لبلبی پر رکھی اور بائیں ہاتھ کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

میری پشت کی طرف چٹان اتنی سیدھی تھی کہ کسی جانور کے پیر اس پر جم نہیں سکتے تھے اس لئے مجھے صرف اپنے سامنے کے حصے کی حفاظت کرنی تھی اور اس وجہ سے بھی محفوظ تھا کہ میرے سامنے بیس گز نہ تو گھنی جھاڑیاں تھیں اور نہ کسی اور قسم کی رکاوٹ تھی۔ اس دوران نہ تو میں نے کوئی آواز سنی اور نہ کوئی چیز دکھائی دی۔ لیکن مجھے اس بات کا یقین تھا کہ شیرنی مجھے دیکھ رہی تھی۔ حالانکہ میں نے اپنے ہیٹ کا اگلا حصہ کافی نیچے کیا ہوا تھا لیکن اس کا حاشیہ میرے دیکھنے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے سامنے کی زمین کے چپّے چپّے کا بغور جائزہ لیا۔ نہ تو ہوا چل رہی تھی اور نہ پتوں اور گھاس میں کوئی حرکت ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے آدمیوں کو چلتے وقت تاکید کی تھی کہ کیمپ سے روانہ ہوتے ہی بآوازِ بلند گانا شروع کر دیں اور جب تک وہ میرے ساتھ شامل نہ ہو جائیں اکٹھا ہو کر چلیں۔ ایک یا ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے وہ یہ فاصلہ طے نہیں کر سکتے تھے اور گمان یہ تھا کہ اس اثنا میں شیرنی یا تو جھاڑیوں سے نکل کر گھات لگائے گی یا حملہ کر دے گی۔

زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جب وقت دیر سے گزرتا ہے اور بعض اوقات پلک جھپکنے میں گزر جاتا ہے۔ میرا بایاں ہاتھ جس پر میں سر رکھے لیٹا تھا قطعی سن ہو چکا تھا۔ اتنا کہ اگر اس میں سوئی چبھوئی جاتی تو احساس نہ ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوا لیکن وادی کے اندر سے میرے آدمیوں کے گانے کی آوازیں توقع سے پہلے آنے لگیں۔ جتنا وہ قریب آتے گئے آوازوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور تھوڑی دیر میں نیچے والی پگڈنڈیوں کے گھوم پر وہ لوگ مجھے دکھائی دینے



لگے۔ غالباً اسی موڑ پر شیرنی نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور پانی پینے کے بعد غائب ہو گئی تھی اس مہم کا دوسرا سنہری موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر میرے آدمیوں نے آرام کیا اس کے بعد پہاڑ پر چڑھ کر سڑک تک پہنچے اور ہیرا خان کے محکمہ جنگلات کے ڈاک بنگلے پہنچنے کے لئے بیس میل کا سفر شروع کیا۔ چند سو گز کھلے میدان میں چلنے کے بعد ہم گھنے جنگل میں داخل ہوئے۔ احتیاط کے طور پر میں نے اپنے آدمیوں کو اپنے سامنے چلنے کے لئے کہا اور میں ان کے پیچھے رہا ہم دو میل چلنے پائے تھے کہ پہاڑ کے گھوم پر میں نے ایک شخص کو سڑک پر بیٹھے دیکھا جو مویشی چرا رہا تھا۔ ناشتہ کرنے کا وقت ہو چکا تھا۔ رک کر میں نے اس سے دریافت کیا کہ پانی کہاں مل سکتا ہے۔ اپنے سامنے پہاڑ کے ڈھال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ نیچے ایک چشمہ ہے۔ اس کے قریب اس کا گاؤں بھی ہے اور تمام باشندے اسی چشمے کا پانی استعمال کرتے ہیں۔ نیچے جا کر پانی لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تھوڑی دور چل کر لب سڑک ہی پانی دستیاب تھا۔

اس شخص کا گاؤں وادی کے بالائی حصے پر تھا جہاں ایک ہفتہ قبل شیر نے ایک عورت ہلاک کی تھی۔ اس نے کہا کہ اس حادثے کے بعد شیر کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس کے خیال میں شیر سرحد پار کر کے ضلع کے باہر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے اس کو مشورہ دیا کہ اپنے مویشیوں کو ہنکا کر واپس گاؤں چلا جائے کیونکہ ہم نے تھوڑی دیر پہلے شیر کے پنجوں کے تازہ نشانات دیکھے تھے۔ اس کے پاس دس بھینسیں تھیں جو سڑک کے کنارے چر رہی تھیں۔ وہ کہنے لگا کہ جوں ہی وہ گھاس چرتی اس کے قریب آ جائیں گی' گاؤں واپس چلا جائے گا چنانچہ میں نے اس کو ایک سگریٹ دیتے ہوئے ایک مرتبہ اور تنبیہہ کی اور ہم روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس شخص کا کیا حشر ہوا وہ چند ماہ بعد میرے اسی گاؤں میں واپس آنے پر گاؤں کے باشندوں نے مجھے بتایا۔

اس دن شام جب یہ شخص واپس پہنچا تو گاؤں والوں سے مجھ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور جو تنبیہہ میں نے کی تھی اس کا بھی تذکرہ کیا۔ کہنے لگا کہ جب صاحب پہاڑ کے گھوم پر پہنچے تو میں نے ان کا دیا ہوا سگریٹ جلایا۔ ہوا تیز چل رہی تھی اور ماچس کی تیلی کے بجھنے کا احتمال تھا اس لئے میں آگے کی طرف جھکا اور ابھی سیدھا نہیں ہوا تھا کہ کسی چیز نے میرا داہنا کندھا پکڑ کر پیچھے کھینچا۔ پہلے تو میں نے صاحب اور ان کے ساتھیوں سے امداد طلب کرنے کی کوشش کی لیکن ان تک آواز نہ پہنچ سکی۔ لیکن میرے مویشیوں نے میری چیخ پکار اور شیر کے غرانے کی آواز سن کر شیر پر دھاوا بول دیا اور اس کو بھگا دیا لیکن شیر نے میرا کندھا اور بازو توڑ دیا تھا۔ بہت مشکل سے وہ اپنی بہادر بھینسوں میں سے ایک کی پیٹھ پر بیٹھ کر باقی بھینسوں کے ساتھ گاؤں واپس پہنچا۔ گاؤں والوں نے جیسے بھی ہو سکا اس کے زخموں پر پٹیاں باندھیں اور چار پائی پر ڈال کر راستے میں بغیر آرام کئے تیس میل دور ہلدوانی کے اسپتال پہنچے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس غریب نے دم توڑ دیا۔

ملک الموت جب روح قبض کرنے آتا ہے تو زندگی کا ایک کچا دھاگہ اگر اس کے چنگل سے نکل جاتا ہے تو دوسرا دھاگہ کاٹ دیتا ہے۔ لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ پہلی مرتبہ وہ کامیاب کیوں نہ ہو سکا۔ اس کو ہم صرف قسمت کہہ سکتے ہیں یا کوئی اور نام دے سکتے ہیں۔

میں نے ایک مہینے تک کھلے میدان میں آبادی سے سو گز دور قیام کیا تھا اور صبح سے شام تک شیر کے کھوج میں دشت نوردی کرتے گزر جاتا تھا۔ کبھی عورت کا بھیس بدل کر اور بسا اوقات دیہاتیوں کا لباس پہن کر ان مقامات پر گھاس کاٹنے بیٹھ جاتا جہاں کسی اور شخص کی جرات نہیں ہو سکتی



تھی۔ اس دوران یقیناً آدم خور نے بہت سے مواقع مجھے لقمہ اجل بنانے کے کھو دیئے ہوں گے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ اس بدقسمت شخص کا آمنا سامنا آدم خور سے ہوا اور ہلاک ہو گیا۔

☆ ☆

اگلی فروری میں دوبارہ ڈلکانیا واپس آیا۔ گزشتہ موسم گرما اور میرے دوبارہ واپس آنے کے دوران ایک وسیع علاقے میں متعدد اشخاص آدم خور کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے اور بے شمار زخمی ہو گئے تھے لیکن چونکہ اس کی نقل و حرکت کسی محدود حلقے میں نہیں تھی اس لئے ہر جگہ اس کے مارے جانے کا احتمال زیادہ روشن معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ اپنا مرکز ایسی جگہ بناؤں جس کے گرد و نواح کے جغرافیے سے اچھی طرح واقفیت ہو چکی تھی۔

میرے ڈلکانیا پہنچنے پر اطلاع ملی کہ جس پہاڑ پر ہم نے پہلے ایک ریچھ مارا تھا۔ شیر نے گزشتہ شام ایک گائے ہلاک کی تھی۔ جو اشخاص مویشی چرا رہے تھے ان کو یقین تھا کہ یہ گائے آدم خور ہی نے ماری تھی۔ مردہ گائے ایک بنجر کھیت کے کنارے جھاڑیوں میں پڑی تھی اور جس مقام پر میرا خیمہ نصب کیا جا رہا تھا صاف دکھائی دے رہی تھی اور گدھ اس کے اوپر پرواز کر رہے تھے۔ دوربین لگا کر دیکھا تو گائے کے بائیں طرف ایک درخت پر کافی گدھ بیٹھے دکھائی دیئے۔ چونکہ گائے کھلے میدان میں پڑی تھی اور گدھ اس وقت نیچے نہیں اترے تھے اس لئے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

(ا) گائے تیندوے نے ہلاک کی تھی۔

(ب) اور تیندوا شاید اس کے قرب و جوار ہی میں لیٹا ہو گا۔

جس زمین پر یہ گائے پڑی تھی۔ اس کے آگے بالکل سیدھا ڈھلوان تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور گھنی جھاڑیاں تھیں اس لئے وہ راستہ اختیار کرنا نامناسب تھا۔
داہنی طرف بھی ڈھال تھا اور اس پر گھاس تھی لیکن اتنا کھلا حصہ تھا کہ بغیر دکھائی دیئے میرا وہاں پہنچنا مشکل تھا۔ اس طرف گہرا اور گھنے درختوں والا کھڈ تھا جو پہاڑ کے کنارے سے شروع ہوکر مردہ گائے کے قریب سے گزرتا نیچے نندھور دریا تک چلا جاتا تھا۔ جس درخت پر گدھ بیٹھے تھے وہ کھڈ کے کنارے تھا۔ میں نے اسی راستے پر جانے کا فیصلہ کیا۔ جس دوران میں دیہاتیوں کے ساتھ جو اس سرزمین کے چپے چپے سے واقف تھے چھپ کر جانے کے لائحہ عمل پر گفتگو کر رہا تھا میرے آدمیوں نے میرے لئے چائے تیار کرلی تھی۔ زوال کا وقت شروع ہوچکا تھا اور اگر بہت عجلت سے بھی کام لیا جاتا تو مجھے صرف اتنا وقت ملتا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے شیر کی ہلاک کی ہوئی گائے کو دیکھ کر واپس آسکوں۔

روانہ ہونے سے قبل میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی تھی کہ رائفل چلنے کی آواز سننے پر اگر مجھے گائے کے نزدیک کھلے میدان میں کھڑا دیکھیں تو تین چار اشخاص کیمپ سے زمین کے کھلے حصوں پر چل کر فوراً میرے پاس پہنچیں۔ اگر میرے گولی چلانے کی آواز سنائی نہ دے اور صبح تک کیمپ واپس نہ پہنچوں تو میری تلاش میں پارٹی روانہ کی جائے۔

کھڈ کے اندر رس بھری کی بے شمار جھاڑیاں تھیں اور بڑی بڑی چٹانیں اور چونکہ ہوا پہاڑ سے نیچے کی طرف چل رہی تھی اس لئے میری رفتار ہلکی تھی۔ کافی مشکل چڑھائی چڑھ کر میں اس درخت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جس پر گدھ بیٹھے تھے لیکن اس مقام سے مری ہوئی گائے دکھائی نہیں دے رہی تھی جو بنجر کھیت میری دوربین سے سیدھا دکھائی دیا تھا وہ دراصل ہلال کی شکل کا تھا۔ درمیان میں اس کی چوڑائی دس گز ہوگی اور دونوں پتلے سرے آپس میں ملے ہوئے تھے۔ اس کے بیرونی حصے میں گھنی جھاڑیاں تھیں اور اندرونی



حصہ سیدھے ڈھلوان پر گرا ہوا تھا۔ جہاں میں کھڑا تھا اس کھیت کا صرف دوتہائی حصہ مجھے دکھائی دے رہا تھا اور بقیہ حصے کو دیکھنے کے لئے جہاں مردہ گائے پڑی تھی ضروری تھا کہ یا تو میں لمبا طواف کر کے دوسرے سرے سے قریب پہنچنے کی کوشش کروں یا اس درخت پر چڑھ کر دیکھوں جس پر گدھ بیٹھے تھے۔ میں نے دوسرے امکان پر عمل کرنے کا سوچا۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا گائے کا درخت سے بیس گز کا فاصلہ ہوگا اور مجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب جس جانور نے گائے ہلاک کی تھی اس کو بغیر چوکنا کئے درخت پر چڑھنا بازی گری سے کم نہ تھا اور اگر درخت پر گدھ نہ بیٹھے ہوتے تو کوشش بھی کرنا بے سود تھا۔ گدھوں کی تعداد اب بیس ہوگئی تھی۔ ان میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ چونکہ درخت کی چوٹی پر گنجائش محدود تھی اس لئے پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور لڑنے کے شور میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ درخت پہاڑ سے باہر کی طرف جھکا تھا اور اسی کا ایک گُدّا کھڈ کی طرف زمین سے دس فٹ اونچا نکلا ہوا تھا۔ میری اس مہم میں رائفل حائل ہو رہی تھی لیکن میں اس انتظار میں رہا کہ گدھوں کی لڑائی پھر شروع ہو تو موقع سے فائدہ اٹھاؤں۔ چنانچہ جیسے ہی دوبارہ لڑائی شروع ہوئی میں بہت محتاط طریقے پر اس گدے پر چڑھا کیونکہ اس پر توازن قائم رکھنا مشکل تھا اور اگر پھسل جاتا تو سو گز نیچے چٹان پر جا کر گرتا۔ رفتہ رفتہ غلیل سے مشابہ دو شاخوں کے جوڑ پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

ہلاک شدہ گائے اب بالکل میرے سامنے تھی اور اس کے گوشت کا کچھ حصہ کھایا جاچکا تھا۔ مجھے بیٹھے دس منٹ ہوئے تھے لیکن جس شاخ پر میں بیٹھا تھا سخت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ دو گدھ جو اوپر چکر کاٹ رہے تھے اور ان کو بغیر لڑائی جھگڑے کے درخت پر جگہ ملنا غیر یقینی تھا گائے کے نزدیک ایک کھیت میں اتر گئے ابھی وہ ٹھیک طرح سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ دوبارہ پرواز کر گئے اور اسی وقت گائے کی میری طرف والی جھاڑیوں میں جنبش ہوئی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک خوبصورت نر تیندوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

جن لوگوں کو معمول کے حالات اور قدرتی ماحول میں تیندوا دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو ان کو اندازہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی چال کتنی شاہانہ اور بدن کے نقش و نگار کتنے حسین ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے جنگلوں میں پائے جانے والے جانوروں میں اس سے زیادہ سجیلا کوئی اور جانور نہیں ہوتا اور اس کی عظمت صرف ظاہری علامات تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کی طاقت بھی کسی جانور سے کم نہیں ہوتی اور بے پناہ ہمت کا مالک ہوتا ہے۔ اس کا کیڑے مکوڑوں سے مقابلہ کرنا تو سراسر زیادتی ہو گی جیسا کہ عام طور پر ہندوستان میں کیا جاتا ہے اور یہ بات صرف وہی اشخاص کر سکتے ہیں جن کی معلومات چڑیا گھر کے اسیری کی زندگی بسر کرنے والے مریل خارش زدہ تیندوے تک محدود ہوتی ہے۔

باوجود اس کے کہ انتہائی خوبصورت چیز میرے سامنے کھڑی تھی لیکن اس کا وقت آ چکا تھا کیونکہ اس نے مویشیوں کو اپنی غذا بنانا شروع کر دیا تھا اور جب میں گزشتہ مرتبہ ڈلکانیا آیا تھا تو میں نے ڈلکانیا اور اس کے قرب و جوار کے دیہات کے باشندوں سے اس چھوٹے دشمن سے نجات دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وقت آن پہنچا تھا اور میرا خیال ہے کہ جس گولی سے وہ ہلاک ہوا اس کی آواز تک نہیں سنی ہو گی۔

بہت سے ناقابل فہم واقعات جو انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں ان میں سب سے زیادہ عجیب کسی فرد یا ایک ہی خاندان کے افراد کے اوپر پے در پے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹنا ہے۔ اس شخص کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے جس کی مردہ گائے کے قریب بیٹھ کر میں نے تیندوا مارا تھا۔ اس لڑکے کی عمر آٹھ سال تھی اور والدین کا اکلوتا تھا۔ دو سال پہلے اس کی ماں کو گائے کے لئے چارا کاٹتے ہوئے آدم خور نے ہلاک کر دیا تھا اور اس کی ہڈیاں تک باقی



نہیں چھوڑی تھیں اور ایک سال بعد اس کے باپ کا بھی یہی حشر ہوا۔ والدین کا چھوڑا ہوا کل اثاثہ چند برتن تھے جو باپ کے چھوڑے ہوئے قرض کے ادا کرنے میں صرف ہو گئے اور اس معصوم نے صرف ایک گائے کے مالک کی حیثیت سے زندگی کا از سر نو آغاز کیا۔ دیہات کے دو یا تین سو مویشیوں میں سے تیندوے نے اسی گائے کو اپنا نشانہ بنا کر ہلاک کر ڈالا اور گزر اوقات کا واحد ذریعہ بھی ختم ہو گیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس شکستہ دل معصوم کی دل جوئی کی خاطر میں نے جو ایک خوبصورت لال گائے اس کو خرید کر دی تھی ہرگز اس کی تشفی کا باعث نہیں ہوئی ہو گی کیونکہ اوائل عمری سے اس کی زندگی کی ساتھی وہی سفید گائے تھی اور اسی سے تمام یادیں وابستہ تھیں۔

پچھلی مرتبہ ڈلکانیا سے روانگی کے وقت جس شخص کے پاس میں نے جوان بھینسیں چھوڑ دی تھیں اس نے کافی دیکھ بھال رکھی اور اپنے واپس آنے کے دوسرے دن سے ہی میں نے ان کو باندھنا شروع کر دیا حالانکہ مجھے شبہ تھا کہ شاید آدم خور ان کو کھانا پسند نہ کرے۔

نندھور وادی کے پانچ میل نیچے ایک بڑی چٹان کے دامن میں ایک ہزار فٹ بلند ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اسی گاؤں کے بیرونی حصے میں گزشتہ چند ماہ کے اندر آدم خور نے چار اشخاص ہلاک کئے تھے۔ میرے تیندوا ہلاک کرنے کے فوراً بعد اس گاؤں کے باشندے وفد لے کر میرے پاس آئے اور مجھ سے التجا کی کہ بجائے ڈلکانیا کے میں ان کے گاؤں جا کر ان کی تجویز کردہ جگہ پر خیمہ استادہ کروں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس گاؤں کے بالائی حصے پر ایک ٹیلہ ہے جہاں شیر اکثر دکھائی دیتا ہے اور غالباً آس پاس کے متعدد غاروں میں سے کسی ایک میں وہ رہتا ہے۔ ان اشخاص نے یہ بھی بتایا کہ اسی دن صبح چند عورتوں نے جو گھاس کاٹ رہی تھیں شیر کو دیکھا تھا۔ پورے گاؤں کے باشندے سخت خائف تھے۔ ان میں گھر سے باہر نکلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ اس وفد سے میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امکانی کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن علی الصباح روانہ ہو کر گاؤں کے سامنے والے پہاڑ پر چڑھا اور ایک گھنٹے تک دوربین کی مدد سے پورے علاقے کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد وادی کو پار کر کے ایک گہرے کھڈ کے اندر سے گزرا اور گاؤں کی پشت والی چوٹی پر چڑھنا شروع کیا لیکن راستہ نہایت دشوار گزار ہونے کے علاوہ بے حد خطرناک تھا۔ ذرا سی بد احتیاطی کے نتیجے میں نہ صرف کھڈ میں گر کر میری گردن ٹوٹ سکتی تھی بلکہ شیر کے حملہ کرنے کی صورت میں اپنا دفاع کرنا ناممکن تھا۔

دو بجے دن تک میں نے چوٹی کے ہر طرف تمام چٹانوں کا اتنا غور سے جائزہ لیا تھا کہ دوبارہ شاید اتنی محنت کرنا ممکن نہ ہو۔ میں وادی کے اوپری جانب اپنے کیمپ کی طرف ناشتہ کرنے جا رہا تھا۔ مشکل چڑھائی چڑھنے سے پہلے میں نے پیچھے نظر ڈالی تو جس راستے سے میں آیا تھا اسی پر دو اشخاص کو بھاگتے ہوئے اپنی جانب آتے دیکھا۔ قریب آ کر ان لوگوں نے بتایا کہ شیر نے تھوڑی دیر قبل ایک بیل ہلاک کیا تھا۔ یہ واقعہ اسی گہرے کھڈ میں پیش آیا تھا جہاں سے چند گھنٹے پہلے میں گزرا تھا۔ ان میں سے ایک شخص سے میں نے کہا کہ ڈلکانیا کیمپ جا کر میرے ملازم سے کہے کہ میرے لئے چائے اور کھانے کے لئے کچھ چیز بھیج دے اور میں اس کے ساتھی کے ساتھ مڑ کر وادی کے نیچے روانہ ہو گیا۔

جس کھڈ میں شیر نے بیل ہلاک کیا تھا وہ دو سو فٹ گہرا اور سو فٹ چوڑا تھا۔ جب ہم اس کے قریب پہنچے تو مرے ہوئے بیل کے پاس بیٹھے کافی گدھ اڑے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان گدھوں نے بیل کی صرف ہڈیاں چھوڑی تھیں۔ جس جگہ بیل کا ڈھانچہ پڑا تھا اس کا فاصلہ گاؤں سے صرف سو گز تھا لیکن چونکہ سیدھی چڑھائی کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا اس لئے میرا ساتھی پون میل کے قریب کافی گہرے کھڈ میں لے کر اترا جہاں مویشیوں کی



ایک پگڈنڈی اس کو کاٹتی تھی اس کے بعد تھوڑی چڑھائی اور گھنی جھاڑیوں کے جنگل سے گزر کر ہم گاؤں پہنچے۔ وہاں پہنچنے پر میں نے مکھیا سے کہا کہ شیر کے ہلاک کئے ہوئے بیل کا تو گدھوں نے صفایا کر دیا تھا اس لئے ایک جوان بچھڑے اور ایک چھوٹے لیکن مضبوط رسے کا میرے لئے فوراً انتظام کرے۔ اسی دوران ڈلکانیا سے میرے ملازمین چائے اور کھانا لے کر آ گئے۔

جب میں دوبارہ کھڈ میں داخل ہوا اس وقت میرے ہمراہ کافی لوگ تھے جو ملحقہ گاؤں سے مکھیا کے خریدے ہوئے ایک تندرست بچھڑے کو لے کر چل رہے تھے۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ جس جگہ بیل ہلاک کیا گیا تھا اس سے پچاس گز دور مٹی میں دبا ہوا ایک چیڑ کا درخت تھا جو بارش کی وجہ سے پہاڑ کے اوپر سے بہہ کر کھڈ کی تہہ میں دب گیا تھا۔ اسی درخت کے سرے پر بچھڑے کو باندھ کر میرے ساتھ آنے والے اشخاص گاؤں واپس چلے گئے۔ چونکہ قرب و جوار میں کوئی درخت نہیں تھا اس لئے میرے بیٹھنے کے لئے صرف ایک ہی جگہ تھی اور وہ گاؤں کی طرف والا کھڈ کا پتلا حصہ۔ اس جگہ تک پہنچنے میں کافی دقت پیش آئی کیونکہ اس پتلے حصے کی چوڑائی دو فٹ اور لمبائی پانچ فٹ تھی اور کھڈ کی سطح سے اونچائی بیس فٹ تھی۔ اس چٹان کا نکلا ہوا نچلا حصہ اندر کی طرف مڑا تھا اس وجہ سے مجھے بیٹھنے میں سخت دقت پیش آ رہی تھی بیٹھتے وقت میری پشت اس طرف تھی جس سمت سے شیر کے آنے کی توقع تھی اور بائیں طرف میرے سامنے تیس گز دور بچھڑا بندھا تھا۔

غروب آفتاب کے بعد بچھڑا کھڑا ہوا اور کھڈ کی طرف دیکھنے لگا اس کے فوری بعد پہاڑ کے اوپر سے ایک پتھر لڑھکتا نیچے کی طرف آیا۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ جس طرف سے پتھر کے لڑھکنے کی آواز آئی تھی اس طرف اندازاً گولی چلا دوں کیونکہ ایسا کرنے سے شیر کو میری موجودگی کا اندازہ ہو جاتا۔ چنانچہ میں قطعی ساکت بیٹھا رہا۔ تھوڑے وقفے کے بعد بچھڑے نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنا رخ تبدیل کیا اور بائیں طرف گھوم کر میری طرف کر لیا۔ اس حرکت سے اندازہ ہوا کہ جس چیز سے وہ خائف تھا اس کے چہرے کے سامنے اور نکلی ہوئی چٹان کی کھوہ میں بالکل میرے نیچے تھی۔ ذرا سی دیر بعد میرے نیچے شیر کا سر دکھائی دیا۔ ایسی صورت میں شیر کے سر پر گولی چلانا صرف ہنگامی صورت میں حق بجانب ہوتا۔ علاوہ اس کے میرے جسم کی معمولی حرکت بھی شیر کو چوکنا کرنے کے لئے کافی تھی۔ ایک یا دو منٹ تک اس کا سر قطعی ساکت رہا اور اس کے بعد ایک زقند بھر کر بچھڑے پر جھپٹا مارا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ بچھڑے کا رخ شیر کی طرف تھا اور اس خوف سے کہ سامنے سے حملہ کرنے میں بچھڑے کا سینگ اس کے نہ لگ جائے جھپٹا مارتے وقت اس کا رخ بچھڑے کی بائیں طرف ہو گیا اور اس نے بچھڑے کے پہلو کی سیدھ میں ٹکر ماری نہ تو شیر کو دانت پیوست کرنے کے لئے جگہ ٹٹولنی پڑی۔ نہ کشمکش کی نوبت آئی۔ نہ کوئی آواز نکلی سوائے بچھڑے سے ٹکرانے کی آواز کے اور اس کے بعد شیر کے منہ میں بچھڑے کی گردن تھی اور وہ اس کے بدن کے اوپر لیٹا تھا۔ عام طور پر یہ غلط فہمی ہے کہ شیر اپنی ٹکر سے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اپنے دانتوں سے ہلاک کرتا ہے۔

شیر کا داہنا حصہ میری طرف تھا۔ نہایت احتیاط سے نشانہ لے کر میں نے اپنی ۲۷۵ء رائفل سے جو اس دن صبح ساتھ لایا تھا گولی چلائی۔ بچھڑے کو چھوڑ کر شیر بغیر آواز نکالے مڑ کر کھڈ کے اوپر چھلانگیں لگاتا نظر سے اوجھل ہو گیا۔ نشانہ خطا ہونے کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر شیر نے مجھے یا رائفل کی چمک نہیں دیکھی ہو گی تو گمان تھا کہ شاید واپس آئے۔ چنانچہ میں وہیں بیٹھا رہا۔

شیر کے چھوڑنے کے بعد بچھڑے کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شیر کی بجائے گولی شاید بچھڑے کے لگ گئی ہو۔ دس پندرہ



منٹ گزرنے کے بعد میرے نیچے چٹان کی کھوہ سے شیر کا سر دوبارہ نمودار ہوا اور کافی دیر قطعی ساکت رہا۔ رفتہ رفتہ چل کر بچھڑے کے پاس پہنچا اور جھک کر اس کو دیکھنے لگا۔ اب غلطی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ شیر کی پشت کا پورا حصہ میرے سامنے تھا بڑی احتیاط سے نشانہ لے کر آہستہ آہستہ لبلبی دبائی۔ میرے اندازے کے مطابق تو شیر کو ہلاک ہو جانا چاہیئے تھا لیکن اس کی بجائے بائیں طرف کود کر ایک چھوٹے کھڈ میں غائب ہو گیا۔ مجھے تو صرف اس کے بھاگنے کی وجہ سے پہاڑ سے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی لیکن کچھ دکھائی نہیں دیا۔

شومی قسمت ملاحظہ ہو کہ صرف تیس گز دور سے شیر پر دو مرتبہ گولی چلانے کا موقع ہاتھ آیا جس کی آواز بے چین اور پریشان گاؤں کے باشندوں نے بھی سنی ہوگی اور ان کو صرف مرے ہوئے بچھڑے کے جسم میں دو گولیوں کے لگنے کے نشان دکھاؤں گا۔ یقینی طور پر میری بینائی دھوکا دے رہی تھی یا ممکن ہے کہ چٹان پر چڑھتے وقت رائفل کی مکھی زمین سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہو گئی ہوگی۔ لیکن چھوٹی چھوٹی چیزوں کی شست لینے سے معلوم ہوا کہ میری بینائی میں کوئی خرابی نہیں تھی اور رائفل کی نال پر نظر دوڑانے سے اندازہ ہوا کہ مکھی میں بھی کوئی نقص نہیں تھا اس لئے دو مرتبہ شیر کے گولی نہ لگنے کا دوش صرف اپنی نا اہلی کو دے سکتا تھا۔

شیر کے دوبارہ آنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے بالفرض تیسری مرتبہ واپس آ بھی جاتا تو خراب روشنی ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں صرف زخمی کرنے کے امکانات تھے جب کہ میں اس کو اجالے میں نہیں مار سکا تھا۔ ان حالات کے تحت میرا وہاں بیٹھا رہنا بیکار تھا۔

دن بھر کی مشقت سے میرے کپڑے ابھی تک نم تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور خنکی بڑھنے کے امکانات عیاں تھے۔ میرا نیکر پتلے خاکی کپڑے کا بنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ چٹان سخت اور ٹھنڈی تھی اور گاؤں میں میرا چائے کے لئے انتظار ہو رہا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے میرا اسی مقام پر آدم خور کی وجہ سے بیٹھا رہنا زیادہ ضروری تھا۔ اب اندھیرا ہو گیا تھا۔ گاؤں تک پہنچنے کے لئے مجھے پون میل کا فاصلہ طے کرنا تھا اور راستے میں بڑے بڑے پتھروں والے کھڈ کے اندر سے پیچ و خم والی پگڈنڈی اور گھنی جھاڑیوں سے گزر کر جانا تھا۔ گاؤں والوں کے اس شبہے کے علاوہ کہ گزشتہ دن ان لوگوں نے آدم خور شیر دیکھا تھا اور میں نے بظاہر آدم خور ہی پر گولی چلائی تھی مجھے آدم خور کی نقل و حرکت کے بارے میں کوئی صحیح معلومات نہیں تھیں۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہ پچاس میل دور ہو اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صرف پچاس گز دور بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہو حالانکہ جس مقام پر میں بیٹھا تھا سخت تکلیف دہ تھا لیکن عاقبت اندیشی کا یہی تقاضا تھا کہ میں جہاں تھا وہیں رہوں۔ گھنٹے طول کھینچتے گئے اور میرے ذہن میں یہ مجرمانہ احساس عود کرتا رہا کہ رات کے وقت شکار کھیلنا میرے لئے دل بستگی کا سامان تو تھا نہیں اور اگر وہ دن میں نہیں مارا جا سکا تو اس کو قدرتی موت مرنے کے لئے چھوڑنا پڑے گا۔ میرا یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا جب گولی چلانے کے قابل روشنی ہونے پر کانپتے ہوئے اکڑے بدن کے ساتھ میں نے نیچے اترنا شروع کیا اور شبنم سے بھیگی چٹان پر پھسل کر منزل مقصود کا فاصلہ ٹانگیں آسمان کی طرف کئے دھماکے کے ساتھ نیچے گر کر طے کیا۔ خوش قسمتی سے ریت پر گرا تھا جس کی وجہ سے نہ تو میرے چوٹ لگی اور نہ رائفل کو نقصان پہنچا۔

صبح صادق ہونے کے باوجود گاؤں کے باشندے بیدار تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک چھوٹے ہجوم نے آ کر مجھے گھیر لیا۔ ہر طرف سے سوالات کی بوچھاڑ کا میں نے صرف ایک ہی جواب دیا کہ میں ایک خیالی شیر پر کھوکھلے کارتوسوں سے فائر کر رہا تھا۔



دہکتی آگ کے قریب بیٹھ کر چائے پینے سے میرے جسم کے اندرونی اور بیرونی حصے میں گرمی پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں کے بوڑھے اور بچوں کے ساتھ اسی چھجا نما چٹان پر پہنچا جس کا نچلا حصہ کھوکھلا تھا اور جہاں گزشتہ رات میں نے کار عظیم انجام دیا تھا۔ اس مجمع کو میں نے سمجھایا کہ چٹان کے نیچے سے شیر کس طرح برآمد ہوا اور بچھڑے پر جھپٹا مارا اور میرے گولی چلانے پر (انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) چھلانگیں مارتا اس طرف چلا گیا۔ میرا اشارہ کرنا تھا کہ پورے ہجوم نے شور مچا کر انتہائی جذبات کے عالم میں مجھ سے کہا کہ 'صاحب! دیکھئے شیر تو اسی مقام پر مرا پڑا ہے' رات کی جگائی کی وجہ سے میری بینائی میں دھندلاہٹ تھی لیکن ادھر ادھر دیکھنے کے بعد جب میں نے اس طرف دیکھا تو بلاشبہ شیر مرا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے ایک قدرتی سوال کیا کہ بیس یا تیس منٹ کے بعد مجھے دوبارہ گولی چلانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ میرا جواب یہی تھا کہ شیر دوبارہ اسی مقام سے برآمد ہوا تھا اور جب وہ بچھڑے کے پاس کھڑا تھا میں نے دوبارہ گولی چلائی تھی اور وہ بھاگ کر 'اس' کھڈ کے اندر غائب ہو گیا تھا۔ میں نے جملہ ختم ہی کیا تھا کہ پورے ہجوم نے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہو گئے تھے شور مچا کر مجھ سے کہا کہ صاحب دوسرا شیر بھی مرا پڑا ہے۔ دونوں شیر ایک ہی قامت کے معلوم ہو رہے تھے اور جس مقام پر میں کھڑا تھا دونوں کا فاصلہ مجھ سے ساٹھ گز تھا۔

جب میں نے گاؤں والوں سے دوسرے شیر کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ جب چار اشخاص ہلاک ہوئے تھے اور گزشتہ دن جب ایک بیل ہلاک ہوا تھا صرف ایک ہی شیر دیکھنے میں آیا تھا۔ شیروں کے جوڑا تلاش کرنے کا زمانہ نومبر سے اپریل تک پھیلا ہوتا ہے اور اگر ان دونوں شیروں میں سے ایک آدم خور تھا تو بظاہر شیرنی نے اپنا جوڑا تلاش کر لیا تھا۔

جس مقام پر میں شیر کو مارنے بیٹھا تھا وہاں سے دو سو گز نیچے کھڈ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہلاک شدہ شیر تک پہنچنے کے لئے چٹان کے خطرناک ڈھلوان کی طرف سے راستہ ملا اور میرے ساتھ پورا ہجوم روانہ ہوا۔ پہلے ہم مرے ہوئے بچھڑے کے پاس سے گزرے جہاں پہلا شیر مرا پڑا تھا اور یہ دیکھ کر حددرجہ تسلی ہوئی کہ وہ بوڑھی شیرنی تھی۔ اپنی رائفل کسی شخص کو دے کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر شیرنی کے پیروں کا معائنہ کرنے لگا۔ جس دن شیرنی گیہوں کاٹتی ہوئی ایک عورت پر حملہ کرنے کے لئے چھپ کر بیٹھی تھی اپنے پنجوں کے نمایاں نشانات اس جگہ چھوڑ گئی تھی۔ آدم خور کے پنجوں کے وہ پہلے نشانات تھے جو میں نے دیکھے تھے اور ان کا بہت غور سے معائنہ کیا تھا۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کافی بوڑھی تھی اور اس کے پنجے بڑھاپے کی وجہ سے پھیل گئے تھے۔ اگلے پنجوں کے تلے بری طرح کٹے ہوئے تھے۔ داہنے پیر کے تلے میں کافی گہرا نشان پنجے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تھا اور پنجہ اتنا لمبا ہو گیا تھا جتنا میں نے کبھی کسی شیر کا نہیں دیکھا تھا۔ یہ علامات دیکھنے کے بعد سو مرے ہوئے شیروں میں سے آدم خور کا چھانٹنا بہت آسان تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حددرجہ افسوس ہوا اس لئے کہ جو شیر میرے سامنے پڑا تھا وہ آدم خور نہیں تھا۔ جب میں نے یہ حقیقت ہجوم کو بتائی تو ان کے چہروں پر افسردگی کی لہر دوڑ گئی۔ مجھ سے کافی زور دے کر کہا گیا کہ جب پچھلی مرتبہ آیا تھا تو میں نے خود ہی تو پراعتماد طریقے پر بتایا تھا کہ آدم خور ایک شیرنی تھی اور جب وہی جانور اس مقام سے چند گز دور مرا پڑا ہے جہاں اس نے ان کے چار ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا تو اپنے بیان کی آپ خود ہی تردید کرتے ہیں۔ باوجود اطمینان بخش ثبوت موجود ہونے کے ان کا خیال تھا کہ تمام شیروں کے پنجے ایک سے ہوتے ہیں۔

اب دوسرا شیر صرف نر ہو سکتا تھا۔ میں نے تو شیرنی کی کھال اتارنے کی تیاریاں شروع کیں اور ہجوم میں سے چند اشخاص کو دوسرا شیر اٹھا کر لانے



کے لئے بھیجا۔ برابر والا کھڈ تنگ ہونے کے علاوہ کافی ڈھلوان تھا کافی دیر شور اور ہنسی کی آوازوں کے بعد ایک خوبصورت شیر اس شیرنی کے برابر لا کر ڈال دیا گیا۔

تپتے ہوئے سورج کی کرنیں میری پشت پر پڑنے' بیشمار اشخاص کے میرے گرد کھڑے ہونے اور چودہ گھنٹے کے مرے ہوئے دو شیروں کی کھال اتارنے کی وجہ سے جو اذیت مجھے پہنچی وہ ناقابل بیان تھی۔ زوال سے پہلے یہ کام مکمل کر لیا گیا تھا۔ میرے ملازمین نے کیمپ لے جانے کے لئے دونوں کھالوں کو ستھرے طریقے پر باندھنے کے بعد تیار کر لیا تھا۔ اب میں پانچ میل دور اپنے کیمپ میں واپس جانے کے لئے تیار تھا۔

قرب و جوار کے دیہات کے مکھیا جو صبح مجھ سے ملنے آئے تھے ان پر واپس جانے سے پہلے میں نے واضح کر دیا تھا کہ آدم خور شیر ابھی مارا نہیں گیا تھا اور اگر ضروری احتیاطی تدابیر جاری نہ رکھی گئیں تو شیرنی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گی۔ کاش میری اس تنبیہہ پر عمل کیا گیا ہوتا تو آئندہ مہینوں میں اتنی جانیں ضائع نہ ہوتیں۔

اس کے بعد شیرنی کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ چنانچہ ڈلکانیا میں چند ہفتے قیام کرنے کے بعد ترائی کے افسران کی ایک میٹنگ میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا۔

☆ ☆

مارچ ۱۹۳۰ء میں ہمارے ضلع کے کمشنر مسٹر ووین آدم خور سے متاثرہ علاقے کا دورہ کر رہے تھے۔ ۲۲ مارچ کو مجھے ان کی جانب سے فوری اطلاع موصول ہوئی کہ میں کالا آگار پہنچ کر ان سے ملوں جہاں وہ میرا انتظار کر رہے ہونگے۔ نینی تال سے کالا آگار کا فاصلہ اندازاً پچاس میل تھا۔ ووین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا خط موصول ہونے کے دو دن بعد میں عین ناشتے کے وقت کالا آگار کے ڈاک بنگلے پہنچا جہاں مسٹر اور مسز ووین مقیم تھے۔

ناشتے کے دوران میاں بیوی نے بتایا کہ وہ اس ڈاک بنگلے میں ۲۱ مارچ کو پہنچے تھے اور بر آمدے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ احاطے کے اندر چھ عورتیں گھاس کاٹنے میں مصروف تھیں کہ اچانک شیر آیا اور ان میں سے ایک عورت کو ہلاک کر کے اٹھا کر لے گیا۔ جلدی جلدی رائفلیں نکالی گئیں اور اپنے عملے کو ساتھ لے کر گھسٹنے کے نشانات کی مدد سے شیر کا تعاقب شروع کیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد عورت کو مردہ حالت میں شاہ بلوط کے ایک درخت کے تنے کے نیچے جھاڑی میں پڑا پایا۔ بعد میں جب میں نے زمین کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ووین اور ان کے ہمرایوں کے آنے پر شیرنی پہاڑ کے نیچے اتر گئی تھی اور جب تک وہ لوگ اس نواح میں موجود رہے شیرنی مردہ عورت سے پچاس گز دور ایک رس بھری کی جھاڑی کے اندر چھپی رہی۔ چنانچہ فوراً ایک مچان تو ووین کے لئے شاہ بلوط کے درخت پر بنایا گیا اور دو اور مچان ووین کے ساتھ آنے والوں کے لئے عورت سے پچاس گز دور محکمہ جنگلات والی سڑک کے پاس گھنے درختوں پر تعمیر کئے گئے۔ یہ مچان تیار ہوتے ہی سب نے اپنی جگہ سنبھال لی اور تمام رات انہیں پر گزاری لیکن شیرنی دیکھنے میں نہیں آئی۔

دوسرے دن صبح عورت کی نعش کو آخری رسومات ادا کرنے کے لئے وہاں سے ہٹا لیا گیا اور اس کی بجائے ایک بچھڑا آدھ میل دور محکمہ جنگلات والی سڑک پر باندھ دیا گیا جو شیرنی نے اسی رات ہلاک کر دیا۔ دوسرے دن شام میاں بیوی ہلاک شدہ بچھڑے کے اوپر بنائے ہوئے مچان پر بیٹھ گئے۔ چاند تو نکلا نہیں تھا۔ جیسے جیسے سورج غروب ہوتا گیا روشنی مدھم پڑنے لگی جھٹ پٹا طاری ہوا اور سامنے کی چیزیں دھندلی دکھائی دینے لگیں۔ پہلے تو میاں بیوی



نے کچھ آہٹ سنی اس کے ساتھ ساتھ کسی جانور کو بچھڑے کی طرف آتے دیکھا جو روشنی کم ہونے کی وجہ سے ان کے خیال میں ریچھ تھا۔ اگر یہ غلط فہمی نہ ہوئی ہوتی تو میاں بیوی آدم خور کو مارنے میں کامیاب ہو جاتے اس لئے کہ دونوں رائفل اچھی چلاتے تھے۔

۲۵ مارچ کو مسٹر اور مسز ووین کالا آگار سے رخصت ہوئے اور اسی دن دوپہر کو کسی وقت میرے ڈلکانیا سے بھیجے ہوئے چار بچھڑے بھی پہنچ گئے۔ چونکہ شیرنی کو اب اس قسم کے چارے کی چاٹ لگ گئی تھی اس لئے میں نے محکمہ جنگلات والی سڑک پر ان کو مختلف فاصلوں پر باندھ دیا۔ تین رات متواتر شیرنی ان بچھڑوں سے چند فٹ دور بغیر ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے گزرتی رہی۔ چوتھے دن جو بچھڑا ڈاک بنگلے کے نزدیک تر تھا اسے ہلاک کر دیا۔ لیکن مردہ بچھڑے کا معائنہ کرنے سے مجھے نا امیدی ہوئی اس لئے کہ اس کو تیندووں کے ایک جوڑے نے ہلاک کیا تھا، جن کو گزشتہ رات میں نے ڈاک بنگلے کے اوپری حصے میں بولتے سنا تھا۔ میں اس نواح میں فائر کرنے کے حق میں نہیں تھا اس لئے کہ شیرنی کے اس علاقے سے بھاگ جانے کے امکانات تھے لیکن یہ بھی یقینی بات تھی کہ اگر میں نے ان کو ہلاک نہیں کیا تو وہ تین بچھڑوں کو بھی جان سے مار دیں گے۔ چنانچہ ان کی گھات میں پھرنے کے دوران بچھڑے کے اوپر ایک بڑی چٹان پر میں نے ان کو دھوپ میں لیٹا دیکھا اور دونوں کو ہلاک کر دیا۔

محکمہ جنگلات کی سڑک کالا آگار کے بنگلے سے مغرب کی جانب کئی میل تک صنوبر، شاہ بلوط اور سدا بہار جھاڑیوں کے نہایت خوبصورت جنگلوں سے گزرتی ہے اور ان جنگلوں میں کماؤں کے کسی اور جنگل کے مقابلے میں زیادہ سور، کاکڑ اور سانبھر کا شکار ملتا ہے۔ اس کے علاوہ پرندوں کی بھی بے انتہا اقسام دیکھنے میں آتی ہیں۔ دو مرتبہ مجھے شبہ ہوا تھا کہ شیرنی نے اسی جنگل میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانبھر مارے تھے اور ہر مرتبہ معائنہ کرنے سے خون کا ڈھیر ملا لیکن مارے ہوئے جانورں کا پتہ نہیں چلا۔

اگلے دو ہفتے پورے دن یا تو میں محکمہ جنگلات کی سڑک پر گزارتا رہا جہاں سوائے میرے کسی اور کے قدم رکھنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی یا جنگل میں' لیکن صرف دو مرتبہ شیرنی کے نزدیک پہنچنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب میں ایک تنہا اور غیر آباد گاؤں کو دیکھنے گیا جو کالا آگار کے پہاڑی سلسلے کے اوپر تھا اور آدم خور کی تباہ کاریوں کی وجہ سے ویران ہو گیا تھا۔ واپسی پر میں نے مویشیوں کی پگڈنڈی اختیار کی جو پہاڑ کے اوپر ہو کر نیچے اترتی تھی اور کافی دور جا کر محکمہ جنگلات کی سڑک سے جا ملتی تھی۔ جیسے ہی میں چٹانوں کے ایک ڈھیر کے نزدیک پہنچا مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ پہاڑ کے اس حصے سے محکمہ جنگلات کی سڑک کا فاصلہ اندازاً تین سو گز تھا پہاڑ سے ہٹنے کے بعد یہ پگڈنڈی چند گز تک بالکل سیدھی نیچے جاتی تھی پھر داہنی طرف گھوم کر پہاڑ کے درمیان سو گز تک آڑی جاتی تھی۔ جن چٹانوں کے ڈھیر کا میں نے تذکرہ کیا تھا وہ اس راستے کے درمیان داہنے ہاتھ پر تھیں۔ ان چٹانوں سے آگے چل کر یہ پگڈنڈی باریک قائم الزاویہ موڑ کے آگے چل کر نیچے محکمہ جنگلات کی سڑک سے مل جاتی تھی۔

اس راستے سے حالانکہ میں بارہا گزر چکا تھا لیکن اس دن پہلا موقع تھا کہ ان چٹانوں کے درمیان سے گزرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی۔ ان چٹانوں سے بچ کر چلنے میں یا تو مجھے کئی سو گز تک اونچی اور گھنی گھاس کے اندر سے گزرنا ہوتا یا چٹانوں کے بالائی حصے سے لمبا طواف کر کے ان کے گرد گھومنا ہوتا۔ پہلی صورت میں مجھے حد درجہ خطرہ مول لینا پڑتا اور دوسری صورت وقت نہ ہونے کی وجہ سے ناممکن تھی اس لئے کہ سورج غروب ہونے والا تھا اور مجھے ابھی دو میل اور چلنا باقی تھا۔ چٹانوں کے اوپر سے گزرنے کے علاوہ اب



میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا چاہے مجھے یہ قدم اٹھانا پسند تھا یا نہیں۔ ہوا پہاڑ کی سمت چل رہی تھی اس لئے یہ ممکن تھا کہ راستے کے بائیں جانب کی گھنی جھاڑیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی پوری توجہ داہنی طرف والی چٹانوں پر رکھوں۔ صرف سو گز چلنے کے بعد میں خطرے کے دائرے سے باہر نکل سکتا تھا۔ چنانچہ یہ فاصلہ میں نے ہر قدم نہایت محتاط انداز میں پگڈنڈی کے کنارے چل کر طے کیا۔ اس دوران میں نے اپنی نگاہ چٹانوں کی طرف رکھی اور رائفل تیار پوزیشن میں کندھے پر۔ یہ آگے بڑھنے کا انوکھا انداز تھا جو کسی دیکھنے والے کے لئے شاید دلچسپ ہوتا۔

چٹانوں سے تیس گز آگے جنگل کے اندر ایک کھلا ٹکڑا تھا جو راستے کے داہنی طرف سے شروع ہو کر پچاس یا ساٹھ گز پہاڑ کے اوپر تک پھیلا تھا اور چٹان سے دیکھنے میں اس کا کچھ حصہ جھاڑیوں کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسی ٹکڑے میں ایک کاکڑ چر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھے دیکھے میں نے اس کو دیکھ لیا تھا اور کن انکھیوں سے اسے دیکھتا رہا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے اپنا سر اٹھایا لیکن چونکہ میرا چہرہ اس کی طرف نہیں تھا اور خراماں خراماں آگے بھی بڑھ رہا تھا۔ ان جانوروں کو یہ احساس ہو کہ کسی نے ان کو دیکھا نہیں ہے تو وہ حسب عادت ساکت کھڑے رہتے ہیں۔ نکیلے موڑ پر پہنچنے کے بعد میں نے اپنے کاندھے کے اوپر سے دیکھا تو اس نے دوبارہ گھاس کھانا شروع کر دی تھی۔

اس پگڈنڈی پر نکیلے موڑ سے میں کچھ ہی آگے جانے پایا تھا کہ ہیجان کے عالم میں کاکڑ بے تحاشا بھاگتا ہوا پہاڑ کے اوپر چلا گیا۔ میں بھی دو چار قدم تیزی سے پیچھے ہٹ کر واپس اسی نکیلے موڑ پر آ گیا۔ اسی دوران پگڈنڈی کے نچلے حصے کی جھاڑیوں میں حرکت دکھائی دی۔ اس میں تو شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ کاکڑ نے شیرنی کو دیکھ لیا تھا اور صرف ایک ہی جگہ تھی جہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی شیرنی پر نظر پڑی ہو گی اور وہ یہی پگڈنڈی تھی۔ بہرحال قبل اس کے کہ میں اپنا سفر جاری رکھتا کچھ تفتیش کرنا ضروری تھا۔

چٹانوں کے نیچے سے معمولی رستے ہوئے پانی نے پگڈنڈی کی لال مٹی کو نم کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے اوپر چلنے والوں کے پیروں کے نقوش نمایاں طور پر باقی رہ جاتے تھے۔ اسی گیلی مٹی میں میرے پیروں کے نشانات بھی تھے اور اب ان ہی نشانات پر مجھے شیرنی کے پھیلے ہوئے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے جہاں تعاقب کرتے وقت وہ کودی تھی۔ کاکڑ کے بے تحاشا بھاگنے اور شور مچانے کی وجہ سے شیرنی پگڈنڈی چھوڑ کر جھاڑیوں میں چلی گئی تھی۔ جھاڑیوں میں حرکت ہونے کی وجہ سے مجھے اس کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ شیرنی یقینی طور پر اس زمین کے چپّے چپّے سے واقف تھی اور چٹانوں پر مجھے ہلاک کرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے اور کاکڑ کے بھاگنے اور شور مچانے کی وجہ سے نوکیلے موڑ پر اپنے اس ارادے میں ناکامیاب ہونے کی صورت میں اب اونچی اور گھنی گھاس کے اندر چل کر دوسرے موڑ پر مجھ پر حملہ کرنے جا رہی تھی۔

اب پگڈنڈی پر مزید تفتیش جاری رکھنا غیر محفوظ تھا اس لئے میں نے جنگل کے اس کھلے ٹکڑے کی طرف رخ کیا جدھر کاکڑ گیا تھا اور بائیں طرف گھوم کر کھلے میدان سے گزرتا ہوا نیچے محکمہ جنگلات والی سڑک پر آ گیا۔ اگر اس دن سورج کی کافی روشنی ہوتی تو شیرنی کا کام تمام ہو گیا ہوتا کیونکہ شیرنی کے چٹانوں سے باہر آنے کے بعد تمام باتیں میری موافقت میں تھیں۔ اس زمین سے جتنی واقفیت شیرنی کی تھی اتنی ہی میری تھی۔ مزید بر آں اس کو میرے ارادوں پر کوئی شبہ نہیں تھا اور میں اس کی تمام حرکات پر کڑی نظر رکھ رہا تھا۔ بہرحال تمام باتیں میرے حق میں ہونے کے باوجود روشنی ناکافی ہونے کی وجہ سے میں ان کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔



کسی جگہ پہلے میں اس بات کا تذکرہ کر چکا ہوں کہ قدرت نے انسان کو قریب الوقوع حادثات سے آگاہی بخشنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ اس بارے میں مزید تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کی تعبیر صحیح ہوتی ہے مگر اس کی تشریح کرنا میری بساط سے باہر ہے۔ اس موقع پر نہ تو میں نے شیرنی کو دیکھا تھا نہ اس کی آواز سنی تھی اور نہ کسی چرند یا پرند کی طرف سے اس کی موجودگی کا اشارہ ملا تھا۔ باوجود اس کے مجھے یقین تھا کہ وہ میری گھات میں چٹانوں کے درمیان چھپی بیٹھی تھی۔ اس دن مجھے باہر نکلے کئی گھنٹے گزر چکے تھے اور کئی میل جنگل کے اندر بغیر کسی تردد لیکن بے حد محتاط انداز میں چلتے گزرے تھے۔ لیکن جوں ہی میں ابھری ہوئی سطح کی چوٹی پر پہنچا اور چٹانوں پر نظر پڑی مجھ کو احساس ہوا کہ اس کے عقب میں خطرہ پوشیدہ ہے اور چند منٹ بعد کاکڑ کے اچانک بول کر آہوان صحرا کو متنبہ کرنے اور فوری بعد اپنے پیروں کے نشانات پر آدم خور کے پنجوں کے نشانات دیکھ کر اپنے اس احساس کی تصدیق ہو گئی۔

☆ ☆

جن حضرات نے ابھی تک میری داستان کو نہایت صبر و تحمل کے ساتھ سنکر میرا ساتھ دیا ہے اب ان سے شیرنی سے اپنی پہلی اور آخری ملاقات کا تفصیلی حال بیان کروں گا۔

سب سے پہلی ملاقات ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء کی دوپہر کو کالا آگار پہنچنے کے انیس دن بعد ہوئی تھی۔

اس دن دو بجے دوپہر اپنے تین بچھڑوں کو بطور چارا محکمہ جنگلات کی سڑک پر مناسب جگہوں پر باندھنے نکلا تھا۔ ڈاک بنگلے سے ایک میل دور ایک خاص مقام پر جہاں یہ سڑک پہاڑ کے اوپر سے گزر کر شمال سے مغرب کی طرف کالا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگار کے پہاڑی سلسلے سے جا ملتی ہے میری مڈبھیڑ بہت سے اشخاص سے ہوئی جو آگ جلانے والی لکڑیاں چن رہے تھے۔ اسی گروہ میں ایک معمر شخص تھا جس نے پانچ سو گز دور ایک شاہ بلوط کی جھاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسی جھاڑی کے اندر ایک ماہ قبل آدم خور نے اس کے انیس سالہ اکلوتے بیٹے کو ہلاک کیا تھا۔ میں نے باپ کی زبانی بیٹے کی ہلاکت کا قصہ نہیں سنا تھا چنانچہ جب ہم سڑک کے کنارے سگریٹ پینے بیٹھے تو اس نے جائے حادثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفصل قصہ بیان کیا کہ اس کا لڑکا کہاں مارا گیا تھا اور دوسرے دن اس کی بچی ہوئی ہڈیاں ملی تھیں۔ اس معمر شخص نے اپنے بیٹے کے ہلاک ہونے کا ان پچیس اشخاص کو موردالزام قرار دیا جو اس دن لکڑیاں چن رہے تھے اور شیر کے حملہ کرتے وقت سب فرار ہو گئے تھے اور اس کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے چند اشخاص ایسے تھے جو اس بوڑھے کے بیٹے کی ہلاکت کے وقت ان پچیس آدمیوں میں شامل تھے۔ بوڑھے شخص کا یہ جملہ سن کر کہ لڑکے کی موت ان کی وجہ سے واقع ہوئی تھی سخت اعتراض کیا۔ ان کے مطابق بھگدڑ تو اس وقت شروع ہوئی تھی جب بڑے میاں نے خود ہی شیر کے غرانے کی آواز سن کر شور مچایا تھا کہ ' بھاگو بھاگو شیر حملہ کرنے والا ہے ' لیکن یہ سن کر بڑے میاں مطمئن نہیں ہوئے۔ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگے کہ ' تم لوگ تو ادھیڑ عمر کے ہو۔ وہ تو بچہ تھا جس کو شیر کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے لئے تنہا چھوڑ دیا تھا '۔ بجائے اس کے کہ اس کو تسلی دیتا مجھے ایسا سوال کرنے پر افسوس بھی ہوا کہ جس کے نتیجے میں بلاوجہ کی تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ گفتگو کا رخ تبدیل کر کے میں نے کہا کہ میں بچھڑے کو اسی مقام پر باندھنے جا رہا ہوں جہاں شیر نے اس کے بیٹے کو ہلاک کیا تھا۔ تین میں سے دو بچھڑوں کو تو میں نے ان گاؤں والوں کے سپرد کیا کہ ان کو گاؤں واپس لے جائیں اور اپنے دو آدمیوں کے



ہمراہ تیسرے بچھڑے کو لے کر اپنے آگے چلا کر روانہ ہو گیا۔

جس جگہ ہم بیٹھے تھے ایک پگڈنڈی پہاڑ کے نیچے وادی میں جاتی تھی اور پھر سامنے والے پہاڑ پر شیشم کے گھنے درختوں کے اندر سے بل کھاتی دو میل آگے جا کر محکمہ جنگلات کی سڑک سے مل جاتی تھی۔ یہ پگڈنڈی جنگل کے اندر ایک کھلے ٹکڑے کے کنارے سے گزرتی تھی جو شاہ بلوط کی بڑی جھاڑی کے نزدیک تھی جہاں یہ لڑکا ہلاک ہوا تھا۔ اس کھلے ٹکڑے میں جس کی لمبائی چوڑائی تیس مربع گز ہوگی شیشم کا ایک چھوٹا پودا تھا۔ میں نے اس کو کاٹ دیا اور اس کے ٹھنٹھ سے بچھڑے کو باندھ دیا اور ایک آدمی کو تو بچھڑے کے کھانے کے لئے گھاس کاٹنے بھیج دیا اور مادھو سنگھ کو جو پہلی جنگ عظیم میں گڑھوال رائفلز میں ملازمت کر چکا تھا اور اب یو پی کی پائینیر فورس میں ملازم تھا، شاہ بلوط کے ایک درخت پر چڑھ کر اپنی کلہاڑی کے پچھلے حصے کو کسی سوکھی شاخ پر مارنے اور پوری طاقت سے ایسی آواز نکالنے کے لئے کہا جیسے دیہاتی عام طور پر درختوں پر چڑھ کر اپنے مویشیوں کے لئے پتیاں توڑتے وقت نکالتے ہیں۔ میں نے چٹانوں کے درمیان جگہ سنبھال لی جو اس کھلے ٹکڑے سے اندازاً چار فٹ اونچی تھی۔ اس چٹان کے آگے سیدھا ڈھال تھا جس پر گھنی جھاڑیوں کا جنگل تھا۔

جس شخص کو گھاس کاٹنے کا کام سپرد کیا گیا تھا وہ کئی چکر لگا چکا تھا اور مادھو سنگھ تھوڑے تھوڑے وقفے سے میری ہدایت کے مطابق درخت پر کلہاڑی سے آواز نکال رہا تھا اور گاتا بھی جا رہا تھا اور میں اپنی بائیں بغل میں رائفل دبائے سگریٹ پی رہا تھا کہ اچانک مجھے آدم خور کی آمد کا احساس ہوا۔ گھاس کاٹنے والے شخص کو جلدی سے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا اور سیٹی بجا کر مادھو سنگھ کو خاموش رہنے کے لئے کہا۔ تین طرف زمین کھلی تھی۔ مادھو سنگھ بائیں طرف میرے سامنے تھا۔ گھاس کاٹنے والا شخص بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے تھا اور بچھڑا جو اب شیر کے آنے کی وجہ سے بے چینی محسوس کر رہا تھا میرے داہنی طرف تھا۔ میری نظر پڑے بغیر شیرنی کا قریب آنا ناممکن تھا۔ چونکہ وہ قریب آ چکی تھی اس لئے صرف ایک ہی جگہ ہو سکتی تھی جہاں وہ موجود ہو اور وہ جگہ بالکل میرے نیچے تھی۔

جگہ سنبھالتے وقت میں نے دیکھا تھا کہ چٹان کا اگلا حصہ چکنا ہونے کے علاوہ سیدھی ڈھلوان پر بھی تھا اور پہاڑ کے نیچے آٹھ یا دس فٹ تک پھیلا تھا اور اس کے نچلے حصے میں کافی گھاس اور چھوٹے پودے تھے۔ باوجود مشکل ہونے کے شیرنی کا اس پر چڑھنا ممکن تھا اور میری حفاظت کا انحصار صرف اس کی اوپر چڑھنے کی کوشش میں جھاڑیوں میں آواز پیدا ہونے پر تھا۔

اس میں مجھے قطعی شبہ نہیں کہ شیرنی کے متوجہ ہونے کا سبب صرف وہ آواز تھی جو مادھو سنگھ درخت پر بیٹھا اپنی کلہاڑی سے نکال رہا تھا جس کی وجہ سے وہ چٹانوں پر آئی تھی اور منہ اٹھا کر اپنے اگلے اقدام کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ مجھے بھی اس کی موجودگی کا احساس اسی وقت ہوا تھا۔ میرے رخ بدلنے اور دونوں اشخاص کے اچانک خاموش ہو جانے کی وجہ سے شاید اس کو شک ہوا ہو لیکن چند منٹ کے بعد پہاڑ کے نیچے مجھے ایک خشک لکڑی کے چٹخنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد میری بے چینی کا احساس ختم ہوا اور انتشار کی کیفیت بھی جاتی رہی۔ ایک موقع ہاتھ سے نکل گیا لیکن اب بھی میرے گولی چلانے کے امکانات روشن تھے کیونکہ کچھ وقفے کے بعد ہماری عدم موجودگی میں وہ ضرور واپس آئے گی اور بچھڑے کو مار کر خوش ہو گی۔ ابھی سورج غروب ہونے میں چار پانچ گھنٹے باقی تھے اور اگر میں کھڈ کے اندر سے گزر کر سامنے والے پہاڑ کے ڈھال تک پہنچ جاؤں تو مجھے پہاڑ کا وہ پورا حصہ دکھائی دے سکتا تھا جہاں بچھڑا بندھا ہوا تھا۔ حالانکہ گولی چلانے کی صورت میں فاصلہ دو سو یا تین سو گز ہو گا لیکن میری ۲۷۵ء رائفل بہت صحیح تھی اور اگر میں اس کو زخمی



کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا تو اس کے خون کے نشانات سے کھوج لگانا آسان ہو گا بجائے اس کے کہ سیکڑوں میل رقبے میں پھیلے ہوئے جنگلات میں گزشتہ چند ماہ کی طرح مارا مارا پھروں۔

اب یہ دو اشخاص میرے لئے مسئلہ بنے ہوئے تھے۔ ان کو تنہا گاؤں واپس بھیجنا قتل کے مترادف ہوتا اس لئے بحالت مجبوری اپنے ہمراہ رکھنا مناسب تھا۔

میں نے بچھڑے کو دوبارہ ایسا مضبوط باندھا کہ شیرنی اس کو لے جا نہ سکے اور اس کھلے ہوئے ٹکڑے کو چھوڑ کر اپنے منصوبے کے مطابق راستہ اختیار کیا تاکہ سامنے والے پہاڑ سے شیرنی پر گولی چلانے کی کوشش کروں۔

اس راستے پر سو گز چلنے کے بعد میں ایک کھڈ میں پہنچا۔ کافی آگے چل کر یہ راستہ بہت گھنی جھاڑیوں میں داخل ہوتا تھا چونکہ مصلحت کی رو سے مع ان دو اشخاص جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنا غیر محفوظ تھا اس لئے میں نے کھڈ ہی کے اندر جہاں تک یہ راستہ وادی میں جا کر ملتا تھا چلنا مناسب سمجھا تاکہ جھاڑیوں کے دوسری طرف اسی پگڈنڈی پر واپس آ سکوں۔

کھڈ کی چوڑائی دس گز اور گہرائی چار یا پانچ فٹ تھی۔ جیسے ہی میں نے کھڈ کے اندر اترنے کے لئے چٹان کا سہارا لیا اس پر بیٹھا ہوا ایک نائٹ جار اڑا اور اسی جگہ دو انڈے رکھے دکھائی دیئے۔ یہ گندمی رنگ کے انڈے تھے اور ان کے اوپر گہرے بھورے رنگ کے نشان تھے اور ان کی ساخت بھی غیر معمولی تھی - ایک لمبا اور نوکیلا اور دوسرا چھوٹا اور گول تھا۔ چونکہ مجھے انڈے جمع کرنے کا شوق تھا اس لئے میں نے اپنے مجموعہ میں اضافہ کرنے کے لئے ان کو اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ میرے پاس ان کو لے جانے کے لئے کوئی برتن تو تھا نہیں اس لئے میں نے ان کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر کائی میں لپیٹ لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھڈ کے اندر داخل ہونے کے بعد اس کے کنارے اونچے ہوتے چلے گئے اور ساٹھ گز آگے چل کر یہ نالہ ایک دم سیدھا بارہ یا چودہ فٹ گہرائی میں چلا گیا تھا۔ بارش کے موسم میں پہاڑوں سے تیز پانی بہنے کی وجہ سے یہ چٹانیں شیشے کی طرح صاف اور چکنی ہو گئی تھیں اور گہری ہونے کی وجہ سے ان پر پیر جمانا مشکل تھا اس لئے میں نے اپنی رائفل تو ایک آدمی کو دی اور خود چٹان کے کنارے بیٹھ کر نیچے پھسلنا شروع کیا۔ ابھی میرے پیر نیچے لگنے بھی نہیں پائے تھے کہ میرے دونوں ہمراہی یکے بعد دیگرے میرے دونوں طرف پھسل کر گرے اور انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں رائفل میرے حوالے کرتے ہوئے دریافت کیا کہ شیر کے غرانے کی آواز میں نے سنی یا نہیں؟ حقیقت یہ تھی کہ پھسلتے وقت کپڑوں کی رگڑ کی آواز کی وجہ سے میں نے کچھ نہیں سنا تھا۔ مزید دریافت کرنے پر ان لوگوں نے بتایا کہ انتہائی غصے میں غرانے کی آواز نزدیک سے آئی تھی لیکن یہ بتانے سے قاصر تھے کہ کس سمت سے آئی تھی۔ رات کو غذا فراہم کرنے کے لئے شیر غرا کر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرتے۔ میرے پاس صرف ایک غیر تسلی بخش جواب تھا کہ ہمارے کھلے ٹکڑے کے چھوڑنے کے بعد سے شیرنی متواتر ہمارا تعاقب کرتی رہی اور ہمیں کھڈ کے نیچے جاتے دیکھ کر نالے کے پتلے سرے پر ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے گھات لگا کر بیٹھ گئی تھی اور چونکہ اسی لحہ پھسل کر میں اس کی نظر سے اوجھل ہو گیا تھا اس لئے کھسیانی ہو کر اس نے غرانا شروع کر دیا تھا حالانکہ یہ جواب غیر معقول تصور کیا جاسکتا تھا کیونکہ محض خیالی طور پر یہ باور کر لینا کہ ان دو اشخاص کو نظر انداز کر کے صرف مجھے اپنے رات کے کھانے کے لئے منتخب کیا تھا یہ بات بعید از قیاس تھی۔

اب جس مقام پر ہم تینوں کھڑے تھے اس کے پیچھے وہی پھسلنی چٹان تھی۔ داہنی طرف ایک اور چٹان تھی جو آگے کی طرف جھکی ہوئی تھی اور پندرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فٹ بلند تھی۔ ایک چالیس فٹ اونچی چٹان بائیں طرف تھی جس کے کنارے پر بڑے بڑے اوندھے سیدھے پتھر تھے۔ کھڈ کی ریتیلی سطح جس پر ہم کھڑے تھے اندازاً چالیس فٹ لمبی اور دس فٹ چوڑی تھی۔ اس ریتیلی سطح کے نچلے حصے کے آر پار ایک شیشم کا ٹوٹا ہوا درخت پڑا تھا جس نے بند کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس کی وجہ سے ریت اکٹھی ہو گئی تھی۔ جھکی ہوئی چٹان کی دیوار اس درخت سے صرف بارہ یا پندرہ فٹ اونچی تھی انتہائی خاموشی اور پیروں کی آہٹ کئے بغیر میں پھسلنی چٹان کے کونے پر پہنچا تو خوش قسمتی سے ریتیلی سطح کو چٹان کے گھوم کے آخری سرے تک پایا۔

اس چٹان کے بارے میں بہت کچھ وضاحت کرنے کے بعد اس کی مشابہت لکھنے کی ایک دیو قامت سلیٹ سے کر سکتا ہوں۔ جس کی نیچے کی موٹائی دو فٹ تھی اور اوپر کا حصہ قائم الزاویہ نہیں تھا لیکن دیکھنے میں سیدھا معلوم ہوتا تھا۔

جیسے ہی میں اس بڑی چٹان کے باہر نکلا اور میں نے اپنے داہنے کندھے کے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خود کو شیر کے بالمقابل کھڑا پایا۔

اب جو صحیح نقشہ اس واقعے کا پیش کروں گا اس کو غور سے ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔ چٹان کے پیچھے ریتیلی سطح بالکل چپٹی تھی۔ اس کے داہنی طرف پندرہ فٹ اونچی چکنی سلیٹ تھی جو آگے کی طرف جھکی تھی اور بائیں جانب گھسا پٹا بند تھا۔ اس کی بلندی بھی پندرہ فٹ تھی اور اس کے اوپر گھنی خاردار جھاڑیاں لٹکی ہوئی تھیں اور بالکل آخیر میں اسی طرح کی ایک چٹان تھی جس پر میں پھسل کر نیچے اترا تھا لیکن قدرے اونچی ریتیلی سطح تین طرف قدرتی دیواروں سے گھری ہوئی تھی جس کا درمیانی رقبہ بیس فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا تھا' جہاں شیرنی اپنے اگلے پیر آگے پھیلائے اور پچھلے پیر اپنے جسم کے نیچے دبائے بیٹھی تھی۔ اس کا سر پنجوں سے چند انچ اونچا تھا۔ اس کا قد



آٹھ فٹ تھا جو ہلاک کرنے کے بعد ناپنے سے معلوم ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی مسکراہٹ اس سے مشابہ تھی جو عام طور پر کتوں کے چہروں پر اپنے آقا کی کافی عرصے غیر حاضری کے بعد گھر واپس آنے پر خوش آمدید کہنے کے لئے ہوتی ہے۔

میرے ذہن میں دو خیالات کی لہر دوڑی۔ ایک تو یہ کہ میں پیش قدمی کروں اور دوسری یہ کہ پیش قدمی اس طرح کی جائے کہ نہ تو شیرنی کو انتباہ ہو اور نہ وہ مضطرب ہونے پائے۔

رائفل میرے داہنے ہاتھ میں تھی اور اس کی نال قطر میں سینے کے سامنے اور بائیں کندھے کے اوپر نکلی ہوئی تھی۔ سیفٹی کیچ بند تھا اور شیرنی کی سیدھ میں لانے کے لئے مجھے رائفل کی نال تین چوتھائی دائرے کے مساوی گھمانے کی ضرورت تھی۔

ایک ہاتھ سے رائفل کو گھمانے کا عمل بہت آہستہ اور نہایت محتاط طریقے پر شروع کیا گیا۔ جب چوتھائی حصہ گھما چکا تو رائفل کا کندہ میرے داہنے کندھے کے آڑے آیا۔ اب ضرورت اس کی تھی کہ اپنے ہاتھ کو آگے بڑھاؤں۔ چنانچہ جیسے ہی کندہ میرے جسم سے الگ ہوا میں نے آہستہ آہستہ رائفل کی نالی کو شیرنی کی سیدھ میں لانے کا عمل جاری رکھا۔ میرا ہاتھ اب بالکل سیدھا ہو گیا تھا اور رائفل کا وزن میرے داہنے ہاتھ پر اثر ڈالنے لگا تھا۔ صورت یہ تھی کہ نال کو تھوڑا اور گھمانا باقی تھا اور شیرنی جس نے اس دوران ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنی آنکھیں میرے چہرے سے نہیں ہٹائی تھیں اسی طرح مسکراتے چہرے سے میری طرف تکے جا رہی تھی۔

رائفل کو تین چوتھائی دائرے میں گھمانے میں کتنا وقت صرف ہوا میں نہیں کہہ سکتا۔ شیرنی کی آنکھوں کی طرف مستقل آنکھیں جمائے رکھنے کی وجہ سے رائفل کی نال کی حرکت نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ میرا داہنا ہاتھ قطعی شل ہو چکا تھا اور مزید گھمانے کی سکت باقی نہیں رہی تھی۔

بہر حال رائفل کو شیرنی کی سیدھ میں لانے کا عمل آخر کار مکمل ہوا اور ایک سیکنڈ ضائع کئے بغیر میں نے لبلبی دبا دی۔

گولی چلنے کی آواز اس محدود حصے میں کئی گنا زیادہ سنائی دی اور گونج کر واپس لوٹنے کی جھرجھراہٹ بھی محسوس ہوئی لیکن ان معقول احساسات کے علاوہ کہ رائفل چلی تھی گولی چلنے کے فوری اثرات جو مجھ پر ہوئے وہ اس ڈراؤنے خواب کی طرح تھے جن میں نہایت خطرناک لمحات میں رائفل کی لبلبی دبائی جاتی ہے لیکن گولی نہیں چلتی۔

چند سیکنڈ تک شیرنی قطعی ساکت رہی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ پھیلے ہوئے پنجوں پر اس کا سر آ کر رک گیا اور اسی وقت اس کے زخم سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ گولی نے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر اس کے دل کو پاش پاش کر دیا تھا۔

وہ دو اشخاص جو مجھ سے چند گز پیچھے آ رہے تھے اور چٹان کی موٹائی کی آڑ کی وجہ سے شیرنی کو نہیں دیکھ سکتے تھے میرے رک کر گردن گھمانے پر کھڑے ہو گئے تھے۔ جبلی طریقے پر ان کو احساس ہو گیا تھا کہ میں نے شیرنی کو دیکھ لیا تھا اور میری حرکات سے اس حقیقت کا بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ مجھ سے بہت نزدیک تھی۔ مادھو سنگھ نے بعد میں بتایا کہ وہ مجھ سے کہنے ہی والا تھا کہ انڈے پھینک کر دونوں ہاتھوں سے رائفل پکڑ لوں۔ رائفل چلانے کے بعد جیسے ہی میں نے اس کی نال اپنے جوتے کی نوک پر رکھ کر مادھو سنگھ کو اپنے ہاتھ سے انڈے لینے کا اشارہ کیا اس نے فوراً آ کر میرے ہاتھ سے انڈے لے لئے اس لئے کہ اچانک میرے پیروں نے جواب دے دیا تھا اور بمشکل تمام زمین پر گرے ہوئے درخت تک پہنچ کر اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے



پنجے دیکھنے سے قبل ہی میں سمجھ گیا تھا کہ میں نے چوگڑھ کی شیرنی کو ہمیشہ کی نیند سلا کر اس کی روح کو ان حسین شکار گاہوں میں تا ابد گھومنے کے لئے چھوڑ دیا تھا اور جس قینچی نے اس کو چونسٹھ اشخاص کی زندگی کا دھاگہ کاٹنے میں مدد دی تھی، آج اس کی قسمت کا پاسا پلٹنے کی وجہ سے اسی قینچی نے اس کی زندگی کا کام تمام کر دیا تھا۔

آپ کے خیال سے تین چیزیں جو میرے خلاف جا سکتی تھیں دراصل میرے موافق تھیں۔

(۱) میرے بائیں ہاتھ میں انڈوں کا ہونا۔
(۲) ہلکی رائفل کا ساتھ لے کر چلنا۔
(۳) شیر کا آدم خور ہونا۔

اگر میرے ہاتھ میں انڈے نہ ہوتے تو لامحالہ میرے دونوں ہاتھ رائفل پر ہونے چاہئے تھے اور جب میں نے اتنے نزدیک سے شیر کو دیکھا تھا تو فطری طور پر اپنا رخ شیر کی جانب کرنے کے لئے گھومنا پڑتا اور موجودہ صورت میں اپنے جسم کو حرکت نہ دینے کی وجہ سے میں نے شیر کو چوکنا نہ ہونے دیا بصورت دیگر وہ ہوشیار ہو جاتا۔ اگر رائفل ہلکی نہ ہوتی تو اپنی مرضی کے مطابق اس کو گھما کر اور ہاتھ سیدھا کر کے چلانا غیر ممکن تھا اور آخر میں اگر شیر آدم خور نہ ہوتا اور اس کو اندازہ ہو جاتا کہ اس کے بھاگنے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا تو فوراً ہمارے درمیان سے نکلنے کی کوشش کرتا اور عام طور پر ایسی صورت میں نتائج مہلک ہوتے ہیں۔

جس دوران یہ دونوں اشخاص بچھڑے کو آزاد کرنے اور اس کے رسے کو ایک زیادہ خوشگوار کام میں استعمال کرنے کے لئے لمبا طواف کر کے پہاڑ کے اوپر گئے میں چٹان کے اوپر چڑھا اور انڈے ان کے اصلی مالک کو واپس کر دیئے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اپنے اور شکاری بھائیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرح میں بھی کمزور اعتقاد والا ہوں۔ ایک سال میں تین مرتبہ طویل عرصے تک پے در پے شیر کو مارنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا اور اب چند منٹ کے لئے انڈے ہاتھ میں رکھنے سے میری قسمت بدل گئی۔

یہ انڈے جو اس وقت میری مٹھی میں محفوظ رہے تھے۔ چٹان کے دبے ہوئے حصے میں جو گھونسلے کا کام دے رہا تھا رکھتے وقت تک گرم تھے اور جب آدھ گھنٹے بعد میں دوبارہ اسی چٹان کے نزدیک سے گزرا تو وہ انڈے سینے والی ماں کے پروں میں غائب ہو چکے تھے۔ اس چڑیا اور چٹان کی بیچ رنگی بندکیوں اور ماحول کے رنگوں میں اس درجہ امتزاج تھا کہ چڑیا کی اس جگہ موجودگی کا احساس بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

مینوں کی دیکھ بھال کی وجہ سے بچھڑا اس درجہ ہل گیا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد ان دو اشخاص کے پیچھے پالتو کتے کی طرح نہایت اطمینان سے پہاڑ کے نیچے اترا۔ شیر کو سونگھا اور اسی کے برابر لیٹ کر اظہار اطمینان کے طور پر جگالی کرنے لگا اور ہم نے ان اشخاص کی لائی ہوئی ایک موٹی بَلی پر شیر کو باندھا۔

میں نے مادھو سنگھ سے کئی مرتبہ کہا کہ بنگلے جا کر مدد کے لئے کچھ لوگوں کو ساتھ لے آئے لیکن وہ اس بات کے سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوا اس لئے کہ آدم خور شیرنی کو اٹھا کر لے جانے کا اعزاز کسی اور کی شراکت کے ساتھ قبول کرنے کے لئے قطعی تیار نہیں تھا۔ اس کے نزدیک اپنے ساتھی کی مدد سے شیرنی کو اٹھا کر لے جانا ایسا مشکل کام نہ تھا اور اس کو یقین تھا کہ میں بھی ان کی مدد کرتا جاؤں گا۔ ہم تینوں کافی تندرست تھے جن میں سے دو تو بچپن سے بھاری سامان اٹھانے کے عادی تھے اور تیسرا شخص زندگی میں انتہائی تکالیف برداشت کرنے کا عادی ہو چکا تھا باوجود اس کے یہ انتہائی کٹھن کام تھا۔



جس پگڈنڈی سے ہم آئے تھے وہ بہت پتلی اور بل دار تھی اور لمبا بانس جس پر شیرنی بندھی تھی اس راستے سے نکالنا دقت طلب تھا۔ اس لئے ہم کو آرام کرنے اور اپنے کندھوں پر بانس کے نیچے تہہ کئے ہوئے کپڑوں کو درست جگہ پر رکھنے اور سانس لینے کی خاطر متعدد بار رکنا پڑا۔ ہم رس بھری اور جنگلی گلاب کی جھاڑیوں کے درمیان سے گزر کر پہاڑ پر سیدھے چڑھے جس کی وجہ سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ ہمارے کپڑے پھٹ کر جھاڑیوں میں اٹک کر رہ گئے کانٹوں کی رگڑ سے ہمارے جسم میں کافی زخم آئے جس کی وجہ سے کئی دن تک نہانے میں سخت تکلیف ہوئی۔

ہمارے گرد پہاڑوں پر ابھی تک سورج کی روشنی باقی تھی اور تین خستہ حال اور بے حد خوش انسان مع ایک بچھڑے کے شیرنی کو کالا آگار کے ڈاک بنگلے لے کر جا رہے تھے۔ اس دن شام سے آج تک ان سیکڑوں میل پہاڑوں پر پھیلے ہوئے رقبے میں جہاں گزشتہ پانچ سال سے چوگڑھ کی شیرنی نے تہلکہ مچا رکھا تھا، نہ تو کوئی شخص زخمی ہوا اور نہ ہلاک ہوا۔

میرے سامنے دیوار پر جو نقشہ آویزاں ہے اس پر میں نے ایک اور × کا نشان جس دن شیرنی ہلاک ہوئی تھی لگا دیا ہے۔ یہ نشان کالا آگار سے دو میل مغرب کی جانب ہے اور اس کے نیچے جو تاریخ لکھی ہے وہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء ہے۔

شیرنی کے پنجے کٹے ہوئے تھے، ایک بڑا دانت ٹوٹا تھا اور سامنے کے دانت گھس کر مسوڑھوں تک باقی رہ گئے تھے۔ ان ہی خامیوں کی وجہ سے وہ آدم خور بن گئی تھی اور کسی چیز کو ایک دم ہلاک کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس نے انسانوں کو خود ہلاک کرنے کا سلسلہ اس دن سے شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا تھا جب سے میں نے اپنے گزشتہ قیام کے دوران اس کے بچے کو اتفاقیہ ہلاک کر دیا تھا۔

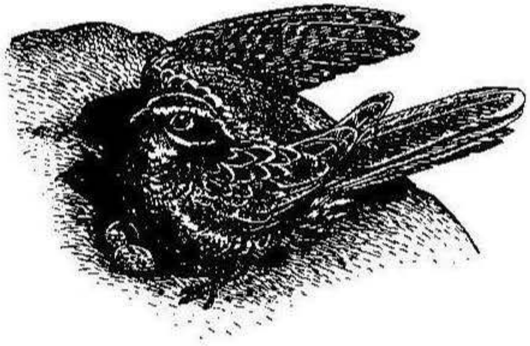

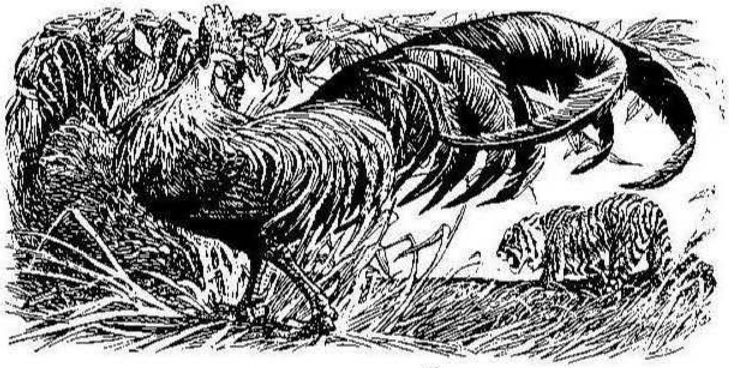

# پوال گڑھ کا کنوارا شیر

☆

ہمارے موسم سرما کے گھر سے تین میل دور سبز رنگ کی گھاس کا ایک ٹکڑا تھا جو چاروں طرف سے بہت بڑے اور گھنے درختوں سے گھرا تھا اور ان پر لمبی بیلیں چڑھی تھیں۔ اس ٹکڑے کی خوب صورتی الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ میں نے اس شیر کو سب سے پہلے اسی ٹکڑے میں دیکھا تھا وہ یوپی میں پوال گڑھ کے کنوارے شیر کے نام سے موسوم تھا اور پورے صوبے کے باشندوں کا خیال تھا کہ اس شیر کو صرف ماہر شکاری ہی ہلاک کر سکے گا۔

موسم سرما کی ایک صبح آفتاب ابھی طلوع ہونا شروع ہوا تھا کہ میں ابھری ہوئی زمین کے سب سے اونچے ٹیلے سے سامنے والی زمین کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس ٹکڑے کے آگے صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ تھا جس کے کنارے دو درجن جنگلی مرغیاں گھاس پر پھیلے ہوئے پتوں کو جن پر شبنم کی بوندیں موتی کی طرح چمک رہی تھیں اپنے پنجوں سے کھرچ رہی تھیں اور پچاس سے زیادہ چیتل گھاس کھانے میں مصروف تھے۔ میں ایک کٹے ہوئے درخت کے کرسی نما تنے پر بیٹھا اس حسین منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اچانک میرے نزدیک نر چیتل نے اپنا سر اٹھایا مڑ کر میری طرف دیکھا اور بولنا شروع کیا۔ اسی لمحے میرے بالکل نیچے جھاڑیوں سے شیر بر آمد ہوا۔ کھڑے ہو کر غایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درجہ متکبرانہ انداز میں سر اونچا اٹھا کر اس حسین منظر سے اپنی آنکھیں سیر کیں اور نہایت اطمینان سے اس ٹکڑے کو عبور کرنا شروع کیا۔ اس کے بدن پر موسم سرما کے نئے اور گھنے بال سورج کی سنہری کرنوں میں نہایت خوبصورت معلوم ہو رہے تھے۔ شاہانہ انداز میں اپنے سر کو کبھی داہنے کبھی بائیں طرف گھماتا ہرنوں کی بنائی ہوئی چوڑی روش پر خراماں خراماں چلتا رہا۔ چشمے کے کنارے پہنچ کر سینے کے بل لیٹا۔ اپنی پیاس بجھائی اور ایک زقند بھر کر چشمے کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ جس دوران شیر اس ٹکڑے سے گزر رہا تھا ہر قسم اور ہر رنگ کے چرند اور پرند جو اس وقت موجود تھے اپنی اپنی بولیاں بول کر اس کی شان میں قصیدے اور عہد اطاعت پیش کرتے رہے تھے۔ جنگل میں داخل ہونے سے پہلے شیر نے اپنا رخ اس ٹکڑے کی طرف موڑا اور جنگل کے باسیوں کے خراج تحسین پیش کرنے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تین مرتبہ گرج کر جنگل میں غائب ہو گیا۔

کنوارا شیر اس دن کافی دور نکل آیا تھا۔ اس کی اصل کمین گاہ چھ میل دور ایک کھڈ میں تھی۔ یہ اس کی دانش مندی کا ثبوت تھا اس لئے کہ کوئی شکاری بغیر ہاتھی پر سوار ہوئے اس کھڈ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ کھڈ دو سیدھی نیچائی والے پہاڑوں کے درمیان تھا جن کی بلندی ایک ہزار فٹ سے کم نہیں تھی۔ کھڈ آدھ میل لمبا تھا اور اس کے اگلے سرے پر بیس فٹ اونچا چشمہ تھا۔ جس مقام پر لال مٹی کو کاٹ کر اس کا پانی گزرتا تھا اس کی چوڑائی صرف چار فٹ رہ گئی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر شیر کو صرف پیدل چل کر ہی ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ اس محفوظ کھڈ اور رات کو شکار نہ کھیلنے پر حکومت کی پابندی کا نتیجہ تھا کہ یہ شیر اب تک اپنی کھال بچائے پھر رہا تھا۔

بچھڑا باندھ کر اس کو ہلاک کرنے کی کوشش کے باوجود ابھی تک اس پر ایک گولی بھی نہیں چلائی جا سکی تھی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ دو مرتبہ



شکاریوں کی زد سے بچ کر نکل گیا تھا۔ پہلی مرتبہ ایک مکمل اور کامیاب ہانکے کے بعد فریڈ اینڈرسن کی رائفل کے سامنے مچان پر بندھی ہوئی رسی کے حائل ہونے کی وجہ سے اور دوسری مرتبہ اس وقت جب ہانکا شروع ہونے سے پہلے ہی شیر مچان پر پہنچ گیا اور ہیوش ایڈی کو اپنا پائپ بھرنے میں مصروف پایا۔ دونوں مرتبہ اس کو چند گز کے فاصلے سے دیکھا گیا تھا۔ اینڈرسن کے کہنے کے مطابق وہ شیٹ لینڈ ٹٹو کے برابر تھا اور ایڈی کے اندازے میں گدھے کے برابر۔

ان دو واقعات اور چند اور ناکام کوششوں کے بعد جو پہلے کی جا چکی تھیں میں کمشنر ونڈھم کو شیر کے پنجوں کے تازہ نشانات دکھانے لے گیا جو میں نے اسی دن صبح دو جنگلوں کے درمیان آگ سے محفوظ رکھنے والے راستے پر دیکھے تھے۔ آگے چل کر یہی راستہ شیر کے کھڈ کے نزدیک سے گزرتا تھا۔ شیروں کے بارے میں ونڈھم کی واقفیت پورے ہندوستان میں سب سے زیادہ تھی۔ ونڈھم کے ہمراہ ان کے دو نہایت تجربہ کار شکاری بھی تھے۔ ان تینوں ماہرین نے پنجوں کے نشانات کا غور سے معائنہ کیا اور ان کو ناپنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ دو کھونٹوں کے درمیان شیر کی لمبائی دس فٹ تھی۔ لیکن شکاریوں میں سے ایک کے اندازے میں دس فٹ پانچ انچ اور دوسرے کے اندازے میں دس فٹ چھ انچ سے بھی زیادہ تھی بہرحال سب کی متفقہ رائے تھی کہ اس سے بڑا شیر ان لوگوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

۱۹۳۰ء میں محکمہ جنگلات نے اس کنوارے شیر کے غار کے قرب وجوار میں زور و شور سے درختوں کی کٹائی کا کام شروع کیا جس کی وجہ سے ناخوش ہو کر شیر اپنی کمیں گاہ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ بات مجھے ان دو شکاریوں کی زبانی معلوم ہوئی جنہوں نے محکمہ جنگلات سے اس شیر کو ہلاک کرنے کے لئے اجازت نامے حاصل کئے تھے۔ شکار کھیلنے کے پاس مہینے میں صرف پندرہ دن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لئے کار آمد ہوتے تھے۔ اس سال پورے موسم سرما میں متعدد شکاریوں نےاس شیر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن کسی کو دکھائی بھی نہیں دیا۔

جاڑے ختم پر تھے۔ ایک بوڑھا ہرکارہ جو ہر دن صبح ہمارے مکان کے دروازے کے سامنے سے گزرتا تھا اور سات میل دور ایک گاؤں میں ڈاک پہنچا کر شام کو واپس لوٹتا تھا میرے پاس آیا اور اطلاع دی کہ اس دن صبح جاتے وقت اس نے راستے میں اتنے بڑے شیر کے پنجے دیکھے تھے جو اس کی تیس سال کی نوکری کے دوران پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔ اس نے بتایا کہ شیر مغرب کی جانب سے آیا تھا اور سڑک پر دو سو گز چلنے کے بعد بادام کے درخت کے قریب سے جو ایک راستہ مشرق کی طرف جاتا تھا اس پر چلا گیا۔ یہ درخت ہمارے گھر سے دو میل کے فاصلے پر تھا اور ایک مشہور نشان بھی تھا۔ جو راستہ شیر نے اختیار کیا تھا وہ آدھ میل بہت گھنے جنگل سے گزر کر ایک راج بہے کے درمیان سے ہوتا ہوا مویشیوں کی پگڈنڈی سے جا ملتا تھا۔ یہ پگڈنڈی دامن کوہ کے گرد گھوم کر ایک گہرے اور گھنے درختوں والے کھڈ میں داخل ہو جاتی تھی جو شیروں کی مقبول رہائش گاہ تھی۔

دوسرے دن علی الصباح روبن کو اپنے ساتھ لے کر اس مقام تک پہنچنے کے قصد سے روانہ ہوا جہاں مویشیوں کی پگڈنڈی وادی میں داخل ہوتی تھی کیونکہ اس جگہ وادی میں داخل ہونے اور وادی سے باہر نکلنے والے تمام جانورں کے پیروں کے نشانات دکھائی دیتے تھے۔ جس وقت ہم روانہ ہوئے روبن کو ہمارے مقصد کا صحیح اندازہ ہوگیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ راستے میں اڑنے والی جنگلی مرغیوں یا بالکل نزدیک پہنچ کر کاکڑ کے بھوکنے اور دو سانبھروں پر جو ہمیں دیکھ کر فوں فوں کرتے رہے روبن نے کوئی توجہ نہیں دی۔ جہاں مویشیوں کی پگڈنڈی وادی میں داخل ہوتی تھی اس حصے کی زمین سخت اور پتھریلی تھی۔ ہمارے وہاں پہنچنے پر روبن نے سر جھکا کر احتیاط سے



پتھروں کو سونگھنا شروع کیا اور میرے اشارہ دینے پر مجھ سے ایک گز آگے پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ اس کی اس غیر معمولی حرکت سے میں سمجھ گیا تھا کہ اس کو شیر کے پنجوں کی بو آگئی تھی اور وہ بھی تازہ نشانات سے۔ سو گز آگے جا کر جہاں یہ راستہ چوڑا ہوگیا تھا اور پہاڑ کے دامن سے گزرتا تھا اس کی مٹی ملائم تھی۔ مجھے اسی راستے پر شیر کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے اور صحیح اندازہ ہوگیا کہ ہم کنوارے شیر کے بالکل پیچھے چل رہے تھے اور اس کا فاصلہ ہم سے ایک یا دو منٹ کا تھا۔ ملائم زمین سے آگے تین سو گز تک پگڈنڈی پتھریلی زمین سے گزر کر سیدھے ڈھال سے کھلے میدان میں داخل ہوئی تھی۔ اگر شیر اسی راستے پر چلتا رہا تو ہمیں کھلے میدان میں دکھائی دینا چاہئے۔ پچاس گز آگے چل کر روبن نے اپنے منہ کو اوپر نیچے گھما کر بائیں طرف والی گھاس کو سونگھا اور نزدیک والی دو فٹ اونچی گھاس میں داخل ہوگیا۔ گھاس کے اگلے سرے پر کلیروڈینڈرم کی جھاڑیاں تھیں جن کی اونچائی پانچ فٹ تک ہوتی ہے' چوڑے پتے ہوتے ہیں اور اوپر گچھے والے پھول۔ سایہ دار ہونے کی وجہ سے شیر چیتل اور سانبھر اس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ان سایہ دار جھاڑیوں کے نزدیک پہنچ کر روبن کھڑا ہوگیا اور پیچھے کی طرف چلنا شروع کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جھاڑیوں کے اندر نہیں دیکھ سکتا تھا اور میں اس کو گود میں لے کر چلوں۔ چنانچہ میں نے اس کو اٹھایا اس کے پچھلے پیر اپنے کوٹ کی بائیں جیب میں ڈالے اور جب اس نے اگلے پیر جیب کے کناروں پر جمالئے تو وہ محفوظ تھا اور میرے دونوں ہاتھ رائفل استعمال کرنے کے لئے آزاد ہوگئے تھے۔ ایسے موقعوں پر روبن بے حد مستعد اور پر سکون ہونے کا ثبوت دیتا تھا اور کسی جانور پر بندوق چلاتے وقت یا اس کے بعد نہ تو ہلتا تھا اور نہ کسی اسلحہ کے استعمال میں حائل ہوتا تھا۔ ہم نے محتاط طریقے پر آدھا راستہ طے کیا ہوگا کہ میں نے جھاڑیوں میں حرکت محسوس کی۔ شیر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنا وقت دے کر کہ وہ جھاڑیوں سے باہر نکل جائے میں اس امید پر آگے بڑھا کہ شاید کھلے میدان میں دکھائی دے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جب میں نے روبن کو نیچے اتارا تو اس نے بائیں طرف گھوم کر نزدیک والے کھڈ میں شیر کے اترنے کی علامت ظاہر کی۔ یہ کھڈ ایک تنہا پہاڑ کے دامن تک چلا گیا تھا جہاں شیروں کے رہنے کے متعدد غار تھے۔ اس وقت میرے پاس شیر سے نزدیک سے نمٹنے کے لئے مناسب ہتھیار نہیں تھا اور ناشتے کا وقت بھی ہو گیا تھا اس لئے روبن کے ہمراہ گھر واپس آگیا۔

ناشتے کے بعد ۴۵۰ء رائفل لے کر تنہا واپس لوٹا اور جیسے ہی اس پہاڑ کے نزدیک پہنچا جسے پرانے زمانے میں مقامی باشندے گورکھا حملہ آوروں کو پسپا کرنے اور اپنی فوج کی تنظیم نو کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے میں نے ایک بھینس کی گردن کی بڑی گھنٹی کی گونج اور کسی شخص کے چلانے کی آواز سنی۔ یہ آوازیں پہاڑ کے اوپر سے آرہی تھیں جس کا رقبہ آدھ ایکڑ کے برابر ہو گا اور اوپر کا حصہ چپٹا تھا۔ چنانچہ میں اوپر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص درخت پر چڑھا اپنی کلہاڑی کے پچھلے حصے کو ایک سوکھے تنے پر مار رہا تھا اور شور مچا رہا تھا اور اسی درخت کے تنے سے لگی اس کی بھینسیں کھڑی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ صاحب آپ عین وقت پر میری اور میری بھینسوں کی اس شیطان اونٹ کے برابر شیر سے جان بچانے آگئے یہ کم بخت گھنٹوں سے ہماری جان کے پیچھے پڑا تھا۔ اس کے بیان سے ظاہر ہوا کہ میرے اور روبن کے گھر جانے کے بعد جوں ہی اس نے بانس کے درخت سے اپنی بھینسوں کے لئے پتیاں توڑنی شروع کیں اس نے شیر کو اپنی جانب آتے دیکھا چنانچہ شور مچا کر شیر کو بھگانے کی کوشش کی لیکن بجائے بھاگنے کے اس نے غرانا شروع کیا۔ خوفزدہ ہو کر یہ شخص نزدیک ترین درخت پر چڑھ گیا۔ بھینسیں بھی اس کے ساتھ بھاگیں اور اسی درخت کے تنے سے لگ کر کھڑی ہو گئیں۔ شیر نے



پروا نہ کرتے ہوئے اس درخت کا طواف کرنا شروع کیا اور جس طرف شیر گھومتا بھینسیں بھی اسی سمت گھومتی رہیں اور اپنی نگاہیں اس پر جمائے رکھیں۔ غالباً شیر نے آپ کے آنے کی آہٹ سن لی تھی کیونکہ ابھی چند منٹ پہلے ہی غائب ہو گیا تھا۔ یہ شخص میرا ایک پرانا دوست تھا جو کھیا سے ناچاقی سے پہلے اس کی بندوق سے ان جنگلات میں کافی شکار کھیلتا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ مہربانی فرما کر مجھے اور میری بھینسوں کو بحفاظت جنگل سے باہر پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اس کو آگے چلنے کا اشارہ دے کر میں نے اس کے پیچھے چلنا شروع کیا تاکہ کوئی بچھڑنے نہ پائے۔ شروع میں تو بھینسوں نے اپنی صف توڑنا پسند نہیں کیا لیکن جوں جوں آگے بڑھتے گئے وہ ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگیں۔ پہاڑ کے اوپر والے چپٹے میدان کا آدھا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ہماری داہنی طرف سے شیر کے گرجنے کی آواز سنائی دی۔ اس شخص نے اپنی رفتار تیز کی اور میں نے بھینسوں کو ہنکایا تاکہ درمیان کے ایک میل کے گھنے جنگل اور راج بہے سے نکل کر میرا دوست اور اس کی بھینسیں اپنے گاؤں پہنچ سکیں۔

جانوروں کو ہلاک کرنے کی بجائے ان کی تصاویر لینے کے بارے میں میری کافی شہرت ہو چکی تھی۔ چنانچہ خدا حافظ کہنے سے پہلے میرا دوست کہنے لگا کہ اس مرتبہ تصویر لینے کی بجائے شیر کو ہلاک کرنا مناسب ہو گا کیونکہ وہ ہر دن اس کی ایک بھینس کھا کر پچیس دن میں اس کو برباد کر سکتا تھا۔ اس کو امکانی کوشش کا یقین دلا کر میں الٹے پیر پہاڑ کے اوپر والے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد جو مجھ پر بیتی اس کی ہر تفصیل میرے ذہن کی گہرائیوں میں تاحیات محفوظ رہے گی۔

پہاڑ کے اوپر والے میدان پر پہنچ کر میں اس نیت سے بیٹھ گیا کہ آہوان صحرا یا کسی اور ذریعے سے مجھے شیر کی نقل و حرکت کا پتہ چل سکے۔ تین بجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سہ پہر کچھ تو تھکاوٹ کی وجہ سے اور کچھ سورج کی دل خوش کن حرارت کی وجہ سے میں نے غنودگی محسوس کی اور اپنے گھٹنوں پر سر رکھ کر اونگھنے لگا۔ چند منٹ بعد شیر کے گرجنے کی آواز سے میں جاگ گیا۔ اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفے سے شیر بولتا رہا۔

سیکڑوں میل کے گرد و نواح میں اتنی گھنی اور خار دار جھاڑیاں نہیں تھیں جتنی اس میدان اور سامنے والے پہاڑوں کے درمیان والی پٹی میں تھیں۔ میں نے شیر کا پتہ چلا لیا تھا۔ وہ گھنی جھاڑیوں والی پٹی کے آگے والے پہاڑوں پر تھا۔ مجھ سے اس کا فاصلہ ۳/۴ میل ہو گا اور جس انداز سے وہ بول رہا تھا وہ ظاہر کرتا تھا کہ اس کو مادہ کی تلاش تھی۔

میدان کے اوپری بائیں کنارے سے شروع ہو کر اور جس مقام پر میں بیٹھا تھا اس کے نزدیک سے گزرتا بیل گاڑیوں کے پہیوں سے بنا ہوا ایک راستہ تھا جو کسی زمانے میں چیڑ کے شہتیروں کو لے جانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور سیدھا اس طرف جاتا تھا جہاں شیر کے بولنے کی آواز آ رہی تھی لیکن پہاڑوں پر بہت اونچی گھاس تھی اور بغیر روبن کی مدد کے میرے لئے شیر کو تلاش کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ بجائے اس کے کہ میں اس کو تلاش کروں اس کو میری تلاش میں آنا چاہئے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس تک میری آواز پہنچنا مشکل تھی چنانچہ میں بیل گاڑی والے راستے پر چند سو گز بھاگا اپنی رائفل کو زمین پر لٹا کر ایک اونچے درخت کی چوٹی پر چڑھا اور تین مرتبہ شیرنی کی آواز نکالی۔ شیر نے فوراً اس کا جواب دیا۔ نیچے اتر کر جلدی سے رائفل اٹھائی اور وہی آواز نکالتے ہوئے پیچھے میدان کی طرف بھاگا لیکن درمیان میں مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں شیر کی گھات میں بیٹھ سکتا۔ جلد سے جلد کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا اس لئے کہ شیر بہت تیزی سے میرے نزدیک آتا جا رہا تھا۔ ایک غار دکھائی دیا جس میں بدبو دار پانی بھرا تھا



اس میں بیٹھنے کے خیال کو رد کرتے ہوئے میں شیر کے آنے والی سمت میں جہاں یہ راستہ جھاڑیوں والے ٹکڑے سے ملتا تھا کھلی جگہ پر شیر کے انتظار میں لیٹ گیا۔ یہاں سے پچاس گز تک یہ راستہ مجھے صاف دکھائی دیتا تھا اگر ایک جھاڑی میرے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا نہ کرتی تو کافی دور تک دکھائی دے سکتا تھا۔ اگر شیر نے وہی راستہ اختیار کیا جس کی مجھے توقع تھی تو میرا ارادہ تھا کہ اس کے اوٹ سے باہر نکلتے ہی اس پر گولی چلاؤں گا۔

رائفل کھول کر میں نے رائفل کے بھرے ہونے کا اطمینان کیا سیفٹی کیچ کھولا اور اپنی کہنیاں زمین پر ٹیک کر نہایت اطمینان سے شیر کے آنے والی سمت میں نشانہ لے کر اس کے انتظار میں لیٹ گیا۔ میدان سے باہر نکلنے کے بعد سے میں نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی اس لئے شیر کو سمت کا صحیح تعین کرانے کے لئے میں نے ہلکی آواز میں شیرنی کی آواز نکالی جس کا اس نے فوراً جواب دیا۔ فاصلہ اندازاً سو گز ہو گا اگر وہ صحیح راستے پر چلتا رہا تو تین سیکنڈ میں اس کو رکاوٹوں سے باہر آ جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ گننا شروع کیا جب اسی تک گن چکا تو مجھے جھاڑیوں میں اپنے داہنی طرف کچھ حرکت محسوس ہوئی۔ جھاڑیوں کا فاصلہ مجھ سے صرف دس گز تھا۔ آنکھیں گھما کر ادھر غور سے دیکھا تو چار فٹ اونچی جھاڑیوں کے درمیان سے ایک بہت بڑا سر برآمد ہوتا دکھائی دیا۔ ویسے تو شیر کا جسم جھاڑیوں کے اندر ایک یا دو فٹ رہ گیا ہو گا لیکن مجھے صرف اس کا سر دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے ہی میں نے اپنی رائفل کو آہستہ آہستہ اس کی طرف موڑ کر شست کے درمیان سے دیکھا تو اس کا سر صحیح زاویہ پر نہیں تھا۔ میرے گولی چلاتے وقت اس کا سر نیچے جھکا ہوا تھا چنانچہ میں نے اس کی داہنی آنکھ کے ایک انچ نیچے نشانہ لے کر لبلبی دبا دی۔ اس کے آدھ گھنٹے بعد تک خوف کی وجہ سے میرا دم نکلا رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بجائے اس کے کہ اس کا گرتے ہی دم نکل جاتا' جیسا میرا اندازہ تھا' شیر بالکل سیدھا اچھل کر پورے قد سے ہوا میں معلق ہو کر پیچھے کی طرف ایک فٹ موٹے درخت پر گرا جو کبھی طوفان کی وجہ سے تباہ ہو گیا تھا لیکن ابھی تک سبز تھا۔ ناقابل یقین انتقامی جذبے سے اس نے درخت پر حملہ کیا اور اس کے چیتھڑے اڑا دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ غضبناک انداز میں متواتر گرجتا رہا اور ایسی بھیانک آواز نکال رہا تھا جیسے اپنے بدترین دشمن کی دھجیاں بکھیر رہا ہو۔ میرے جسم کا خون منجمد ہوتا جا رہا تھا۔ درخت کی شاخیں اس طرح جھونکے کھا رہی تھیں جیسے شدید آندھی چل رہی ہو حتیٰ کہ میرے نزدیک کی جھاڑیاں بھی ایسے لرز رہی تھیں جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ہر لمحہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی وقت بھی وہ مجھ پر حملہ کر دے گا کیونکہ گولی چلاتے وقت اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اس کو صحیح اندازہ تھا۔

میں اس درجہ خائف ہو چکا تھا کہ رائفل کو دوبارہ چارج کرنے کی بھی ہمت باقی نہیں رہی تھی کیونکہ ذرا سی آواز بھی اس کو میری طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ آدھ گھنٹے تک پسینے میں شرابور بائیں لبلبی پر انگلی رکھے ساکت لیٹا رہا۔ بالآخر درخت کی شاخیں اور جھاڑیاں ہلنا بند ہوئیں شیر کے گرجنے کی کثرت میں بھی کمی ہوئی اور آخرکار میرے سکون کے لئے آواز آنا بند ہو گئی۔ اس کے بعد بھی آدھ گھنٹے تک رائفل کے وزن سے بازو شل ہونے کے باوجود میں خاموش لیٹا رہا پھر رفتہ رفتہ اپنے پنجوں کے زور سے اپنے جسم کو پیچھے گھسیٹنا شروع کیا۔ تیس گز تک اسی طرح گھسٹنے کے بعد اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اور کافی جھک کر نزدیک تر درخت کی آڑ لینے بھاگا۔ چند منٹ کے بعد جب قطعی سکوت ہو گیا تو میں گھر واپس لوٹا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆ ☆

دوسرے دن صبح میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ واپس آیا جو درخت پر چڑھنے کا ماہر تھا۔ گزشتہ شام میری نظر ایک درخت پر پڑی تھی جو کھلے میدان کے کنارے پر تھا اور جہاں شیر گرا تھا اس سے چالیس گز دور تھا۔ ہم بہت احتیاط سے اس درخت کے قریب پہنچے میں تو درخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میرا ساتھی درخت پر چڑھ گیا درخت کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے ہر سمت بہت غور سے دیکھا اور منہ نیچا کر کے مجھے سرہلا کر بتایا کہ اسے کچھ دکھائی نہیں دیا۔ نیچے اتر کر مجھ سے کہنے لگا کہ کافی دور تک جھاڑیاں زمین پر بکھری پڑی تھیں لیکن شیر دکھائی نہیں دیا۔

میں نے دوبارہ اس کو درخت کی چوٹی پر واپس بھیجا اور ہدایت کی کہ وہ جھاڑیوں پر کڑی نگاہ رکھے اور اگر ان میں کسی قسم کی حرکت ہوتی دکھائی دے تو فوراً مجھے بتائے اور میں وہ جگہ دیکھنے آگے بڑھا جہاں گزشتہ شام شیر نے قیامت بپا کی تھی۔ اس کے اس غضبناک رویے کی وجہ ضرور تھی کیونکہ علاوہ اس کے کہ اس نے شاخیں توڑ دی تھیں اور درخت کے تنے کی چھال ادھیڑ دی تھی۔ کئی جھاڑیوں کو بھی یا تو جڑ سے اکھاڑ دیا تھا یا ان کو اپنے دانتوں سے چبا لیا تھا۔ ہر طرف خون کا چھڑکاؤ نظر آ رہا تھا اور نزدیک ہی دو جگہوں پر خشک خون کا ڈھیر اور ان کے قریب دو انچ موٹا ہڈی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا جو معائنے کے بعد شیر کی کھوپڑی کا ایک حصہ معلوم ہوا۔

اس جگہ سے کسی طرف خون بہنے کا سلسلہ جاتا دکھائی نہیں دیا اور نزدیک ہی دو مختلف جگہوں پر منجمد خون کا ڈھیر یہ ثابت کرتا تھا کہ شیر کہیں آس پاس موجود تھا۔ جو احتیاطی تدابیر گزشتہ شام جانے سے پہلے میں نے کی تھیں وہ اشد ضروری تھیں اس لئے کہ جب میں یہاں سے بھاگنے کی تیاری



کر رہا تھا تو میں دنیا کے انتہائی خونخوار اور خطرناک جانور سے صرف دس گز دور تھا اور وہ بھی زخمی شیر۔ اس جگہ کے گرد چکر لگانے پر ادھر ادھر خون کے نشانات دکھائی دیئے اور ان پتیوں پر بھی جن پر اس کا منہ رگڑتا گیا تھا۔

ان علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ جو راستہ شیر نے جانے کا اختیار کیا تھا وہ سیدھا دو سو گز دور ایک بہت بڑے سیمل کے درخت کی سمت جاتا تھا۔ چنانچہ میں واپس آ کر اس درخت کی چوٹی پر چڑھا جہاں میرا ساتھی پہلے سے موجود تھا تاکہ جس راستے پر میں جانے والا تھا اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر شیر کی موجودگی یا عدم موجودگی کا اطمینان کر لوں کیونکہ مجھ میں ایک بے چینی کی سی کیفیت تھی کہ شیر زندہ تھا۔ شیر سر پر گولی لگنے کے بعد نہ صرف کئی دن تک زندہ رہ سکتا ہے بلکہ بعض اوقات صحت یاب بھی ہو جاتا ہے۔ یہ بجا کہ اس شیر کے سر کی ایک ہڈی کا ٹکڑا گر گیا تھا لیکن چونکہ اس قسم کا واقعہ میرے تجربے میں پہلی مرتبہ پیش آیا تھا اس لئے میرے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل تھا کہ آیا یہ شیر چند گھنٹے یا چند دن زندہ رہے گا یا عمر طبیعی پر پہنچ کر مرے گا۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ کسی قسم کا خطرہ مول لئے بغیر ایک معمولی زخمی شیر سمجھ کر اس کا تعاقب کروں۔

درخت کی چوٹی پر پہنچ کر سیمل کے درخت کے گرد والی زمین کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ اس کے بائیں جانب دو درخت تھے۔ ایک تو منجمد خون کے ڈھیر سے تیس گز دور اور دوسرا اس سے پچاس گز آگے۔ اپنے ساتھی کو درخت پر چھوڑ کر نیچے اترا اپنی رائفل اور ایک دونالی بندوق اور سو کارتوسوں سے بھرا ایک تھیلا اٹھایا اور نہایت احتیاط سے نزدیک والے درخت کے قریب پہنچ کر اس پر اندازاً تیس فٹ کی اونچائی تک چڑھا۔ اپنی رائفل کو غلیل نما شاخ پر بالکل اپنے نزدیک ایک رسی سے باندھا تاکہ ضرورت پڑنے پر دقت نہ ہو اور اپنی بندوق میں چھوٹے چھروں والے کارتوس بھر کر دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخت کے قرب و جوار کی تمام جھاڑیوں میں یکے بعد دیگرے یہ سمجھ کر فائر کرتا رہا کہ شاید شیر زندہ ہو کیونکہ ایک زخمی شیر کے اگر ایک چھرا لگ جائے یا اس کے نزدیک فائر کیا جائے تو یا تو وہ غراتا ہے یا حملہ کرتا ہے۔ شیر کی موجودگی کی علامت نہ ملنے پر میں دوسرے درخت پر گیا اور پہلی مرتبہ کی طرح سیمل کے درخت کے نزدیک والی جھاڑیوں میں فائر کئے اور آخری کارتوس درخت پر چلا دیا۔ آخری مرتبہ فائر کرنے پر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شیر کے غرانے کی آواز سنائی دی لیکن مزید آواز نہ آنے کی وجہ سے میں نے اس کو صرف خیالی آواز تصور کیا میرا کارتوسوں کا تھیلا بھی خالی ہو گیا تھا اس لئے اپنے ساتھی کے ہمراہ گھر واپس آگیا۔

دوسرے دن صبح جب میں واپس آیا تو بھینسوں کا مالک اور میرا دوست میدان میں اپنے جانور چرا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اسے بہت اطمینان ہوا اور اس کی وجہ مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ شبنم کی وجہ سے گھاس ابھی تک نم تھی لیکن ہمیں ایک خشک حصہ مل گیا جہاں ہم دونوں نے بیٹھ کر سگریٹ پئے اور اپنے اپنے تجربات بیان کئے۔ جیسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں گزشتہ ایام میں میرا دوست کافی شکار کھیلا کرتا تھا اور تمام زندگی شیروں سے بھرے جنگلوں میں مویشی چرانے اور شکار کھیلنے کی وجہ سے جنگل کے بارے میں اس کی معلومات وسیع تھیں۔

جس دن میں نے اس کو چوڑے راج بھے کے نزدیک چھوڑا تھا میرے جانے کے بعد وہ دوسری طرف گیا اور خاموش بیٹھ کر جس سمت میں گیا تھا ادھر سے آنے والی مختلف آوازوں کو غور سے سنتا رہا۔ پہلے تو اس کو دو شیروں کے بولنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں اس کے بعد میرے رائفل چلانے کی آواز سنائی دی اور اس کے فوراً بعد اور کافی دیر تک شیر کے متواتر گرجنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور قدرتی طور پر اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میں نے



ان میں سے ایک شیر کو زخمی کر دیا تھا اور اسی نے مجھ کو ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرے دن صبح اسی جگہ واپس آنے پر وہ سو مرتبہ بندوق چلنے کی آواز سن کر دنگ رہ گیا اور آج صبح اپنا تجسس رفع کرنے کے لئے یہ جگہ دیکھنے آیا تھا کہ گزشتہ دو دن پہلے ہوا کیا تھا۔ خون کی بو سونگھ کر اس کی بھینسوں نے وہ جگہ بتائی جہاں شیر گرا تھا۔ اس نے دو جگہ منجمد خون بھی دیکھا اور نزدیک ہی ہڈی کا ٹکڑا بھی پڑا تھا۔ اس کے خیال میں کھوپڑی کا ایک ٹکڑا ٹوٹ جانے کے بعد کوئی جانور چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا اور اس کو شیر کے ہلاک ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ اس نے مع اپنے مویشیوں کے جنگل میں جا کر شیر کو تلاش کرنے پیشکش کی۔ میں نے شیروں کے تلاش کرنے کا یہ طریقہ استعمال کرنے کے بارے میں سنا تو تھا لیکن کبھی ذاتی تجربہ نہیں ہوا تھا چنانچہ جب میرا دوست اس پر راضی ہو گیا کہ اگر اس کے کسی مویشی کو نقصان پہنچا تو میں اس کی قیمت ادا کروں گا تو میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔

بھینسوں کو اکٹھا کر کے جن کی تعداد پچیّس تھی' اسی راستے پر جہاں گزشتہ دن میں نے پے در پے فائر کر کے چھروں کی بوچھار کر دی تھی' ایک قطار میں ہم نے سیمل کے درخت کی طرف چلنا شروع کیا۔ ہماری رفتار ہلکی تھی کیونکہ گردن کی برابر اونچی گھاس کے درمیان سے گزر رہے تھے اور گھاس ہٹا کر ہر قدم احتیاط سے لینا پڑتا تھا۔ علاوہ اس کے مویشیوں کو اکٹھا رکھنا بھی مشکل کام تھا اس لئے کہ قدرتی طور پر مویشی چلتے چلتے ادھر ادھر ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے ہی سیمل کے درخت کے نزدیک پہنچے جہاں گھاس کم تھی میری نظر خشک پتوں سے بھرے ایک غار پر پڑی جس کے اندر وزن سے دبے ہوئے خشک پتے تھے اور ان پر خون کی بوندیں تھی جو کچھ خشک ہو چکی تھیں کچھ ہونے والی تھیں اور ایک بالکل تازہ تھی اور جب میں نے اپنا ہاتھ رکھا تو زمین کا اتنا حصہ گرم پایا۔ شاید یہ بات قابل یقین نہ ہو کہ گزشتہ دن جب میں نے سو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کارتوس اسی نواح میں چلائے تھے تو شیر اسی غار میں موجود تھا اور اس وقت ہمیں اور مویشیوں کو دیکھ کر کسی طرف چلا گیا تھا۔ بھینسوں نے بھی خون دیکھ لیا تھا اور اپنے کھروں سے زمین کھود کر اور فوں فوں کر کے اظہار خوف کرنے لگیں۔ چونکہ شیر کے حملہ آور ہونے کے امکانات قوی تھے اس لئے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسی صورت میں ہم شیر اور بھینسوں کے درمیان پھنس جائیں اس لئے میں نے اپنے دوست کا بازو پکڑ کر گھمایا اور کھلے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ بھینسیں بھی ہمارے پیچھے چلنے لگیں۔ جب ہم محفوظ کھلے میدان میں پہنچ گئے تو میں نے اپنے دوست سے گھر جانے کے لئے کہا اور اس کو بتایا کہ میں تنہا شیر سے نمٹنے کے بعد اگلے دن گھر واپس آؤں گا۔

ہر دن گھر سے آنے اور واپس جانے کے لئے جو راستہ میں اختیار کرتا تھا وہ تھوڑی دور ملائم مٹی میں ہو کر گزرتا تھا اور آج چوتھے دن میں نے اس پر بہت بڑے نر شیر کے پنجے دیکھے۔ پنجوں کی مدد سے کھوج لگانے سے معلوم ہوا کہ سیمل کے درخت سے سو گز داہنی طرف یہ شیر گھنی جھاڑیوں میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ ایک غیر متوقع پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی اس لئے کہ اگر اس جنگل میں مجھے اب کوئی شیر دکھائی دیا اور اس کو نزدیک سے نہ دیکھ سکا تو یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گا کہ آیا وہ زخمی شیر تھا یا کوئی دوسرا شیر۔ بہر حال اس غیر معین حالت کا بھی وقت آنے پر سدباب کرنا پڑے گا اور قبل از وقت اپنے ذہن کو پریشان کرنا لاحاصل تھا چنانچہ جھاڑیوں میں داخل ہو کر سیمل کے درخت کے نیچے والے غار کی طرف روانہ ہوا۔

خون کے نشانات تو موجود تھے نہیں جن کی مدد سے میں کھوج لگا سکتا' اس لئے میں نے جھاڑیوں کے درمیان آڑا ترچھا چلنا شروع کیا جن میں چند انچ سے زیادہ آگے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں دس فٹ چوڑے ایک خشک راج بہے پر پہنچا۔ اس راج بہے کے اندر داخل ہونے سے



پہلے میں نے ایک نظر اوپر کی طرف ڈالی تو مجھے ایک شیر کا پچھلا بایاں پیر اور دم نظر آئی۔ شیر بالکل ساکت کھڑا تھا اور اس کے جسم کا بقیہ حصہ اور سر ایک درخت کے پیچھے چھپا تھا۔ شست لینے کی غرض سے پہلے تو میں رائفل کندھے کی طرف لے گیا لیکن پھر واپس لے آیا۔ شیر صرف دس گز دور تھا اور اس کی ٹانگ توڑ دینا بہت آسان تھا اور میرا ایسا کرنا صحیح بھی تھا اگر اس کا مالک ایک زخمی شیر ہوتا لیکن اس نواح میں دو شیر موجود تھے اور اگر غلط شیر کی ٹانگ توڑ دیتا تو میری پریشانیوں میں دوگنا اضافہ ہو جاتا۔ شیر نے اپنی ٹانگ آگے بڑھائی اور مجھے اس کے آگے چلنے کی آواز سنائی دی۔ جہاں مجھے شیر کھڑا دکھائی دیا تھا وہاں پہنچنے پر خون کے قطرے دکھائی دیئے لیکن اب پچھتانا بیکار تھا کہ اس کی ٹانگ کیوں نہیں توڑی اس لئے کہ کافی دیر ہو چکی تھی۔

چوتھائی میل آگے چل کر ایک چھوٹا چشمہ تھا اور یہ امکان تھا کہ زخم کی حالت بہتر ہونے کی صورت میں شیر اس چشمے پر اپنی پیاس بجھانے جا رہا ہو۔ چنانچہ اس کی راستے ہی میں خبر لینے کے لئے یا بصورت دیگر چشمہ پر پہنچ کر اس کا انتظار کرنے کی غرض سے میں نے شکار والا راستہ اختیار کیا جو مجھے معلوم تھا کہ چشمے پر جاتا تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور چلنے پایا تھا کہ میری بائیں طرف ایک سانبھر انتہائی خوف کے عالم میں بولا اور بے تحاشا جنگل کے اندر بھاگتا چلا گیا۔ اب صاف ظاہر تھا کہ میں شیر کے آمنے سامنے تھا۔ ابھی چند قدم آگے لئے تھے کہ مجھے خشک لکڑی کے چٹخنے کی آواز سنائی دی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز اس پر گری ہو۔ یہ آواز پچاس گز سے آئی تھی اور عین اس مقام سے جہاں سانبھر بولا تھا۔

یہاں جھاڑیاں چھ سے آٹھ فٹ تک اونچی تھیں جو اوپر سے کافی گھنی تھیں لیکن ان کے ڈنٹھلوں پر بہت کم پتے تھے جس کی وجہ سے دس پندرہ فٹ ان کے درمیان سے سامنے کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ میں نے تیس گز کا فاصلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور طے کیا ہو گا اور مجھے پوری امید تھی کہ اگر شیر حملہ آور ہوا تو سامنے کی طرف سے آئے گا کیونکہ میں کسی اور سمت فائر نہیں کر سکتا تھا۔ میری نظر ایک سرخ چیز پر پڑی جو شاخوں اور پتیوں کے جھروکوں سے رواں سورج کی کرنوں میں چمکتی دکھائی دی۔ خشک پتے بھی ہو سکتے تھے اور شیر بھی ہو سکتا تھا۔ دو گز داہنی طرف ہٹ کر مجھے یہ چیز صاف دکھائی دے سکتی تھی۔ چنانچہ اپنا سر بالکل زمین کے متوازی جھکا کر ہاتھ اور گھٹنوں کے بل یہ فاصلہ طے کرنے کے بعد جب میں کھڑا ہوا تو شیر میرے سامنے تھا۔ اسی انداز میں میری طرف رخ کیے وہ بھی میری تاک میں کھڑا تھا اور سورج اس کے بائیں کندھے پر چمک رہا تھا۔ دو گولیاں لگنے کے بعد دوسری طرف لڑھک کر بغیر آواز نکالے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

اس کے نزدیک کھڑے ہو کر میں نے اس کے خوبصورت متناسب جسم پر نظر ڈالی تو اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ میں اس کے پیر کو بھی دیکھوں اس لئے کہ بلاشبہ میرے سامنے 'پوال گڑھ کا کنوارا شیر' پڑا تھا۔

شیر پر چار دن پہلے جو گولی چلائی تھی اس کا داخل ہونے والا سوراخ تو کھال کی سلوٹ میں چھپ گیا تھا لیکن اس کے سر کے پیچھے ایک بڑا سوراخ تھا اور یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ باوجود درمیانی وقفے کے اس کا زخم بالکل صحیح حالت میں تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ گولی چلنے کی آواز گھر تک سنی گئی ہو گی چنانچہ ان کا تردد رفع کرنے کے لئے میں تیز رفتاری سے گھر روانہ ہوا۔

اپنی ہمشیر میگی، روبن اور شیر کو اٹھانے کے لئے بیس افراد اپنے ہمراہ لے کر اس مقام پر واپس آیا جہاں شیر پڑا تھا اور قبل اس کے کہ اس کو لے جانے کے لئے بلّیوں پر باندھا جاتا میں نے اور میری ہمشیر نے شیر کو اس کی ناک سے لے کر دم کے سرے تک اور دم کے سرے سے ناک تک ناپا۔ گھر پہنچنے پر یہ



یقین کرنے کے لئے کہ پہلی مرتبہ کوئی غلطی نہ ہو گئی ہو ایک مرتبہ اور ناپا۔ خود مختار گواہ نہ ہونے کی وجہ سے اس قسم کی نپائی بیکار ہوتی ہے کیونکہ کوئی تصدیق کرنے والا نہیں ہوتا لیکن جتنی درستگی کے ساتھ جنگل میں کام کرنے والے ماہرین شیر کی پیمائش اس کے پنجوں کے نشانات کو زمین پر ناپ کر کر سکتے ہیں وہ حیرت انگیز فن ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ونڈھم نے شیر کی لمبائی دو کھونٹوں کے درمیان دس فٹ بتائی تھی اور جسم کے بل شامل کر کے دس فٹ چھ انچ لیکن ان میں سے ایک شکاری نے دس فٹ پانچ انچ اور دوسرے نے دس فٹ چھ انچ یا اس سے کچھ زیادہ بتائی تھی۔ سات سال کے بعد اسی شیر کو ہلاک کرنے کے بعد جب میں نے اور میری ہمشیر نے اس کی پیمائش کی تو اس کی لمبائی دس فٹ سات انچ نکلی۔

میں نے یہ واقعہ تفصیل سے اس وجہ سے بیان کیا کہ جن حضرات نے شیروں کا شکار ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان کھیلا ہو گا ان کو یہ معلوم ہو سکے کہ 'پوال گڑھ کا شیر' کس طرح ہلاک ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

# موہان کا آدم خور

☆

کوہ ہمالیہ میں ہمارے گھر سے اٹھارہ میل دور نو ہزار فٹ بلند ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو مشرق اور مغرب کی طرف جاتا ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کے مشرق کی طرف آخری حصے میں ڈھال ہے جس پر جو سے مشابہ عمدہ قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے اور اس کے نیچے سیدھا ڈھال ہے جو چوٹیوں اور چٹانوں کے سلسلے کی شکل میں کوسی دریا سے جا ملتا ہے۔

ایک دن گاؤں کی عورتوں اور لڑکیوں کی ایک ٹولی پہاڑی سلسلے کے شمال میں گھاس کاٹ رہی تھی کہ اچانک ایک شیر آ دھمکا۔ اس کے آنے پر جو بھگدڑ مچی تو اس ٹولی میں شامل ایک ضعیف عورت کا پیر پھسلا اور سیدھے ڈھلوان پر لڑھکتی نیچے غائب ہو گئی۔ شیر بھی اس کھلبلی سے گھبرا کر ایسے ہی معمہ خیز طریقے پر غائب ہوا جیسے نمودار ہوا تھا۔ سکون ہونے پر سب عورتیں مل کر معمر عورت کو تلاش کرنے گھاس والے ڈھلوان پر گئیں۔ نیچے جھانکنے پر نزدیک ہی پہاڑ سے نکلی ہوئی ایک پتلی چٹان پر عورت پڑی ہوئی دکھائی دی۔ دریافت کرنے پر بڑھیا نے بتایا کہ وہ شدید زخمی ہو گئی تھی اور ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا ایک پیر اور متعدد پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اب عورتوں نے بڑھیا کو وہاں سے اٹھانے کے بارے میں



مشورہ کیا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ یہ کام مردوں پر چھوڑا جائے لیکن اس دوران ضعیف عورت کے پاس ٹھہرنے کے لئے کوئی آمادہ نہیں تھا۔ جب اس کو بتایا کہ وہ گاؤں سے مردوں کے بھیجنے کا انتظام کرنے جا رہی ہیں تو حد درجہ منت سماجت کرنے لگی کہ اس کو تنہا نہ چھوڑا جائے چنانچہ ایک سولہ سال کی لڑکی کو اس پر رحم آیا اور اس کے پاس رہنے پر آمادہ ہو گئی۔ بقیہ عورتیں گاؤں چلی گئیں اور اس لڑکی نے بمشکل بڑھیا عورت کے پاس پہنچنے کا راستہ تلاش کیا۔

جس نکلے ہوئے حصے پر یہ عورت لیٹی تھی اس کی عمودی گولائی صرف پہاڑ کے نصف حصے تک جاتی تھی اور عورت سے چند گز آگے جا کر ایک پتلے نشیبی حصے میں ختم ہو جاتی تھی۔ بڑھیا نے اس خوف سے کہ جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے کہیں وہ پھسل کر سیکڑوں گز نیچے کھڈ میں نہ گر جائے لڑکی سے کہا کہ کسی طرح اس کو چند گز آگے نشیبی حصے میں لے جائے۔ یہ انتہائی خطرناک اور مشکل کام لڑکی نے نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ نشیبی حصے میں چونکہ صرف ایک شخص کی گنجائش تھی اس لئے لڑکی کچھ ایسے پہلو سے بیٹھی جو صرف ہندوستانی بیٹھ سکتے ہیں اور لڑکی کا رخ عورت کی طرف تھا۔

گاؤں کا فاصلہ اس جگہ سے چار میل تھا اور دونوں کو ہر منٹ بھاری معلوم ہو رہا تھا۔ دونوں اندازہ لگا رہی تھیں کہ ان کی سہیلیاں گاؤں کتنی دیر میں پہنچ سکیں گی۔ اس وقت گاؤں میں کس طرح کے لوگ موجود ہوں گے ' ان کو اس حادثے کی تفصیلات بتانے میں کتنا وقت صرف ہو گا۔ اور ان لوگوں کو جائے حادثہ تک پہنچنے میں کتنی دیر لگے گی۔

اس خوف سے کہ شیر اسی نواح میں موجود ہو گا اور ان کی آواز نہ سن لے باتیں کانا پھوسی میں کر رہی تھیں۔ اچانک عورت دم بخود رہ گئی لڑکی نے بڑھیا کے چہرے پر ہیبت طاری ہوتے دیکھ کر جس سمت بڑھیا دیکھ رہی تھی مونڈھے کے اوپر سے منہ موڑ کر دیکھا تو سکتے کے عالم میں رہ گئی۔ پہاڑ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکڑ سے گھوم کر شیر آہستہ آہستہ ان کی طرف آ رہا تھا۔

میرے خیال میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جس نے زندگی میں کوئی انتہائی ڈراؤنا خواب نہ دیکھا ہو جس کی وجہ سے ہاتھ پیر مفلوج اور طاقت گویائی ختم ہو جاتی ہو۔ ایسا خواب جس میں کوئی خطرناک درندہ خواب دیکھنے والے کو ہلاک کرنے آتا دکھائی دیتا ہو۔ ایسا بھیانک خواب جس میں جسم کے تمام مسامات سے ٹھنڈا پسینہ رسنے لگتا ہو اور چیخ مار کر یہ کہتا ہوا بیدار ہو کہ جو کچھ اس نے دیکھا وہ خدا کرے محض خواب ہی ہو۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا بلکہ ایک زندہ حقیقت تھی اور آپ کے لئے اس بدبخت لڑکی کی اس وقت کی حالت کا ذہن میں نقشہ کھینچنا آسان ہو گا۔ پہاڑ سے باہر نکلی ہوئی ایک تپلی چٹان پر جو چند گز آگے جا کر ایک نشیبی حصے میں ختم ہو جاتی تھی ایک زخمی عورت پڑی تھی اور اس کے نزدیک بہت تنگ حصے میں دہشت سے یخ بستہ ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کو لقمہ اجل بنانے کے لئے شیر نزدیک آتا جا رہا تھا۔ نہ تو بھاگنے کی گنجائش تھی اور نہ کسی مدد کی امید، کیسا عبرت ناک منظر ہو گا؟

جس وقت عورتیں گاؤں پہنچیں میرا ایک پرانا دوست موتھی سنگھ اس وقت گاؤں میں موجود تھا جو اپنی بیمار بیٹی کو دیکھنے آیا تھا۔ سمجھدار آدمی تھا اور اس قسم کی سنگین صورت حال سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا چنانچہ فوراً آدمی اکٹھا کر کے اپنی سربراہی میں عورتوں کی جان بچانے کے لئے روانہ ہو گیا جب ان اشخاص نے گھاس والے ڈھلوان پر پہنچ کر پہاڑ کے نیچے دیکھا تو بڑھیا بے ہوش پڑی تھی اور نکلی ہوئی چٹان کے کنارے پر خون ہی خون تھا۔

معمر عورت کو گاؤں واپس لے آئے۔ ہوش آنے پر جب اس نے اس حادثے کی تفصیل بیان کی تو موتھی سنگھ اٹھارہ میل کا پیدل سفر طے کر کے یہ واقعہ مجھے سنانے آیا۔ بوڑھا آدمی تھا اس کی عمر ساٹھ سے تجاوز کر چکی تھی لیکن یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ تھکنے کی وجہ سے اس کو آرام کی



ضرورت ہے چنانچہ ہم اسی وقت مزید تفتیش کے لئے روانہ ہو گئے۔ کر تو میں کچھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے اور جس بہادر لڑکی نے رضاکارانہ طریقے پر معمر عورت کے ساتھ رہنے کی پیشکش کی تھی شیر نے اس کے جسم کی صرف چند ہڈیاں اور خون آلود کپڑے باقی چھوڑے تھے۔

اس شیر نے یہ پہلا انسان ہلاک کیا تھا۔ اس کے بعد حکومت کی طرف سے اسے موہان کے آدم خور کے نام سے سرکاری طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا۔ لڑکی ہلاک کرنے کے بعد موسم سرما کی شدت سے بچنے کے لئے یہ شیر کوسی وادی کے نیچے اتر گیا لیکن راستے میں اور لوگوں کے علاوہ محکمہ تعمیرات کے دو ملازمین اور ہماری قانون ساز اسمبلی کے ایک رکن کی سالی کو بھی ہلاک کر گیا۔ موسم گرما کی ابتدا میں پھر اپنے پہلے شکار کی جگہ پر واپس آ گیا۔ اس کے بعد برسوں تک اس کا یہی معمول رہا اور اس کی تباہ کاریوں کا سلسلہ کوسی وادی کے اوپر نیچے پچاس میل کے دائرے میں ککری گھاٹ اور گرگیا کے درمیان جاری رہا حتیٰ کہ اس نے موہان کے اوپر ایک پہاڑ پر کرتکانالہ گاؤں کے نواح میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

ضلعی کانفرنس میں جس کا تذکرہ ایک پچھلے مضمون میں کیا جا چکا ہے ان تین شیروں کی تباہ کاریوں اور اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی اس طرح کی گئی تھی

(۱) چوگڑھ ضلع نینی تال
(۲) موہان ضلع الموڑا
(۳) کنڈا ضلع گڑھوال

چوگڑھ کا شیر ہلاک کرنے کے بعد بینز ڈپٹی کمشنر الموڑا نے مجھے یاد دلایا کہ کانفرنس کی قرارداد کے مطابق میں نے اپنی یقین دہانی کا صرف ایک حصہ پورا کیا تھا اور اس کے بعد اب مجھے موہان کے آدم خور کو ہلاک کرنا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہنے لگے کہ اس شیر نے اپنی تباہ کاریوں میں اضافہ کر دیا تھا اور دن بدن وبال جان بنتا جا رہا تھا اور گزشتہ ہفتے تین افراد کو جو کرتکانالہ کے باشندے تھے ہلاک کر دیا تھا۔ بینز نے رائے دی کہ مجھے اسی گاؤں سے اپنی مہم کی ابتدا کرنی چاہیئے۔

جس دوران میں چوگڑھ کے شیر کو مارنے میں مصروف تھا بینز نے چند شکاریوں کو کرتکانالہ جانے کے لئے راغب کیا لیکن باوجود اس کے کہ وہ لوگ ہلاک شدہ انسانوں اور جانوروں کی نعشوں کے نزدیک اس کی گھات میں بیٹھے لیکن آدم خور سے رابطہ قائم نہ ہو سکا اور انہیں اپنے ہیڈ کوارٹر رانی کھیت واپس جانا پڑا۔ بینز نے کہا کہ اب شیر کو ہلاک کرنے کے لئے یہ پورا علاقہ صرف میرے سپرد کر دیا گیا تھا۔ یہ احتیاط بہت ضروری تھی کیونکہ آدم خور کا شکار کرتے وقت دماغ کی رگوں پر بے حد کھچاؤ ہوتا ہے اور اگر ایک سے زیادہ یا مختلف شکاری ایک ہی شیر کا تعاقب کر رہے ہوں تو حادثات ہونے کے بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔

☆ ☆

جس دن میں اپنے دو ملازمین اور چھ گڑھوالیوں کو، جنہیں میں اپنے ہمراہ نینی تال سے لایا تھا، لے کر بذریعہ ٹرین روانہ ہوا، وہ مئی کا شدید گرم دن تھا۔ ہم ایک بجے دن رام نگر کے اسٹیشن پر اترے جہاں سے ہمیں پچیس میل کا پیدل سفر طے کر کے کرتکانالہ پہنچنا تھا۔ پہلا پڑاؤ سات میل کے فاصلے پر گرگیا تھا جہاں پہنچتے ہمیں شام ہو گئی تھی۔ گھر سے میں اتنی عجلت میں روانہ ہوا تھا کہ بینز کا خط موصول ہونے کے بعد مجھے اتنا وقت نہیں ملا کہ گرگیا والے محکمہ جنگلات کے ڈاک بنگلے میں قیام کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر سکوں۔ چنانچہ آسمان تلے کھلے میدان میں رات بسر کرنی پڑی۔



کوسی دریا کے اس پار کئی سو فٹ اونچی ایک پہاڑ کی چوٹی ہے جب میں سونے کی کوشش کر رہا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس چوٹی سے پہاڑ کے نیچے والی چٹان پر پتھر لڑھک کر گر رہے ہیں۔ کچھ اس قسم کی آواز تھی جیسے دو پتھروں کے آپس میں ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس متواتر آواز سے مجھے تردد پیدا ہونا شروع ہوا۔ عام طور پر موسم گرما کی راتوں میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چاندنی رات تھی اس لئے سانپوں سے بچ کر چلنا ممکن تھا میں بستر چھوڑ کر تفتیش کرنے نکلا اور اس مقام تک چلا گیا جہاں سے یہ آواز آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ہنسی بھی آئی اور تعجب بھی ہوا کہ سڑک کے کنارے کیچڑ میں یہ آواز مینڈک پیدا کر رہے تھے۔ ویسے تو دنیا کے مختلف ممالک میں بحری، بری اور خشکی میں رہنے والے مینڈکوں کو میں نے مختلف قسم کی آوازیں پیدا کرتے سنا تھا لیکن جیسی آواز گرگیا کے مینڈک مئی کے مہینے میں پیدا کر رہے تھے وہ حیرت انگیز تھی۔

دوسرے دن علی الصباح روانہ ہوئے اور بارہ میل پیدل چل کر سورج کی تپش ناقابل برداشت ہونے سے پہلے موہان پہنچے۔ جس دوران میرے آدمی اپنے لئے کھانا اور میرے لئے ناشتہ تیار کر رہے تھے بنگلے کا چوکیدار محکمہ جنگلات کے دو ملازمین اور موہان بازار کے کافی باشندے میرے پاس بیٹھ کر آدم خور کے قصے سنانے لگے۔ سب سے تازہ واقعہ ایک مچھیرے کا تھا جو کوسی دریا میں مچھلی پکڑنے گیا تھا۔ محکمہ جنگلات کے دو ملازمین میں سے ایک نے خود کو اس مہم کا ہیرو ظاہر کیا اور بڑی وضاحت سے اس نے یہ قصہ بیان کیا کہ کس طرح وہ مچھیرے کے ہمراہ گیا تھا اور دریا کے ایک موڑ پر گھومتے وقت دونوں آدم خور کے آمنے سامنے آ گئے تھے اور کس طرح مچھیرے نے اپنی بنسی پھینک کر اس (قصہ بیان کرنے والے) کی رائفل چھین لی اور دونوں سر پر پیر رکھ کر جان بچانے بھاگے۔ شیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعاقب کر رہا تھا اور وہ پوری رفتار سے بھاگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ تم نے پیچھے مڑ کر بھی دیکھا۔ میری معصومیت پر رحم کھاتے ہوئے کہنے لگے کہ صاحب جو شخص آدم خور سے اپنی جان بچانے بھاگ رہا ہو وہ کیسے مڑ کر دیکھ سکتا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ مچھیرا جو مجھ سے ایک ہاتھ آگے بھاگ رہا تھا گھاس کے ایک چھوٹے ٹکڑے میں سوتے ہوئے ریچھ سے ٹکرا کر قلابازیاں کھاتا چلا گیا! اس کے بعد جو افراتفری مچی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ریچھ بد حواس ہو کر چیختا چلاتا ایک طرف بھاگا۔ میں اور مچھیرا شور مچاتے مختلف سمتوں میں بھاگے۔ مچھیرا خدا معلوم کہاں غائب ہو گیا اور بعد میں جب وہ بمشکل تمام ڈاک بنگلے پہنچا تو قصہ بیان کرنے والے نے اس کو بے نقط سنائیں کہ رائفل چھین کر اس نے یہ کیسے سمجھا کہ وہ نہتا ایک خونخوار ریچھ اور ایک آدم خور سے نمٹ سکتا تھا۔ محکمہ جنگلات کے ملازم نے اپنا قصہ ختم کرنے سے پہلے بتایا کہ مچھیرا دوسرے دن صبح ہی یہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے موہان چھوڑ گیا کہ ریچھ کی ٹکر سے اس کا پیر زخمی ہو گیا تھا اور ویسے اب اس کے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ کوسی دریا میں مچھلیاں ختم ہو گئی تھیں۔

نصف النہار تک ہم اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے تیار تھے۔ ایک چھوٹے ہجوم نے جو ہمیں الوداع کہنے جمع ہو گیا تھا بہت تاکید سے گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتے وقت انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کی۔ ہم نے چار ہزار فٹ بلندی پر کرتکانالہ کے سفر کا آغاز کیا تھا۔

چونکہ ہمارے آدمی بھاری سامان لے کر چل رہے تھے۔ سیدھی ڈھلوان والی تپلی پگڈنڈیاں تھیں اور سخت گرمی تھی اس لئے چلنے کی رفتار آہستہ تھی۔ کچھ عرصہ پہلے اوپر کے دیہاتوں میں سنگین بدامنی پھیل چکی تھی اور تسلط قائم کرنے کے لئے نینی تال سے پولیس بھیجنی پڑی تھی۔ اس لئے



اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے بتادیا گیا تھا کہ غیر اطمینانی صورت حال کے پیش نظر اشیائے خوردنی وغیرہ اپنے ہمراہ لے کر چلوں کیونکہ دیہاتوں میں ان کا ملنا دشوار تھا۔ بھاری سامان لے کر چلنے کی یہی وجہ تھی۔

متعدد جگہ آرام کرنے کے بعد تین بجے کے قریب ہم ایک کاشت شدہ زمین کے کنارے پہنچے اور چونکہ اب میرے آدمیوں کے لئے آدم خور کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے ان کو چھوڑ کر میں تنہا محکمہ جنگلات کے گارڈز کی جھونپڑی تلاش کرنے نکلا جو موہان سے دکھائی دیتی تھی اور چلنے سے پہلے محکمہ جنگلات کے گارڈز نے مجھے رائے دی تھی کہ کرتکانالہ کے قیام کے دوران اس سے بہتر ٹھہرنے کی کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ جھونپڑی اونچے پہاڑ کی ابھری سطح پر واقع تھی اور اس کا رخ موہان کی طرف تھا اور جب میں ہموار سطح پر پہاڑ کے کنارے چل کر اس کے قریب پہنچا اور مڑ کر گھنی جھاڑیوں والے کھڈ میں داخل ہوا تو میری نظر ایک عورت پر پڑی جو پہاڑ سے بہت ہلکے رستے ہوئے پانی سے اپنا گھڑا بھر رہی تھی۔

اس خیال سے کہ ربڑ کے جوتے پہننے کی وجہ سے بغیر کسی آہٹ کے میں اچانک اس عورت کے نزدیک پہنچ گیا تھا اور اس خاموش ماحول میں غیر متوقع طور پر میرا اس کو مخاطب کرنا خوفزدہ نہ کر دے ' پہلے میں ہلکی آواز میں کھانسا جس کا اس پر شدید ردعمل ہوا۔ پھر چند قدم آگے جا کر سگریٹ جلانے کے بہانے کھڑا ہو گیا۔ ایک دو منٹ کے بعد بغیر اپنا رخ اس کی طرف کئے میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا کسی شخص کا بھی اس جگہ تنہا ہونا خطرناک نہیں تھا۔ چند منٹ تامل کے بعد اس نے جواب دیا کہ خطرناک تو تھا لیکن پانی بھرنا بھی ضروری تھا اور گھر میں تنہا ہونے کی وجہ سے کسی اور کو اپنے ہمراہ نہیں لا سکتی تھی۔ ایک مرد تھا لیکن وہ ہل چلا رہا تھا۔ بہر حال پانی بھرنا عورت کا فرض ہے۔ گھڑا بھرنے میں کتنی دیر لگے گی؟ تھوڑی دیر اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگے گی۔ اس دوران عورت خوف اور شرماہٹ پر قابو پاچکی تھی اور اس نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ کیا آپ پولیس والے ہیں؟ محکمہ جنگلات کے افسر؟ نہیں۔ پھر آپ کیا ہیں؟ محض انسان ہوں۔ آپ کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ کر تکاتالہ کے باشندوں کی مدد کرنا۔ کس طرح؟ آدم خور مار کر۔ آدم خور کے بارے میں آپ کو کیسے علم ہوا اور آپ تنہا کیوں آئے؟ آپ کے ساتھی کہاں ہیں اور انکی تعداد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

جب تک عورت نے سوالات کر کے اپنا تجسّس پورا نہیں کر لیا اس نے یہ نہیں بتایا کہ گھڑا بھر چکا تھا۔ پھر اس نے میرے پیچھے چلنا شروع کیا راستے میں اس نے پہاڑ کے جنوبی حصے پر مختلف ابھرے ہوئے حصوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس بڑے درخت کے تلے جو ڈھلوانی حصے پر تھا تین دن پہلے آدم خور نے ایک عورت ہلاک کی تھی۔ یہ بات میں نے دلچسپی سے سنی کیونکہ محکمہ جنگلات کے گارڈ کی جھونپڑی جہاں میں قیام کرنے والا تھا اس درخت سے صرف دو یا تین سو گز کے فاصلے پر تھی۔ اب ہم ایک پگڈنڈی پر پہنچ چکے تھے جو پہاڑ کے اوپر جا رہی تھی وہاں پہنچ کر عورت نے کہا کہ جس گاؤں سے وہ آئی تھی وہ پگڈنڈی کے موڑ سے بہت نزدیک واقع تھا اور اس کا تنہا جانا قطعی محفوظ تھا۔

جن قارئین کو ہندوستان کی مستورات کے بارے میں واقفیت ہوگی وہ صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس قلیل عرصے میں مجھے کافی معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ گزشتہ ایام میں یہاں کے باشندوں کی پولیس کے ساتھ خاصی جھڑپ ہو چکی تھی۔ اس طرح بغیر عورت کو خوفزدہ کئے جس کے نتیجے میں پورا علاقہ میرا دشمن بن سکتا تھا میں نے پانی بھرتے وقت اس کے نزدیک کھڑے ہو کر اور چند سوالات کا مناسب جواب دے کر ایک



مخلص دوست بنا لیا تھا جو کم سے کم وقت میں پوری آبادی کو میری آمد کی اطلاع پہنچا دے گا اور اس بات کی بھی وضاحت کر دے گا کہ میں کوئی افسر نہیں ہوں بلکہ میرے آنے کا مقصد اس علاقے کے باشندوں کو آدم خور کی تباہ کاریوں سے نجات دلانا تھا۔

☆ ☆

محکمہ جنگلات کے گارڈ کی جھونپڑی سڑک سے بیس گز دور ایک ٹیلے پر تھی چونکہ اس کے دروازے پر صرف کنڈی لگی تھی اس لئے میں بآسانی اندر داخل ہوگیا۔ کمرہ دس مربع فٹ کا تھا ' اور صاف تھا' لیکن کمرہ بند ہونے کی وجہ سے اس میں پھپھوندی کی سی بو آ رہی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اٹھارہ مہینے قبل جب سے آدم خور نے اس علاقے میں تباہ کاری مچانا شروع کی تھی یہ کمرہ بند پڑا تھا۔ اس کمرے کے دونوں جانب ایک ایک کوٹھڑی تھی۔ ان میں سے ایک بطور گودام اور دوسری باورچی خانے کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ کمرہ میرے آدمیوں کے رہنے کے لئے محفوظ تھا۔ پیچھے کی کھڑکی کھولنے سے خوب ہوادار بھی ہوگیا تھا۔ چونکہ اس میں کوئی اسباب خانہ داری نہیں تھا اس لئے میں اپنے آدمیوں کی آمد کے انتظار میں باہر سڑک کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھ گیا اور اپنے قیام کے لئے چالیس پاؤنڈ وزنی خیمہ نصب کرنے کی جگہ بھی تلاش کر لی۔

ہندوستان میں جب غیر اشخاص مل کر کسی خاص موضوع پر ایک دوسرے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو فوراً اس نکتے پر گفتگو کرنا شروع نہیں کر دیتے۔ ملاقات چاہے اتفاقیہ طور پر ہو یا قصداً گفتگو اصل موضوع سے ہٹ کر ہوتی ہے اور اصل مقصد پر بالکل آخر میں آتے ہیں۔ درمیانی وقفے میں ایک دوسرے کے گھریلو اور ذاتی معاملات معلوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً شادی ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو کتنے لڑکے اور کتنی لڑکیاں ہیں؟ اور ان کی عمریں کیا ہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں؟ گزر اوقات کا ذریعہ کیا ہے اور آمدنی کتنی ہوتی ہے ؟ وغیرہ وغیرہ۔ سوالات جو دنیا کے کسی اور حصے میں غیر معیاری تصور کئے جاسکتے ہیں ہندوستان میں اور خاص طور پر ہمارے پہاڑی علاقوں میں عام طور پر ایسی بے باکی اور بھونڈے طریقے پر پوچھے جاتے ہیں کہ جن لوگوں کا ان سے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہو وہی ان باتوں کا برا نہیں مان سکتے۔

اس عورت سے گفتگو کے دوران مجھ سے اس قسم کے متعدد نپے تلے سوالات دریافت کئے گئے اور ان میں ایسے ذاتی قسم کے سوالات بھی تھے جو کسی عورت کا پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ اسی دوران میرے ساتھی بھی آپہنچے راستے میں کسی چشمے سے ان لوگوں نے چائے کی کیتلی میں پانی بھر لیا تھا۔ فوراً لکڑیاں اکٹھی کر کے ذرا سی دیر میں میرے سامنے چائے اور بسکٹ لا کر رکھ دیئے گئے۔ میرے دودھ کا ڈبا کھولنے پر گاؤں والوں نے میرے آدمیوں سے دریافت کیا کہ تازہ دودھ کی بجائے یہ ڈبے کا دودھ کیوں استعمال کیا جارہا تھا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ تازہ دودھ نہ ہونے کی وجہ سے۔ مزید یہ کہ اس بات کا خدشہ تھا کہ حالیہ بدامنی کی وجہ سے شاید تازہ دودھ میسر نہ آسکے اس لئے کافی تعداد میں دودھ کے ڈبے ساتھ لائے گئے تھے۔ یہ سن کر سب کے چہروں پر رنجیدگی کے آثار نمایاں ہو گئے اور کچھ کانا پھوسی کے بعد ایک شخص بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گاؤں کا مکھیا تھا، مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ صاحب کر تکانالہ کے باشندوں کے لئے یہ بات انتہائی بے عزتی کی ہے کہ آپ اپنے ساتھ دودھ کے ڈبے لے کر آئے جب کہ پورا گاؤں آپ کی تحویل میں ہے۔ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے میں نے کہا کہ چونکہ میں اس علاقے کے لئے اجنبی تھا اس لئے یہ غلط فہمی ہوئی۔ میں نے



مکھیا سے کہا کہ اگر تھوڑا دودھ میرے روزانہ استعمال کے لئے بآسانی مل سکے تو میں خریدنا پسند کروں گا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چیز میرے لئے نہ لائی جائے۔

میرا سامان کھولا جاچکا تھا اور دیہات سے کافی لوگ میرے آنے کی خبر سن کر جمع ہو گئے تھے جب میں نے اپنے آدمیوں کو خیمہ نصب کرنے کے لئے اپنی منتخب شدہ جگہ بتائی تو دیہات کے باشندوں کے چہروں پر وحشت طاری ہو گئی۔ وہ کہنے لگے کہ مانا کہ آپ خیمے میں رہیں گے لیکن کیا آپ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اس علاقے میں ایک آدم خور رہتا ہے جو تمام رات شکار کی گھات میں اس سڑک پر گشت لگاتا رہتا ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو گاؤں کے مکانات کے دروازوں پر جہاں یہ سڑک گاؤں کے بالائی حصے سے گزرتی ہے شیر کے پنجوں سے کھرچنے کے نشانات خود دیکھ لیجئے۔ ممکن ہے کہ آپ کو ٹینٹ میں شیر ہلاک نہ کر پائے لیکن اگر اپنے ساتھیوں کی جان کی حفاظت کی خاطر آپ خود موجود نہ رہے تو یقیناً ان کو ہلاک کر دے گا۔ اس آخری جملے نے میرے آدمیوں کے کان کھڑے کئے اور دیہات کے باشندوں کی رائے سے متفق ہونے کا تاثر دیا۔ چنانچہ میں نے کمرے میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ میرے دو ملازمین نے باورچی خانے میں اور چھ گڑھوالیوں نے گودام میں رہنے کا بندوبست کر لیا۔

اب چونکہ آدم خور کا ذکر چھڑ ہی گیا تھا اس لئے دیہات کے باشندوں سے اس موضوع پر مزید گفتگو کرنا ممکن تھا، بغیر اس حقیقت کو تسلیم کئے کہ جس وقت سے مجھے پہاڑ کے اوپر سے یہ گاؤں دکھائی دیا تھا سب سے پہلے ملنے والے شخص سے اپنے آنے کے مقصد کا اظہار کرنے کا ارادہ تھا۔

گاؤں والوں نے اشارے سے مجھے وہ پگڈنڈی دکھائی جو اس درخت کے پاس جاتی تھی جہاں شیر نے آخری انسان ہلاک کیا تھا۔ اس عورت کے ہلاک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیئے جانے کا وقت، دن، تاریخ اور جن حالات میں اس کی موت واقع ہوئی تھی وہ بھی بتائے۔ ان لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ ہر رات یہ شیر آنے کا جو راستہ اختیار کرتا تھا وہ مشرق کی طرف بینل گھاٹ کی طرف جاتا تھا اور اسی کی ایک شاخ موہان اور مغرب میں چکنا کل سے گزر کر رام گنگا دریا تک جا کر ختم ہو جاتی تھی۔ مغرب کی طرف جانے والا راستہ گاؤں کے بالائی حصے اور کاشت شدہ زمین سے آدھ میل گزر کر پہاڑ کے ڈھلوان پر جنوب کی سمت گھوم کر پہاڑ کی بغلی سطح پر جہاں یہ محکمہ جنگلات کی جھونپڑی واقع تھی جا ملتا تھا اور پہاڑ کی سطح سے نیچے اتر کر چکنا کل پر ختم ہو جاتا تھا۔ کرتکا نالہ اور چکنا کل والی سڑک کا درمیانی حصہ بے حد خطرناک تصور کیا جاتا تھا جس کی لمبائی چھ میل تھی اور جب سے آدم خور ظاہر ہوا تھا اس راستے پر آمد و رفت کا سلسلہ قطعی ختم ہو چکا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ کاشت شدہ زمین سے آگے چل کر یہ راستہ گھنی جھاڑیوں اور گھنے جنگل کے درمیان سے گزر کر دریا تک پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا۔

کرتکا نالہ گاؤں کی اصل کاشت پہاڑ کی شمالی سطح پر ہوتی تھی اور اس کے متوازی چھوٹے چھوٹے پہاڑ ایک دوسرے کے برابر تھے جن کے درمیان بہت گہرے کھڈ تھے۔ محکمہ جنگلات کی اس جھونپڑی سے نزدیک تر پہاڑی سلسلہ اندازاً ایک ہزار گز دور تھا اور اس پر ایک بہت بڑا شیشم کا درخت تھا۔ دس دن پہلے شیر نے اس درخت کے نیچے ایک عورت ہلاک کی تھی اور اس کے جسم کا آدھا حصہ کھا لیا تھا اور آدھا چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت محکمہ جنگلات کے ڈاک بنگلے میں چار میل کے فاصلے پر تین شکاری مقیم تھے۔ گاؤں والوں نے ان کے لئے تین مختلف درختوں پر مردہ عورت سے سو سے لے کر تین سو پچاس گز کے فاصلے تک مچان تعمیر کئے اور یہ شکاری مع اپنے ملازمین کے مغرب سے کچھ پہلے ان پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس دن ماہ نو تھا



اور اس کے چھپ جانے کے بعد گاؤں والوں کو متعدد گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دوسرے دن ملازمین سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گولیاں تو چلائی گئی تھیں لیکن ان کو خود نہیں معلوم کہ کس چیز پر؟ اس لئے کہ ان کو کوئی جانور دکھائی نہیں دیا تھا۔ دو دن کے بعد اسی جگہ ایک گائے باندھی گئی۔ شکاری مچانوں پر بیٹھے۔ چاند طلوع ہوا اور اس کے ڈھلنے سے کچھ دیر بعد پچھلی مرتبہ کی طرح پھر گولیاں چلائی گئیں۔ بلاشبہ اسی طرح کی ناکام کوششیں آدم خور شیروں کو مارنے کی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ چوکنے ہو جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کا مارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

دیہات کے باشندوں نے اس شیر کے بارے میں مجھے ایک دلچسپ خبر سنائی۔ وہ کہنے لگے کہ اس کی آمد کی اطلاع ہمیں اس کے متواتر کراہنے کی آواز سے ہو جاتی ہے۔ مزید سوال کرنے پر وہ کہنے لگے کہ مکانات کے درمیان سے گزرتے وقت کبھی تو شیر کی یہ آواز ہلکی لیکن متواتر ہوتی ہے اور بعض اوقات تھوڑی یا بہت دیر کے لئے بند ہو جاتی ہے۔

اس اطلاع سے میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے:

(الف) کہ شیر زخمی تھا۔

(ب) اور زخم اس نوعیت کا تھا کہ صرف چلنے کے دوران اس کو تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

(ج) اس لئے زخم اس کے صرف ایک پیر میں تھا۔

مقامی باشندوں نے مجھے یقین دلایا کہ ان میں سے کسی نے شیر کو زخمی نہیں کیا تھا اور نہ ان شکاریوں نے، جو اسے مارنے رانی کھیت سے آئے تھے بہرحال یہ بات اتنی اہم نہیں تھی چونکہ شیر کو آدم خور بنے برسوں گزر چکے تھے اور اس کے آدم خور بن جانے کا سبب شاید یہی زخم تھا۔ اس کی وضاحت صرف شیر کے ہلاک ہونے کے بعد ہی ہو سکتی تھی جو یقیناً دلچسپ ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیہاتی یہ بات معلوم کرنے کے مشتاق تھے کہ میں شیر کے کراہنے کی آواز کے بارے میں تفصیلات فراہم کرنے کا اس درجہ کیوں خواہش مند تھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ ان علامات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیر کا صرف ایک پیر زخمی تھا اور یہ زخم یا تو گولی لگنے کا نتیجہ تھا یا سیہ کے کانٹوں کی وجہ سے۔ میری رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگے کہ بعض اوقات دیکھنے میں شیر بہت صحت مند معلوم ہوتا تھا۔ علاوہ اس کے جس آسانی سے وہ اپنے شکار کو مارتا اور اٹھا کر لے جاتا تھا اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ کسی طرح بھی مفلوج نہیں تھا۔ بہرحال میرے اس کہنے کو ان لوگوں نے یاد رکھا اور شیر کے مارے جانے کے بعد پیش گوئی صحیح نکلنے پر دیہات کے لوگ مجھے اضافی قوت رکھنے والے کے لقب سے پکارنے لگے۔

☆ ☆

رام نگر سے گزرتے وقت میں نے تحصیل دار سے دو بھینسے خرید کر موہان پہنچانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ وہاں میرے ملازمین کے سپرد کر دیئے جائیں۔

میں نے دیہاتیوں سے کہا کہ تین دن پہلے جس مقام پر ایک عورت ہلاک ہوئی تھی وہاں بطور چارا ایک بیل باندھنے کا ارادہ تھا اور دوسرا چکنا کل کے راستے میں۔ جو اشخاص موجود تھے ان لوگوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا لیکن کہنے لگے کہ ہم گاؤں جا کر بقیہ باشندوں سے بھی مشورہ کریں گے اور اگر کوئی اس سے بہتر تجویز ہوئی تو صبح آپ کو بتائیں گے۔ دن چھپتا جا رہا تھا۔ روانہ ہونے سے پہلے مکھیا نے مجھے یقین دلایا کہ صبح وہ تمام قرب و جوار کے دیہاتوں میں اطلاع پہنچا دیں گے کہ آپ تشریف لائے ہوئے ہیں اور آنے کا مقصد کیا ہے اور اگر کسی جگہ شیر کے کسی چیز پر حملہ کرنے یا ہلاک کرنے کی خبر موصول ہو تو بغیر کسی تاخیر کے اطلاع آپ کو پہنچا دی جائے۔



اس اثنا میں کمرے کی پھپھوند والی بو کم ہو گئی تھی حالانکہ ابھی تک باقی تھی بہرحال اس کی پروا نہ کرتے ہوئے میں نے غسل کرنے کے بعد کھانا کھایا اور دروازے میں کنڈی نہ ہونے کی وجہ سے دروازہ بند کر کے دو بڑے پتھر ان کے پیچھے رکھ دیئے۔ تمام دن چلنے کی وجہ سے سخت تکان ہو گئی تھی۔ بستر پر لیٹتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ میں بہت ہلکی نیند سوتا ہوں۔ دو تین گھنٹے کے بعد جنگل میں کسی جانور کے چلنے کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ یہ آواز پشت والے دروازے تک آتی رہی۔ ٹورچ اور رائفل اٹھا کر پیر سے پتھر ہٹائے اور ایسا محسوس ہوا کہ دروازہ کھلنے کی آہٹ سن کر وہ جانور کسی طرف چلا گیا۔ جس طرح کی آواز وہ نکال رہا تھا شیر بھی ہو سکتا تھا۔ تیندوا بھی اور سیہہ کا ہونا بھی ممکن تھا۔ بہرحال گھنا جنگل ہونے کی وجہ سے یہ دیکھنا مشکل تھا کہ وہ کونسا جانور تھا۔ کمرے میں واپس لوٹ کر دروازے پر دوبارہ پتھر لگائے اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا گلا خراب ہو گیا تھا اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ موہان سے سخت گرمی میں پہاڑ پر چڑھنے کے بعد میں ٹھنڈی ہوا میں باہر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن جب علی الصباح میرا ملازم دروازہ کھول کر میرے لئے چائے لیکر آیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ حنجرے (حلق کے اندر) میں ورم ہو گیا تھا جس کی وجہ میرا کافی عرصے تک بند رہنے والے کمرے میں سونا تھا جس کی چھت پر چمگادڑیں بسیرا کیا کرتی تھیں۔ میرے ملازم نے مجھے بتایا کہ وہ اور اس کا ساتھی تو محفوظ تھے لیکن چھ گڑھوالیوں کو بھی وہی بیماری ہو گئی تھی جو مجھے تھی۔ میرے پاس دواؤں کا ذخیرہ بہت محدود تھا جس میں ایک شیشی میں دو آؤنس آیوڈین' چند گولیاں کونین کی اور بندوق رکھنے والے غلاف میں ایک پیکٹ پرمیگنٹ پوٹاش تھا جو میری ہمشیر نے پچھلی مرتبہ رکھ دیا تھا حالانکہ پیکٹ بندوق کے تیل سے چکنا ہو گیا تھا لیکن دوا پانی میں گھل جانے کے قابل تھی چنانچہ میں نے ایک ٹین گرم پانی میں مناسب مقدار پرمیگنٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور چند قطرے آیوڈین کے ڈالے۔ اس پانی کے غرارے کرنے سے فوری طور پر گلے کی سوزش میں کمی ہو گئی لیکن دانت کالے ہو گئے۔ گڑھوالیوں کی تکلیف میں بھی فوری افاقہ ہوا۔

صبح کا ناشتہ ختم کرنے کے بعد چار گڑھوالیوں کو تو میں نے بھینسے لانے کے واسطے موہان بھیجا اور خود جس جگہ عورت ہلاک ہوئی تھی اس کے نزدیک بھینسا باندھنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے روانہ ہو گیا۔ گزشتہ شب گاؤں والوں نے اس جگہ کا راستہ بتایا تھا جہاں گھاس کا پولا باندھتے ہوئے شیر نے عورت کو ہلاک کیا تھا اس لئے مجھے وہاں پہنچنے میں قطعی دقت نہیں ہوئی۔ مرحومہ کی کاٹی ہوئی گھاس اور رسی جو پولا باندھنے کے لائی تھی اسی طرح وہاں پڑے تھے۔ اس کے علاوہ دو پولے اور تھے جو شیر دکھائی دینے پر اس کی سہیلیاں چھوڑ کر بھاگ گئی تھیں۔ گاؤں والوں کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ عورت کی نعش کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ گاؤں والوں نے اس کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی اس لئے کہ تین لمبی رسیاں کاٹنے والی درانتی اسی طرح جنگل میں پڑی تھیں۔

شیر اس عورت کو پہاڑ کے ایک چھوٹے ٹوٹے ہوئے ڈھلوان پر ہلاک کرنے کے بعد ڈھال کے سرے پر گھنی جھاڑیوں میں لے گیا تھا۔ یہاں شیر نے بقیہ دو عورتوں کو فرار ہو جانے کا موقع دیا اور اس کے بعد پہاڑ کے اوپر سے ہوتا ہوا اپنے شکار کو دوسری طرف ایک میل دور بہت گھنے جھنڈ میں لے گیا۔ پہاڑ کو عبور کرنے والا حصہ اس جھونپڑی سے دکھائی دیتا تھا جہاں میں ٹھہرا تھا شیر کے پنجوں اور عورت کے زمین پر گھسیٹنے کے نشانات اب چار دن پرانے ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کی مدد سے کھوج لگانا بیکار تھا اس لئے میں اپنی قیام گاہ پر واپس لوٹ آیا۔

پہاڑ کے اوپر جانے کی چڑھائی بالکل سیدھی اور دشوار گزار تھی۔ قیام گاہ



نصف النہار کے وقت پہنچا تو گاؤں کے باشندوں کی مہمان داری کے مظاہرے نے مجھے آب دیدہ کر دیا۔ برآمدے میں متعدد چھوٹے اور بڑے برتن دودھ سے بھرے رکھے تھے۔ یا تو تازہ دودھ ہمارے پاس تھا نہیں اور ملا تو اتنا کہ میں بآسانی غسل کر سکتا تھا۔ میرے ملازمین نے بتایا کہ باوجود منع کرنے کے ان کشادہ دل لوگوں نے کہا کہ جب تک میں اس جگہ قیام کروں گا ڈبے کا دودھ استعمال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہر دن یہ لوگ اسی طرح تازہ دودھ بلا اجرت فراہم کریں گے۔

شام سے پہلے چونکہ موہان سے بھینسوں کے ساتھ میرے آدمیوں کا واپس لوٹنا ممکن نہیں تھا اس لئے دوپہر کا کھانا کھا کر میں چکناکل کی سڑک کا جائزہ لینے روانہ ہوا۔

میری قیام گاہ سے پہاڑ کی اونچائی بتدریج اونچی ہوتی ہوئی پانچ سو فٹ کی بلندی تک چلی گئی تھی اور دیکھنے میں تکونی معلوم ہوتی تھی۔ راستہ آدھ میل کاشت شدہ زمین کے درمیان سے گزر کر ایک دم بائیں طرف مڑ جاتا تھا اور سیدھے ڈھلوان والے پتھریلے حصے سے گزرتا ہوا دوبارہ پہاڑی سلسلے میں شامل ہو کر نیچے چکناکل تک چلا جاتا تھا۔ درمیان میں چھوٹے بڑے بہت سے نوکیلے موڑ آتے تھے۔

میرے پاس نصف دن باقی تھا اس لئے نہایت اطمینان اور غور سے اس سڑک کا تین میل تک جائزہ لیتا رہا۔ جب کوئی شیر متواتر کسی راستے کو استعمال کرتا ہے تو اس کی پہچان زمین پر بلی کی طرح پنجوں کے کھرچنے کے نشانات ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ایسی جگہوں پر جہاں اس کو کودنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل معلومات ممکن ہے کہ شکاریوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں:

(۱) جس جانور نے نشانات چھوڑے ہیں آیا وہ نر تھا یا مادہ؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۲) کس سمت جا رہا تھا؟

(۳) نشانات کے دیکھنے اور اس کے گزرنے کا درمیانی وقفہ کتنا ہو گا؟

(۴) اس کی جائے رہائش کی سمت اور فاصلہ کتنا ہو گا؟

(۵) وہ کس قسم کی چیزوں کو اپنا نشانہ بناتا ہے؟

(۶) آیا ماضی یا حال میں اس نے کسی انسان کو ہلاک کیا تھا؟

کوئی ایسا شخص جو شکار کھیلنے کی جگہ سے غیر مانوس ہو یہ آسانی سے فراہم کردہ معلومات اس کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ جو سڑکیں شیر استعمال کرتے ہیں ان پر بھی شیر اپنے پنجوں کے نشانات چھوڑ جاتے ہیں جن سے نہایت مفید اطلاعات فراہم کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کس سمت اور کس رفتار پر شیر جا رہا تھا؟ نر تھا یا مادہ؟ اور اس کی عمر کیا ہو گی؟ یا اس کے چاروں ہاتھ پیر سلامت ہیں اگر نہیں تو کس پیر میں نقص ہے؟

جس سڑک پر میں چل رہا تھا عرصہ دراز سے استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اس پر سخت قسم کی گھاس کثرت سے اگنے اور زمین نم ہونے کی وجہ سے شیر کے پنجوں کا کھوج لگانے کے لئے مناسب ذریعہ نہیں رہی تھی، سوائے ایک یا دو مقامات کے جہاں زمین گیلی اور مٹی ملائم تھی۔ ان میں سے ایک جگہ وہ تھی جہاں یہ سڑک پہاڑ کی سطح سے باہر آتی تھی اور اس کے بالکل نیچے ایک چھوٹا بدبودار پانی کا کنڈ تھا جہاں سانبھر پانی پیتے تھے۔

موڑ پر جہاں راستہ کاشت شدہ زمین کی طرف سے آکر گھومتا تھا میں نے شیر کے پنجوں کے کھرچنے کے کافی نشانات دیکھے جو اندازاً تین دن پرانے تھے۔ ان نشانات سے دو سو گز کے فاصلے پر سڑک کی چوڑائی دو تہائی رہ کر ایک باہر نکلی ہوئی چٹان کے نیچے سے گزرتی تھی۔ اس چٹان کی اونچائی دس فٹ تھی اور اس کا بالائی حصہ جس کا رقبہ تین گز ہو گا چپٹا تھا۔ یہ حصہ گاؤں سے چٹان کے نزدیک آتے وقت صرف سڑک سے دکھائی دے سکتا



تھا۔ پہاڑ کی اوپری سطح پر پہنچ کر مجھے کھرچنے کے اور نشانات دکھائی دیئے تاہم پنجوں کے نشانات صرف اس وقت دکھائی دیئے جب میں نوکیلے موڑ پر پہنچا۔ اس موڑ پر شیر نے اپنے پنجوں کے نشانات اس وقت چھوڑے تھے جب وہ نیچے کسی ملائم مٹی والی سطح پر کودا تھا۔ ایک دن پرانے نشانات تھے لیکن کچھ مٹ گئے تھے اس کے باوجود بہت آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ پرانے بوڑھے نر شیر کے پنجوں کے نشانات تھے۔

جس علاقے میں آدم خور سرگرم عمل ہو تو ظاہر ہے کہ چلنے کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے کیونکہ راستے میں کسی رکاوٹ کو بھی نہایت محتاط طریقے پر عبور کرنا لازمی ہوتا ہے چاہے وہ جھاڑی ہو درخت ہو یا چٹان ہو یا ناہموار زمین جس کے پیچھے موت چھپی ہو سکتی ہے لیکن اگر ہوا بند ہو تو سامنے پیچھے اور داہنے بائیں متواتر کڑی نظر رکھنی پڑتی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود قدرتی مناظر قابل دید تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ پہاڑ کی بلندی چار یا پانچ ہزار فٹ تھی اور باغات موسمی پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ موسم بہار اپنے شباب پر تھا اور میں نے ان پہاڑوں سے زیادہ پھولوں اور خوبصورت رنگین جھاڑیوں اور سبز درختوں سے بہتر منظر اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ ان باغات میں سفید تتلیوں کی بے شمار اقسام سے درخت ڈھکے ہوئے تھے۔

میں نے سب سے پہلے اس جگہ ایک چڑیا دیکھی جس کا نام کچھ عرصے بعد ازراہ مہربانی بمبئی کی قدرتی ہسٹری سوسائٹی کے ڈائریکٹر نے مجھے ماؤنٹین کریگ مارٹن بتایا تھا۔ راکھ کے رنگ کی اس چڑیا کے پوٹے کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے اور یہ روزی پیسٹر سے قدرے چھوٹی ہوتی ہے۔ ان چڑیوں کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔ ہر جوڑے کے ساتھ چار بچے اور شاخ پر سب ایک ہی قطار میں بیٹھتے تھے۔ ان بچوں کی ماں اور باپ وقفے وقفے سے درخت کی چوٹی سے اڑ کر دو یا تین سو گز کے درمیان سے چھوٹے چھوٹے کیڑے پکڑ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس آ جاتے تھے۔ جس رفتار سے یہ چڑیاں پرواز کرتی تھیں وہ حیرت انگیز تھی۔ شمالی ہندوستان کے کسی حصے میں کوئی چڑیا مع تبت کی ایک تیزپرواز چڑیا کے ان کی رفتار اور دائرے میں گھومنے کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دوسری حیرت انگیز چیز اس چڑیا کی قوت بینائی تھی۔ جس تیز رفتاری سے کئی سو گز تک وہ سیدھی اڑ کر جاتی تھیں اور درمیان میں چھوٹے چھوٹے کیڑے پکڑ کر واپسی پر اپنے بچوں کے منہ میں ڈالتی تھیں وہ بھی حیرت انگیز بات تھی۔ میرے خیال میں وہ چھوٹے کیڑے جو انسان کو ایک طاقتور دوربین سے بھی دکھائی نہیں دے سکتے تھے ان کو شاخ پر بیٹھے دکھائی دے جاتے تھے۔

اپنی جان محفوظ رکھنے کی خاطر پگڈنڈیوں کو غور سے دیکھتے ہوئے اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے صحرا کے چرندوں کی آوازوں کو بغور سنتا چلا جا رہا تھا کہ ایک میل دور موہان کی سمت سے اچانک مجھے ایک سانبھر کے بولنے کی آواز پہاڑ کے نیچے سے آئی جو جنگل کے باسیوں کو شیر کی موجودگی سے خبردار کر رہا تھا۔ اس کے فوری بعد چکناکل والی سڑک سے مجھے ایک کاکڑ اور ایک لنگور کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں جو ایک تیندوے کی موجودگی کی خبر دے رہے تھے۔ وقت تیزی کے ساتھ گزرتا گیا اور بہت جلد میں سورج غروب ہوتے وقت ابھری ہوئی چٹان پر پہنچ گیا۔ چٹان کے قریب پہنچتے ہی مجھے احساس ہوا کہ اس پورے راستے میں سب سے زیادہ خطرناک جگہ یہی تھی۔ اگر چٹان کے اوپر کسی چھوٹے سبز ٹکڑے پر کوئی شیر لیٹا ہوتا تو اس کو صرف اتنا انتظار کرنے کی ضرورت تھی کہ کوئی شخص اس چٹان کے نیچے سے گزر کر باہر نکلے۔ چاہے وہ اوپر کی طرف جاتا ہو یا نیچے کی جانب تو اس کی زد سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔ انتہائی خطرناک جگہ تھی جو بھولی نہیں جا سکتی۔

قیام گاہ پہنچنے سے پہلے دو بھینسے پہنچ چکے تھے لیکن اتنی دیر ہو چکی تھی کہ اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔



میرے ملازمین نے تمام دن جھونپڑی میں آگ جلائے رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے کمرے کی بو میٹھی اور ہوا صاف ہو گئی تھی لیکن میں دوبارہ بند کمرے میں سونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ملازمین سے کہا کہ دو بڑی خاردار جھاڑیاں کاٹ کر میرے سونے سے پہلے احتیاط سے دروازوں کے سامنے لگا دیں۔ تمام رات پچھلے دروازے کی طرف جنگل میں کسی جانور کے چلنے کی حرکت محسوس نہیں ہوئی اور پوری رات غافل سو کر جب صبح بیدار ہوا تو میرا گلا قریب قریب ٹھیک ہو چکا تھا۔ صبح کا بیشتر حصہ دیہات کے باشندوں سے باتیں کرنے میں صرف ہوا۔ وہ لوگ آدم خور کے بارے میں مختلف واقعات سناتے رہے اور جو کوششیں اس کے مارنے کے بارے میں کی جا چکی تھیں وہ بھی بیان کیں۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر میں نے پہاڑ کی اس چوٹی پر ایک بھینسا لمبی رسی سے باندھا جہاں سے شیر عورت کو ہلاک کرنے کے بعد لے گیا تھا اور دوسرا اس اندھے موڑ پر جہاں میں نے شیر کے پنجوں کے نشانات دیکھے تھے۔

دوسرے دن صبح جا کر دیکھا تو پیٹ بھر کر چارا کھانے کے بعد دونوں بھینسے غافل سو رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ میں نے دونوں بھینسوں کی گردنوں میں پیتل کی گھنٹیاں باندھی تھیں مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان میں سے کسی کی بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔ نا امیدی دو وجوہات سے ہوئی یعنی اس وجہ سے کہ دونوں بھینسے سو رہے تھے۔ اس دن شام کو میں نے دوسرے بھینسے کی یعنی جو اندھے موڑ پر بندھا تھا جگہ تبدیل کر کے بدبودار پانی والے کنڈ کے نزدیک باندھ دیا۔

شیر مارنے کے لئے عموماً جو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) شیر کی گھات میں بیٹھ کر۔ (ب) ہانکا کروا کے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن دونوں صورتوں میں چارے کے طور پر جواں نَر بھینسے استعمال کیئے جاتے ہیں۔ طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہانکا کروانے یا بیٹھ کر شکار کھیلنے کی صورتوں میں ایسی موزوں جگہ تلاش کی جائے جو سب سے زیادہ مناسب اور محفوظ ہو۔ بھینسا دن ڈھلے باندھا جائے اور اس کا رسا اتنا مضبوط ہو کہ اس کو بھینسا تو نہ توڑ سکے لیکن شیر توڑ لے اور جب شیر مردہ بھینسے کو لے جانے میں کامیاب ہوجائے تو اس کی گھات میں درخت کے اوپر مچان پر یا ہانکے کی صورت میں زمین پر اس جگہ کے قرب و جوار میں بیٹھا جائے جہاں شیر نے ہلاک شدہ جانور چھپایا ہو۔

موجودہ صورت میں ان دونوں میں سے کوئی طریقہ استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حالانکہ میرا گلا قریب قریب ٹھیک ہوچکا تھا لیکن خراش ابھی تک باقی تھی اور زیادہ دیر بغیر کھانسے بیٹھے رہنا ممکن نہیں تھا اور اس وسیع علاقے میں جہاں گھنے جنگل اور ناہموار زمین تھی کم از کم ایک ہزار افراد سے کم ہانکا کرنے والوں کے بغیر یہ مہم بیکار ہوتی اس لئے میں نے تنہا شیر کی گھات میں بیٹھنے کا ارادہ کیا اور دو بھینسوں کو مختلف جگھوں پر چار انچ موٹے رسوں سے درختوں کے تنوں سے باندھ کر چوبیس گھنٹے تک جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

ہر دن صبح باری باری میں نے ان بھینسوں کے نزدیک شیر کی گھات میں علی الصباح بیٹھنا شروع کیا۔ اسی طرح شام کو جب تک روشنی اس قابل رہتی کہ گولی چلائی جاسکے کیونکہ شیر چاہے وہ آدم خور ہو یا نہ ہو اور جس جگہ اس کو اپنی جان کا خطرہ نہ ہو دن یا رات میں کسی وقت بھی شکار مار سکتا ہے۔ دن کے باقی حصے میں دور دراز دیہات سے شیر کے بارے میں خبر موصول ہونے کا انتظار کرتا اور اپنے گلے کی دیکھ بھال اور آرام کرنے میں گزارتا۔ میرے ہمراہ آنے والے چھ گڑھوالی'



بھینسوں کو چارا ڈالنے اور پانی پلانے میں وقت گزارتے۔

چوتھے دن شام کو سورج غروب ہوتے وقت جب میں پہاڑ کے اوپر والے بھینسے کو دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا اور باہر نکلی ہوئی چٹان سے تیس گز کے فاصلے پر تھا اچانک خطرہ محسوس ہوا اور سب سے زیادہ خطرناک چیز میرے لئے سامنے والی چٹان تھی۔ کرتکا نالہ کے قیام کے دوران پہلی بار مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا۔ پانچ منٹ تک چٹان کے اوپر نگاہ جمائے میں ساکت کھڑا رہا تاکہ کسی قسم کی حرکت محسوس ہونے پر صورت حال سے مناسب طریقے سے نمٹا جاسکے۔ فاصلہ اتنا نزدیک تھا کہ کسی کے پلک جھپکنے کو بھی دیکھ سکتا تھا لیکن اتنی بھی حرکت دکھائی نہیں دی۔ چنانچہ دس قدم آگے بڑھ کر پھر کئی منٹ تک غور سے دیکھتا رہا۔ حرکت دکھائی نہ دینے کے یہ معنی ہرگز نہیں تھے کہ چٹان پر شیر موجود نہ تھا۔ سوال تو یہ تھا کہ ان حالات میں کیا کیا جاسکتا تھا۔ جیسے میں پہلے عرض کرچکا ہوں پہاڑ سیدھی ڈھلوان کا تھا اور اس پر جگہ جگہ چٹانیں باہر نکلی ہوئی تھیں اور لمبی گھاس اور گھنی جھاڑیوں سے بھرا تھا۔ ان دشواریوں کے باوجود اگر صبح کا وقت ہوتا تو میں واپسی کا ایسا راستہ اختیار کرتا جو مجھے شیر سے اوپر پہنچا کر گولی چلانے کا موقع فراہم کرتا۔ لیکن سورج غروب ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا تھا اور ابھی ایک میل کا بیشتر حصہ اور چلنا باقی تھا اس لئے سڑک کو چھوڑنا محض حماقت ہوتا۔ چنانچہ میں نے حفاظتی کیچ کھولا۔ رائفل کو تیار پوزیشن میں کندھے پر جمایا اور چٹان کے نیچے چلنا شروع کیا۔

اس مقام پر راستے کی چوڑائی اندازاً آٹھ فٹ تھی اور اس کے بالکل کنارے پر چلنے کے لئے میں نے کیکڑے کی طرح چلنا شروع کیا اور ہر قدم پر یہ اندازہ لگایا کہ آیا کچی مٹی کا کنارہ میرا وزن سہار سکے گا یا نہیں کیونکہ بصورت دیگر میرے پہاڑ سے سیدھا نیچے گرنے کے امکانات یقینی تھے۔ میری آگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑھنے کی رفتار بہت ہلکی اور چڑھائی سخت مشکل تھی لیکن جوں ہی میں نکلی ہوئی چٹان کی متوازی سطح پر پہنچا اور اس پر گزرنا شروع کیا تو شیر کے اس جگہ موجود ہونے کے امکانات روشن ہونے لگے اور گمان یہ تھا کہ جب تک میں سڑک کے اس حصے تک نہیں پہنچ جاؤں گا جہاں ہموار چٹان پر شیر بیٹھا دکھائی دینے کا امکان تھا شیر وہیں بیٹھا ہو گا۔ بہرحال میری حد درجہ احتیاط کی وجہ سے شیر کو میری موجودگی کا احساس نہ ہونے پایا لیکن وہ کوئی خطرہ مول لینے کے تیار نہیں تھا۔ اب کسر صرف اتنی باقی تھی کہ میں چٹان سے باہر نکل آؤں کہ پہلے تو میں نے غرانے کی آواز سنی جو میرے اوپر سے آرہی تھی اس کے چند لمحے بعد کاکڑ کے بھونکنے اور دو سانبھروں کے بولنے کی آواز تکونیا پہاڑ کی جانب سے سنائی دی۔

شیر صحیح سلامت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن چونکہ میں بھی اس کے حملے سے محفوظ رہا اس لئے دل شکنی کی کوئی بات نہیں تھی۔ جس مقام پر سانبھر نے بول کر اپنی موجودگی کا اظہار کیا تھا مجھے یقین تھا کہ شیر کو گندے پانی کے کنڈ کے نزدیک بندھے ہوئے بھینسے کی گھنٹی کی آواز ضرور سنائی دے گی۔

جب میں کاشت شدہ زمین کے نزدیک پہنچا تو چند اشخاص کو اپنے انتظار میں موجود پایا۔ ان اشخاص کو سانبھر اور چیتل کی آوازیں سنائی دے گئی تھیں اور میرے شیر کو نہ دیکھ سکنے کا ان کو افسوس تھا لیکن میری یقین دہانی پر کہ صبح یر کے مارے جانے کے امکانات قوی تھے وہ لوگ خوش ہو گئے۔

☆ ☆

رات کسی وقت آندھی آئی اور اس کے بعد شدید بارش ہوئی۔ کمرے کی چھت ٹپکنے کی وجہ سے تکلیف ہوئی لیکن ایک کونے میں ایسی جگہ مل گئی جو محفوظ



تھی چنانچہ میں اپنا بستر گھسیٹ کر اس طرف لے گیا اور تمام رات غافل سوتا رہا۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو مطلع صاف تھا اور بارش کی وجہ سے فضا آلودگی سے پاک ہو گئی تھی اور درختوں کے پتے دھل جانے کی وجہ سے جھمر جھمر چمک رہے تھے۔

معمول کے مطابق تو میں ہر دن صبح نزدیک تر بھینسے کو پہلے جا کر دیکھتا تھا لیکن آج غیر معمولی طور پر اس کے برعکس میں نے اپنے ملازمین کو سورج پوری طرح طلوع ہونے کے بعد نزدیک والے بھینسے کو چارا اور پانی وغیرہ دینے کی ہدایات دیں اس کے بعد پہلے تو اپنی ۴۰۰ / ۴۵۰ بور رائفل کی صفائی کی اور تیل لگایا۔ یہ بہترین رائفل ہوتی ہے اور برسوں سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اور اس کے بعد بلند توقعات کے ساتھ چلناکل کی سڑک پر روانہ ہو گیا۔ جس نکلی ہوئی چٹان کے نیچے سے گزشتہ شام گزرتے وقت سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا آج بغیر کسی تردد کے میں نے اس حصے کو عبور کیا اور باہر آکر شیر کے پنجوں کے نشانات دیکھنے شروع کئے کیونکہ رات کو بارش ہو چکی تھی اور مٹی ملائم ہو گئی تھی۔ مجھے کوئی خاص علامت دکھائی نہیں دی تاوقتیکہ میں لب سڑک ایک نم حصے پر نہیں پہنچا جو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پہاڑ کے بالائی سلسلے کے نزدیک تھا جہاں گندے پانی کے کنڈ کے قریب ایک بھینسا باندھا تھا۔ اس ملائم مٹی میں مجھے شیر کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے جو آندھی چلنے سے پہلے کے تھے اور ہموار سطح کی طرف جا رہے تھے۔ اس مقام کے نزدیک ایک تین فٹ اونچی چٹان کھڈ کی جانب تھی۔ کئی مرتبہ پہلے شیر کا تعاقب کرنے کے دوران میرے مشاہدے میں یہ بات آئی تھی کہ اس چٹان پر کھڑے ہو کر سڑک کے ایک کب کے اوپر سے دور تک دکھائی دیتا تھا اور بھینسا بھی جو چالیس گز دور بندھا تھا صاف دکھائی دیتا تھا۔ چٹان کے اوپر پہنچ کر جب میں نے آہستہ آہستہ اپنا سر اوپر اٹھایا تو بھینسا غائب تھا۔ یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انکشاف ناقابل بیان اور انتہائی پریشان کن تھا۔ شیر کو مجبور کرنے کے لئے کہ وہ بھینسے کو جنگل کے اندر زیادہ دور نہ لے جا سکے صرف ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ زمین یا درخت پر بیٹھ کر اس پر گولی چلانے کا انتظار کیا جائے لیکن یہ کارروائی میرا گلا خراب ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں تھی۔ میں نے تو ایک انچ موٹا رسا چار انچ موٹے ٹھنٹھ سے باندھا تھا باوجود اس کے شیر اس کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

میں بہت پتلے کریپ سول کے جوتے پہنے تھا اس لئے بغیر کسی آہٹ کے اس ٹھنٹھ تک بآسانی پہنچ گیا جہاں بھینسا بندھا تھا۔ اس کے گرد زمین کا معائنہ کرنے سے ظاہر ہوا کہ شیر نے بھینسے کو آندھی آنے سے پہلے ہلاک کیا تھا لیکن اس کے جسم کے کسی حصے کو کھائے بغیر بارش تھم جانے کے بعد اٹھا کر لے گیا۔ تین بٹے ہوئے رسوں کو تو شیر نے کتر لیا تھا اور چوتھا رسا کھینچ کر توڑ دیا تھا۔ عام طور پر شیر رسوں کو کترا نہیں کرتے لیکن اس شیر نے ایسا ہی کیا تھا اور موہان کی سمت پہاڑ کے نیچے گھسیٹ کر لے گیا تھا۔ میرے منصوبے بری طرح متاثر ہو گئے تھے لیکن خوش قسمتی سے بارش معاون ثابت ہوئی۔ خشک پتوں کا موٹا قالین گیلا ہونے کی وجہ سے اس قابل ہو گیا تھا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی نہ ہوئی تو بغیر کسی آہٹ کے شیر کا تعاقب کر کے اس کی بھینسے کو گھسیٹ کر لے جانے کی محنت پر پانی پھیرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔

جنگل میں داخل ہوتے وقت جہاں متواتر گولی چلانا ضروری ہو میں ہمیشہ اپنے اطمینان کے لئے یہ ضرور جائزہ لیتا ہوں کہ آیا میری رائفل میں کارتوس بھرے ہیں یا نہیں؟ خطرے کی صورت میں لبلبی دبا کر یہ محسوس کرنا کہ رائفل خالی ہے خودکشی کے مترادف ہوتا ہے اور اس حماقت کا کوئی سدباب یا جواز نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے کہ مجھے رائفل کا بھرنا یاد تھا لیکن



پھر بھی احتیاطاً نکلی ہوئی چٹان کے نیچے جانے سے پہلے میں نے رائفل سے کارتوس باہر نکالے۔ ایک کارتوس جس کا رنگ خراب ہو گیا تھا اور اس پر گڑھے پڑے تھے تبدیل کیا اور یہ اطمینان کرنے کے لئے کہ سیفٹی کیچ بغیر کسی دقّت کے کھلتا اور بند ہوتا ہے کئی مرتبہ اوپر نیچے کرنے کے بعد اس کو اوپر کیا کیونکہ میں سیفٹی کیچ کھول کر چلنے کا قائل نہیں اور گھسیٹنے کے نشانات کی مدد سے کھوج لگانے روانہ ہو گیا۔

لفظ گھسیٹنے سے اکثر غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ہمیشہ یہ معنی نہیں ہوتے کہ شیر اپنے شکار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے گھسیٹتا ہوا ہی لے جائے کیونکہ شیر اپنے شکار کو کتنے ہی فاصلے تک اٹھا کر لے جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے سامنے ایک شیر بڑی گائے کو اپنے جبڑے سے معلق اٹھا کر چار میل لے گیا تھا۔ اگر شکار زیادہ بھاری ہوتا ہے تو اس کو وہیں چھوڑ کر دوبارہ واپس آتا ہے۔ گھسیٹنے کی صورت میں نشانات کا ہلکا یا نمایاں ہونے کا انحصار شکار کے قد اور اس کی گرفت اور لے جانے کے طریقے پر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر شکار سانبھر ہے اور شیر اس کو گردن سے پکڑے ہوئے ہے تو اس کا پچھلا دھڑ گھسیٹنے کے نمایاں نشانات چھوڑتا جائے گا لیکن اگر شیر نے اس کو پیٹھ کے درمیان سے پکڑ کر اٹھایا ہے تو نشانات یا تو بالکل ہلکے ہوں گے یا قطعی نہیں ہوں گے۔

موجودہ صورت میں شیر نے بھینسے کو گردن سے پکڑا ہوا تھا اور اس کے پچھلے دھڑ کے زمین پر گھسیٹنے کے نشانات سے کھوج لگانا آسان تھا۔ سو گز تو شیر پہاڑ کے پہلو میں آڑھا چلتا رہا اور کنارے پر جہاں سلیٹی رنگ کی مٹی تھی رک گیا۔ بند کو عبور کرنے کی کوشش میں شیر کا پیر پھسلا اور اس کی گرفت سے بھینسا چھوٹ گیا اور تیس یا چالیس گز لڑھک کر ایک درخت کے تنے سے لگ کر رک گیا۔ شیر نے نیچے اتر کے بھینسے کو دوبارہ اس کی کمر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکڑا اور اس مرتبہ اس طرح اٹھایا کہ اس کی ٹانگیں کبھی کبھی زمین پر رگڑتی تھیں لیکن چونکہ پہاڑ کا دامن پتوں وغیرہ سے بھرا تھا اس لئے رگڑ کے نشانات سے کھوج لگانا مشکل نہ تھا قلابازی کھانے کے دوران شیر احساس سمت کھو بیٹھا تھا اور اب اس کو یہ مشکل درپیش تھی کہ وہ شکار کو کدھر لے جائے۔ پہلے تو سو گز داہنی طرف چلا اور اس کے بعد سیدھا پہاڑ کے ڈھال پر بانسوں کے ٹھنٹھ کے ایک ٹکڑے سے بہت محنت کے بعد تکلیف جھیل کر گزرا اور اپنے داہنی جانب ایک وسیع چٹان کے گرد چکر لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس چٹان سے ملحق زمین بتدریج اونچی ہو کر بیس فٹ تک چلی گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ حصہ کسی غار یا کھڈ میں کافی دور تک چلا گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ صحیح تھا تو یقیناً شیر اپنے شکار کو وہیں لے گیا ہو گا۔ چنانچہ کھوج کے نشانات کو چھوڑ کر میں چٹان کے اوپر چڑھا اور جہاں تک دکھائی دیا ایک ایک گز زمین کو داہنے بائیں اور سامنے نہایت محتاط طریقے پر دیکھ کر آگے بڑھا۔ چٹان کے سرے پر پہنچ کر یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ نہ تو کھائی تھی نہ خندق بلکہ غیر متوقع طور پر سیدھی اونچائی والا پہاڑ اس چٹان کے سرے پر آ کر مل گیا تھا۔

چونکہ چٹان کے کونے سے کھڈ اور ملحقہ جنگل صاف دکھائی دیتا تھا اور شیر کے حملے سے بھی محفوظ تھا اس لئے میں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا، بیٹھتے ہی چٹان کے نیچے چالیس یا پچاس گز دور گھنی جھاڑیوں میں سفید اور لال دھاریوں والی کوئی چیز دکھائی دی۔ جب کسی شخص کو جنگل میں شیر کی تلاش ہو تو ہر سفید اور لال دھاری والی چیز شیر معلوم ہوتی ہے لیکن یہاں نہ صرف شیر کی لال کھال دکھائی دے رہی تھی بلکہ اس کی دھاریاں بھی نمایاں تھیں۔ تھوڑی دیر اس چیز کو میں بغور دیکھتا رہا۔ جس طرح تصور میں کسی چیز کا نقشہ اپنے ذہن میں آپ سے کھینچنے کے لئے کہا جائے اور اچانک تصور حقیقت بن کر نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سامنے آجائے اسی طرح جس چیز کو میں دیکھ رہا تھا وہ شیر نہیں بلکہ اس کا شکار کیا ہوا بھینسا تھا اور جو چیز سرخ دکھائی دے رہی تھی وہ خون تھا اور دھاریاں ۔بھینسے کی پسلیاں تھیں جن کو توڑ کر شیر نے کھال سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے شکر ادا کیا کہ ایسی ذہنی کیفیت میں گولی نہیں چلائی کیونکہ انہی حالات میں میرے ایک دوست نے ڈھانچے پر دو گولیاں یکے بعد دیگرے چلاکر ایک نہایت خوبصورت شیر کو ہلاک کرنے کا سنہری موقع ہاتھ سے کھو دیا تھا۔ خوش قسمتی سے ان صاحب کا نشانہ بہت اچھا تھا۔ وہ دو اشخاص جن کو ان صاحب نے پہلے سے شیر کے مارے ہوئے شکار کے نزدیک مچان بنانے کے لئے بھیج دیا تھا وہ بھی خوش قسمت تھے اس لئے کہ جب گولیاں چلائی گئیں تو دونوں شکار کے نزدیک کھڑے تھے اور ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اگر کسی شیر کو کسی شخص کی موجودگی کا شبہ نہ ہو اور اپنے مارے ہوئے شکار کو کھلے میدان میں چھوڑ دے تو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ شیر اس کے نزدیک ہی لیٹا ہو گا اس لئے کہ وہ اس کو چیل اور گدھ وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسا کرتا ہے اگرچہ شیر مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ شیر غیر حاضر تھا بلکہ گھنی جھاڑیوں کے قرب و جوار میں لیٹا ہو گا۔

مکھیوں سے شیر بہت عاجز رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کسی ایک مقام پر زیادہ دیر نہیں لیٹ سکتا۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ جہاں تھا وہیں رہوں اور کسی غیر معمولی حرکت پر کڑی نظر رکھوں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرنے پائے تھے کہ میرے گلے میں سرسراہٹ شروع ہو گئی گلے کی تکلیف سے ابھی تک میں پوری طرح صحت یاب نہیں ہو پایا تھا۔ سرسراہٹ اس درجہ بڑھی کہ میں بغیر کھانسے نہ رہ سکا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ پوری طاقت سے کھانسنے



پر مجبور ہو گیا۔ سخت الجھن میں گرفتار تھا ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی کہ بجائے کھانسنے کے لنگور کی آواز کیوں نہ نکالی جائے۔ آواز کا الفاظ میں بیان کرنا تو مشکل ہے لیکن عام طور پر لنگور خوفزدہ ہو کر 'کھک کھک' کی آواز نکالتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے اسی آواز کو متواتر دہراتے رہتے ہیں اور آخر میں 'کھو کو رور' کی آواز نکال کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ تمام لنگور اس قسم کی آواز نہیں نکالتے لیکن ہمارے پہاڑ کے لنگور شیر کو دیکھ کر یقینی طور پر اس طرح بولتے ہیں۔ اس شیر نے یہ آواز غالباً زندگی میں ہر دن سنی ہو گی اور صرف ایک یہی آواز ہو سکتی تھی جو میرے نکالنے سے شیر کوئی توجہ نہیں دے گا۔ ایسی ہنگامی صورت میں غالباً میں یہ آواز بالکل صحیح نہیں نکال پایا لیکن گلے کی سرسراہٹ ختم کرنے میں کافی معاون ثابت ہوئی۔

اس کے بعد آدھ گھنٹے تک میں چٹان پر بیٹھا رہا۔ ہر حرکت کو غور سے دیکھتا اور جنگل کے باسیوں کی نکالی ہوئی آوازوں کو بغور سنتا رہا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ میری حد نظر تک شیر کا کوئی وجود نہیں تھا میں چٹان سے اٹھ کر بے حد محتاط طریقے پر مرے ہوئے بھینسے کے نزدیک پہنچا۔

☆ ☆

شیر ایک وقت میں کتنا گوشت ہضم کر سکتا ہے اس کا صحیح وزن تو بتا نہیں سکتا لیکن یہ کہنے سے شاید آپ کو اندازہ ہو سکے کہ وہ پورا سانبھر دو دن میں اور بھینس تین دن میں ختم کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ شاید چوتھے دن کے لئے بچ جاتا ہو۔

جو بھینسا میں نے باندھا تھا وہ ادھیڑ عمر کا تھا لیکن اس کو کسی طرح چھوٹا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ شیر نے اس کے جسم کا نصف حصہ کھا لیا تھا۔ اتنا گوشت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھانے کے بعد مجھے یقین تھا کہ وہ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا اور چونکہ زمین ابھی تک گیلی تھی اور ایک یا دو گھنٹے تک اس کے گیلا رہنے کا امکان تھا اس لئے میں نے قصد کیا کہ اس کا کھوج لگا کر معلوم کیا جائے کہ وہ کس سمت میں گیا تھا اور اگر ممکن ہو تو اس کی گھات میں بیٹھا بھی جائے۔

زمین پر بھینسے کے نزدیک نشانات میں کافی گڑبڑ تھی لیکن ایک لمبا طواف کرنے کے بعد شیر کے جانے والے نشانات نمایاں ہو گئے۔ ملائم پنجوں والے جانوروں کے پیروں کا کھوج لگانا سخت پنجوں والے جانوروں کے مقابلے میں مشکل ہوتا ہے لیکن برسوں کے تجربے کے بعد اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے جیسے سدھائے ہوئے کتے کے لئے بو کی مدد سے کھوج لگانا۔ پرچھائیں کی طرح آہستہ اور خاموش طریقے پر میں نے شیر کے پنجوں کے نشانات پر چلنا شروع کیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ شیر کہیں نزدیک لیٹا ہو گا۔ سو گز چلنے کے بعد میں ایک بیس مربع گز چپٹی زمین پر پہنچا جس پر مختلف نوع کی سبز گھاس تھی اور اس کی جڑ میں خوشبو ہوتی ہے۔ شیر کے جسم کے چھوڑے ہوئے نشانات سے ظاہر تھا کہ وہ اسی گھاس پر لیٹا تھا۔

گھاس پر شیر کے بدن کا نقش دیکھ ہی رہا تھا کہ یہ اندازہ لگا سکوں کہ شیر کی قامت کیا تھی کہ دبی ہوئی گھاس کے ڈنٹھل رفتہ رفتہ سیدھا ہونے شروع ہوئے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ شیر ایک یا دو منٹ پہلے اس مقام سے اٹھ کر گیا تھا۔

جس مقام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اس کا آپ کی نظر کے سامنے صحیح نقشہ کھینچنے کے لئے یہ بتانا ضروری ہو گا کہ شیر اپنے شکار کو شمال کی جانب سے لایا تھا اور اس کو وہاں چھوڑ کر مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔ جس چٹان پر میں بیٹھا تھا، جہاں مردہ بھینسا پڑا تھا اور جس مقام پر میں اب کھڑا تھا مثلث کی شکل میں تھے جس کا ایک حصہ چالیس گز اور بقیہ دو حصے سو گز کے تھے۔



گھاس کو کھڑا ہوتا دیکھ کر میرا پہلا گمان یہ ہوا کہ غالباً شیر مجھے دیکھ کر ہٹ گیا تھا لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ خیال صحیح نہیں تھا اس لئے کہ گھاس کے اس ٹکڑے سے نہ تو چٹان اور نہ بھینسا دکھائی دیتا تھا اس لئے شیر کے پنجوں کے نقش کی مدد سے کھوج لگانے کے دوران وہ نہیں ہٹا تھا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ اپنا آرام دہ بستر چھوڑ کر چلا گیا۔ میری پشت پر پڑتی ہوئی سورج کی تیز شعاعیں اس کا جواب تھیں۔ صبح کے نو بج چکے تھے۔ مئی کے مہینے کی اس گرم صبح کا اندازہ اونچے درختوں کے پتوں کے جھروکوں سے چھنتی ہوئی گرم شعاعوں سے ہوا جو دس منٹ سے اس گھاس کے ٹکڑے پر پڑ رہی تھیں۔ شیر اس تپش کو برداشت نہ کر سکا اور چند منٹ پہلے کسی سائے دار مقام کی تلاش میں چلا گیا تھا۔

میں آپ سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ گھاس کے اس ٹکڑے کی چوڑائی بیس مربع فٹ تھی۔ اس کے پچھلی جانب جہاں سے میں آیا تھا ایک ٹوٹا درخت پڑا تھا جس کا رخ شمالاً اور جنوباً تھا۔ اس کا قطر اندازاً چار فٹ تھا اور وہ گھاس کے ٹکڑے کے سرے پر پڑا تھا اور اس کا فاصلہ مجھ سے دس فٹ تھا۔ اس درخت کی جڑ والا حصہ پہاڑ کے دامن کے اوپر ٹکا تھا جہاں سے پہاڑ کی سیدھائی شروع ہوتی تھی اور اس پر گھنی شاخیں اگی تھیں۔ گرتے وقت اس کی موٹی جڑیں ٹوٹ چکی تھیں۔ یہ شاخیں پہاڑ سے باہر کی جانب نکلی تھیں۔ اس درخت سے آگے پہاڑ سیدھا اوپر چلا گیا تھا اور اس کے وتر میں ایک چٹان کی پٹی تھی جو آگے جا کر تیس گز دور گھنے جنگل کے اندر غائب ہو گئی تھی۔

اگر شیر کے جگہ بدلنے کی وجہ میرے اندازے کے مطابق صحیح تھی تو اس کے لئے اس ٹوٹے ہوئے درخت سے زیادہ محفوظ پناہ گاہ نہیں ہو سکتی تھی اور خود کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے زیادہ مناسب عمل نہیں ہو سکتا تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخت کے نزدیک جا کر اس کے اوپر سے جھانکوں۔ اسی لمحے کئی سال پہلے پنچ اخبار میں شائع ہونے والی ایک تصویر کی یاد میرے ذہن میں تازہ ہوئی۔ یہ تصویر ایک تنہا شکاری کی تھی جو ببر شیروں کے شکار کے لئے نکلا تھا جس چٹان پر وہ چل رہا تھا اس کے اوپر نگاہ ڈالتے ہی اس نے خود کو افریقہ کے ایک بہت بڑے ببر شیر کے سامنے کھڑا پایا۔ اس کے نیچے لکھا تھا کہ ' اگر تم ببر شیر کو دیکھنے کی نیت سے نکلو تو خود کو اس کے لئے تیار رکھو۔ ' یہ صحیح تھا صرف فرق اتنا تھا کہ میرے دوست کو تو ببر شیر کے دیکھنے کے لئے اوپر دیکھنا پڑا اور مجھے شیر کو دیکھنے کے لئے نیچے دیکھنا پڑے گا اگر ایسا نہ ہوتا تو میرا اور مذکورہ بالا شکاری کا تجربہ یکساں ہوتا۔

گھاس پر ایک ایک انچ محتاط قدم اٹھا کر میں نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اپنے اور درخت کے درمیان نصف فاصلہ طے کرنے پایا تھا کہ چٹان والے حصے پر تین انچ لمبی کالی اور پیلے رنگ کی چیز دکھائی دی اور اس بات کا بھی اندازہ ہوا کہ وہ پگڈنڈی جانور بکثرت استعمال کرتے تھے۔ چند منٹ تک اس چیز کو کافی غور سے دیکھنے کے بعد مجھے اطمینان ہوا کہ وہ شیر کی دم کا سرا تھا۔ چونکہ دم کا سرا سامنے پہاڑ کی جانب تھا اس لئے شیر کا منہ میری طرف ہوگا اور چونکہ ابھری ہوئی چٹان صرف دو فٹ چوڑی تھی اس لئے شیر اس کے نیچے دبکا ہوا اس بات کا منتظر ہوگا کہ میرے درخت کے تنے کے اوپر سے جھانکتے ہی زقند بھر کر مجھ پر حملہ کر دے۔ دم کا فاصلہ مجھ سے بیس فٹ تھا۔ اس میں شیر کے بدن کی لمبائی آٹھ فٹ شامل کرنے پر اس کا کل فاصلہ مجھ سے بارہ فٹ تھا۔ لیکن شیر کے جسم کا کافی حصہ دیکھنے کے لئے ابھی مجھے کافی قریب جانا تھا تاکہ اس پر کاری ضرب لگا سکوں اور اگر مجھے زندہ واپس جانا تھا تو صرف کاری ضرب ہی میری جان بچا سکتی تھی اور اسی وقت مجھے اپنی ایک خطرناک عادت کا بھی احساس ہوا کہ میں جب تک رائفل چلانے کی ضرورت پیش نہ



آتی سیفٹی کیچ بند رکھتا تھا۔ ۴۰۰ / ۴۵۰ رائفل جو میرے پاس تھی سیفٹی کیچ کھولتے وقت نمایاں آواز کلک پیدا کرتی تھی اور ایسے نازک وقت میں کسی قسم کی آہٹ ہونے پر یا تو شیر سیدھا مجھ پر حملہ کر سکتا تھا اور یا بغیر زخمی ہوئے کھڈ میں غائب ہو سکتا تھا۔

انتہائی احتیاط سے ایک ایک انچ آگے بڑھنا شروع کیا اور بڑھتا رہا جب تک شیر کا پچھلا دھڑ اور پوری دم دکھائی نہ دینے لگی۔ پچھلا دھڑ دکھائی دینے کے بعد تو مجھے مارے خوشی کے چیخ پڑنا چاہئے تھا کیونکہ نہ تو وہ حملے کے لئے تیار تھا اور نہ گھات لگائے بیٹھا تھا بلکہ آرام سے لیٹا تھا چونکہ اس کے جسم کے لئے صرف دو فٹ جگہ تھی اس لئے اس نے اپنے پچھلے پیر پھیلا کر ایک چھوٹے شاہ بلوط کے درخت کی شاخ پر ٹکائے ہوئے تھے۔ اب مجھے ایک اور پیر اور اس کا پیٹ دکھائی دیا اور جس معمول کے مطابق وہ سانس لے رہا تھا مجھے اندازہ ہوا کہ وہ غافل سو رہا تھا۔ تھوڑا اور آگے بڑھا یہاں تک کہ اس کے شانے اور پورا جسم صاف نظر آنے لگا۔ اس کے سر کا پچھلا حصہ گھاس کے سرے پر تھا۔ یہ سرا درخت سے تین چار فٹ تھا۔ آنکھیں بند اور ناک آسمان کے رخ تھی۔

رائفل کی شست اس کے ماتھے پر جما کر میں نے سیفٹی کیچ کا کھولنا اور لبلبی کا دبانا بیک وقت کیا۔ مجھے قطعی احساس نہیں تھا کہ یہ طریقہ کہاں تک کامیاب ہو سکے گا لیکن بے حد کامیاب رہا اور جب موٹی گولی اتنے قریب سے اس کے سر کے پار ہو گئی تو اس کے جسم میں حرکت تک نہ ہوئی۔ اس کی دم اسی طرح سیدھی رہی ناک آسمان کے رخ اور جسم بھی مرنے سے پہلے والی پوزیشن میں تھا۔ بلاوجہ دوسری گولی چلانے کے باوجود اس کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ نمایاں فرق صرف یہ ہوا کہ سانس لینے والی پیٹ کی حرکت بند ہو گئی اور اس کے سر کے دو چھوٹے سوراخوں سے خون بہہ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خدا معلوم اتنے قریب سے شیر کے آمنے سامنے ہونے کا دوسروں پر کیا اثر ہوتا ہو گا لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے ہر مرتبہ سانس رکنے لگتی ہے جس کی وجہ تجسس اور خوف کا ملا جلا احساس ہوتا ہے اور تھک جانے کے باعث آرام کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ درخت پر بیٹھ کر میں نے اطمینان سے کئی سگریٹ پی ڈالے جس کی لذت سے میں گلا خراب ہونے کے دن سے محروم تھا اور کچھ دیر کے لئے خیالات کی دنیا میں گم ہو گیا۔ کسی کام کے کامیابی کے ساتھ اختتام پر پہنچنے کے بعد تسکین ہوتی ہے اور ابھی جو مہم ختم کی تھی وہ بلاشبہ ایک بڑی کامیابی تھی۔ میری وہاں موجودگی کا سبب شیر کو ہلاک کرنا تھا اور اس وقت سے جب دو گھنٹے پہلے میں چلا تھا اور جس وقت تک میں نے سیفٹی کیچ بند کیا ہر چیز مع لنگور کی آواز کے نہایت اطمینان بخش طریقے پر ہوتی چلی گئی اور کسی قسم کی غلطی نہیں ہوئی۔ مجھے بے حد تسکین ملی۔ ایسی تسکین جو غالباً کسی مصنف کو کسی کتاب کے ابواب سلسلے وار لکھنے کے بعد آخر میں نتیجہ اخذ کرتے وقت ہوتی ہے۔ لیکن میری مہم کا انجام تسلی بخش نہیں تھا اس لئے کہ جو جانور مجھ سے صرف پانچ فٹ دور پڑا تھا، اسے میں نے سوئی ہوئی حالت میں مارا تھا۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے دوسروں کا میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس حقیقت سے متفق ہوں کہ شیر کا ہلاک کرنا اور کرکٹ کھیلنا برابر نہیں ہیں اور اس خیال سے کہ ناظرین کی خدمت میں اپنی ذاتی رائے کی وضاحت پیش کروں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتا ہوں :

۱۔ شیر آدم خور تھا اور اس کا ہلاک کیا جانا اس کے زندہ رہنے سے بہتر تھا۔
۲۔ اس کا سوتے جاگتے میں ہلاک کیا جانا برابر تھا۔

اس کا نیند میں سانس لیتے دیکھ کر میرا وہاں سے چلا جانا انسانی اور اخلاقی



فرائض کی سخت خلاف ورزی ہونے کے علاوہ آئندہ ہلاک کئے جانے والے انسانوں کی تمام تر ذمہ داری میری گردن پر ہوتی۔

ان تمام معقول دلائل کو پیش کرنے کے باوجود مجھے اس بات کا احساس ضرور ہے کہ مجھے اس کو جگا کر اپنے اوپر حملہ کرنے کا موقع دینے کے بعد ہلاک کرنا چاہئے تھا بجائے اس کے کہ اپنی جان بچانے کی خاطر سوتے ہوئے جانور کو ہلاک کر دیا۔

شیر تو مر چکا تھا اور اگر مجھے اپنی بیش قیمت یادگار کو کھڈ میں گر کر خراب ہونے سے محفوظ رکھنا تھا تو اس کو کنارے سے جلد از جلد ہٹانا اشد ضروری تھا۔ رائفل کی تو اب مجھے کوئی ضرورت باقی نہیں تھی اس لئے میں نے اس کو تو گرے ہوئے درخت پر لٹا کر ٹکا دیا اور خود سڑک پر آ کر کاشت شدہ زمین تک گیا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر 'کوای' کی آواز نکالی جو گھاٹیوں اور پہاڑوں سے ٹکراتی گاؤں تک پہنچ گئی۔ یہ آواز دوبارہ نکالنے کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ میرے آدمی جو پہلے بھینسے کو دیکھ کر واپس آ رہے تھے میری دونوں مرتبہ گولی چلانے کی آواز سن چکے تھے انہوں نے دوڑتے ہوئے آ کر دیہاتیوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آوازیں دینا شروع کر دیں۔ میری آواز سننے کے بعد تو پورا دیہات بدحواسانہ بھاگتا میری طرف آ رہا تھا۔

مضبوط رسی اور کلہاڑی منگانے کے بعد میں اس ہجوم کو اپنے ہمراہ لے کر شیر کے پاس واپس آیا۔ رسوں سے شیر کو احتیاط سے باندھا گیا اور دیہاتیوں نے انتہائی مسرت کے ساتھ اس کو کچھ گھسیٹا اور کچھ اٹھایا اور پہاڑ کے پتلے حصے سے ہٹا کر پہلے تو گرے ہوئے درخت پر ڈالا اور اس کے بعد اٹھا کر گھاس کے ٹکڑے پر لے آئے۔ میرا ارادہ تو شیر کی کھال اسی جگہ اتارنے کا تھا لیکن سب نے مجھ سے التجا کی کہ ایسا کرنے سے کر تکا نالہ اور اس کے قرب و جوار کے دیہات کے بوڑھے بچے اور مستورات سخت مایوس ہوں گے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے اگر اس موذی شیر کو جس نے برسوں سے تباہی مچا رکھی تھی اور پورے علاقے کے باشندوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس بات کا اطمینان نہ کرلیں کہ شیر حقیقت میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔

جس دوران چند اشخاص شیر کو اٹھا کر لے جانے کے لئے چھوٹے پودے اور موٹی بیلیں توڑنے میں مصروف تھے' بقیہ لوگ شیر کے جسم پر ہاتھ پھیر کر اس خیال کی تصدیق کر رہے تھے کہ شیر کے جسم پر کوئی اس قسم کا زخم تو نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ اپاہج ہو گیا ہو اور اس کے مارنے میں آسانی ہوئی ہو۔

جھونپڑی پر پہنچ کر شیر کو ایک گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے رکھا گیا اور تمام دیہاتوں میں اطلاع بھیجی گئی کہ دو بجے تک لوگ اس کو آکر دیکھ لیں کیونکہ اس سے زیادہ وقت میں نہیں دے سکتا تھا۔ گرم دن تھا اور مجھے یہ ڈر تھا کہ زیادہ دیر رکھنے سے اس کے بالوں پر برا اثر نہ پڑے۔ ابھی تک میں نے شیر کو قریب اور غور سے نہیں دیکھا تھا لیکن جب دو بجے اس کو کمر کے بل لٹا کر میں نے کھال اتارنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ اس کے اگلے بائیں طرف والے پیر کے اندر والے حصے کے بال غائب تھے اور کھال میں متعدد چھوٹے چھوٹے سوراخ ہونے کے علاوہ ان میں سے پیلے رنگ کا مادہ رس رہا تھا لیکن میں نے ان سوراخوں پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور اس پیر کی کھال اتارنا بند کر دی۔ اس کا بایاں پیر داہنے کے مقابلے میں کافی پتلا معلوم ہوتا تھا۔ جسم کے بقیہ حصے کی کھال اتارنے کے بعد میں نے اس کے پیپ پڑے ہوئے بائیں پیر کے پنجے کی گدی سے لے کر اوپر تک ایک گہرا شگاف لگایا اور کھال اتار لی۔ اس کے بعد اسی پیر کے گوشت سے میں نے یکے بعد دیگرے پچیس سیہہ کے کانٹے نکالے جو دیہاتیوں نے بطور یادگار اپنے پاس محفوظ کر لئے۔ پنجے سے لے کر سینے تک کھال صابن کی طرح ہو گئی تھی اور اس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رنگ گہرا پیلا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غریب چلتے وقت کراہتا تھا کیونکہ سیہہ کے کانٹے جتنے عرصے بھی کھال میں پیوست رہیں تحلیل نہیں ہوتے۔

اپنے شکار کئے ہوئے آدم خور شیروں کے پیروں سے میں نے متعدد بار سیہہ کے کانٹے نکالے جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے اکثر نو انچ سے بھی زیادہ لمبے اور پنسل کے برابر موٹے تھے۔ زیادہ تر کانٹے سخت پٹھوں کے اندر پیوست ملتے تھے، بعض ہڈیوں کے درمیان اور کھال کی سطح تک جن کا چھوٹا حصہ ٹوٹ کر اندر رہ جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شیروں کے ساتھ یہ حادثات سیہہ کو اپنی غذا کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش میں پیش آتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں کہ شیر جیسا پھرتیلا اور ہوشیار جانور اس درجہ لاپروائی کیوں برتتا ہے کہ سیہہ کو کانٹے چھینکنے اور اپنے جسم میں پیوست ہونے کا موقع دے۔ سیہہ کی حکمت عملی خود کو خطرے سے محفوظ رکھنے کی یہ ہوتی ہے کہ پورے جسم کے کانٹے پھلا کر پیچھے کی طرف ہٹنا شروع کر دیتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے سیہہ کے کانٹے نہ تو نازک ہوتے ہیں اور نہ لچک دار پھر وہ ٹوٹ کس طرح جاتے ہیں؟

جزوی طور سے ہمارے پہاڑوں کے شیروں کی طرح تیندوے بھی لاپروائی برتتے ہیں لیکن وہ کانٹوں کی زد سے محفوظ رہ کر اکثر سیہہ کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تیندوے سیہہ کو سر سے پکڑ کر ہلاک کرتے ہیں۔ یہی طریقہ شیر کیوں استعمال نہیں کرتے؟ یہ میرے لئے ایک معمہ ہے۔

میں نے آپ سے ضلعی کانفرنس کی قرارداد کے مطابق تین میں سے دو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



شیروں کو ہلاک کرنے کے واقعات بیان کئے۔ آگے چل کر تیسرے کانڈا کا آدم خور ہلاک کئے جانے کے واقعات پیش کئے جائیں گے۔

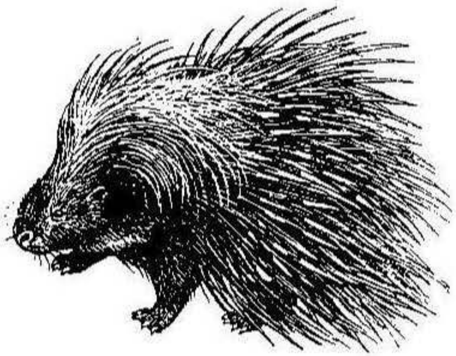

# ایک مچھلی میرے خوابوں کی تعبیر

کسی پہاڑی سلسلے کے دامن میں بہتے ہوئے دریا میں مہاشیر مچھلی کے شکار کھیلنے سے بہتر کوئی اور تفریح نہیں ہو سکتی۔ ہمارا ماحول جس سے ہم اپنی معمول کی زندگی میں شاید لطف اندوز نہیں ہوتے ہماری گھر سے باہر کی دلچسپیوں پر کافی اثرانداز ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کسی غیر پسندیدہ ماحول میں اپنی آرزو کے مطابق مچھلی کا پکڑنا اتنا ہی غیر دلچسپ ہو گا جیسے کسی نامور ٹینس کے کھلاڑی کے لئے صحرائے اعظم میں ڈیوس کپ کا جیتنا۔

میں جس دریا میں ابھی حال میں مچھلی کا شکار کھیلتا رہا ہوں وہ لمبائی میں چالیس میل تک نہایت خوبصورت گھنے جنگلات کے درمیان سے گزرتا ہے اور بے حد حسین پرندوں اور جانوروں سے مالا مال ہے۔ میری خواہش تھی کہ یہ اندازہ لگاؤں کہ ایک دن میں کتنے اقسام اور کتنی تعداد میں چرند اور پرند دیکھنے میں آئے چنانچہ اس دن شام تک میرے شمار کے مطابق جانوروں میں لنگور، سانبھر، چیتل، کاکڑ، گڑھل، سور اور لال رنگ کے بندر اور چڑیوں میں پچھتّر اقسام کے پرندے دیکھنے میں آئے جن میں مور، سرخ رنگ کی جنگلی مرغیاں، کالے تیتر، دراج اور کوئل شامل تھے۔

ان سب کے علاوہ دریا میں کافی تعداد میں اود بلاؤ، چھوٹے مگرمچھ اور ایک اژدہا بھی دیکھنے میں آیا۔ یہ اژدہا ایک کنڈ کے برابر زمین پر منہ جمائے



لیٹا تھا اور بقیہ حصہ نہایت شفاف پانی کے اندر تھا۔ کافی عرصے سے میری خواہش تھی کہ اسی حالت میں لیٹے ہوئے اژدھے کی تصویر لوں لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کنڈ کے اوپر والے دریا کو عبور کر کے اس کے سامنے والے پہاڑ پر چڑھنا ازبس ضروری تھا لیکن بدقسمتی سے اژدھے کی تیز نگاہیں مجھ پر پڑ چکی تھیں اور جوں ہی میں نے احتیاط سے پیچھے ہٹنا شروع کیا اژدھے نے جس کی لمبائی اٹھارہ فٹ تھی پانی میں غوطہ لگایا اور کنڈ کے آخری سرے پر موٹے گول پتھروں پر چلا گیا۔

یہ وادی جس کے درمیان یہ ندی بہتی ہے بعض مقامات پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف بآسانی پتھر پھینکا جا سکتا ہے اور دوسرے مقامات پر ایک میل سے بھی زیادہ چوڑی ہو جاتی ہے یہاں کھلی جگہوں پر املتاس کے درخت بکثرت ہوتے ہیں جن میں دو فٹ لمبے سنہری رنگ کے پھولوں کے گچھے لٹکے ہوئے بہت دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی ملی جلی خوشبو دنیا کے بہترین عطروں سے زیادہ دل ربا ہوتی ہے اور اس معطر فضا میں بے شمار چڑیوں کا لہک لہک کر بولنا ایسا ماحول پیدا کر دیتا ہے کہ دل دھڑکنے لگتا ہے۔ ایسے پر فضا ماحول میں مہاشیر کا شکار کھیلنا صرف شاہوں کو زیب دے سکتا ہے۔ اس بہشت میں میرے آنے کا مقصد مہاشیر پکڑنا نہیں تھا بلکہ دن کی روشنی میں شیر کا ایک اچھا فوٹو لینا تھا لیکن روشنی ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے مجھے کیمرہ ایک طرف رکھ کر بنسی اٹھانی پڑی۔

ایک دن علی الصباح اٹھ کر گھنٹوں تک میں ایک شیرنی اور اس کے دو بچوں کے فوٹو لینے کی کوشش کرتا رہا۔ شیرنی جوان تھی اور ہر جوان ماں کی طرح وہ بھی بچوں کے معاملے میں بے حد حساس تھی اور جتنی مرتبہ میں فوٹو لینے کی تاک میں بیٹھتا وہ بچوں کو گھنی جھاڑیوں میں لے جا کر چھپا دیتی۔ شیرنی چاہے وہ بوڑھی ہو یا جوان ایک حد تک ہی اپنے بچوں کے معاملے میں دست


Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندازی کرنا برداشت کرسکتی ہے اور جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تو میں نے طریقہ کار بدل کر درخت پر کھلے میدان اور اونچی گھاس کے اندر بیٹھ کر فوٹو لینے کی کوشش کی جہاں وہ اور اس کے بچے گھومنے پھرنے کے عادی تھے۔ یہ مقامات اس گندے کنڈ کے قریب تھے جہاں یہ سب پانی پیتے تھے لیکن باوجود انتہائی کوشش کے کامیاب نہ ہوسکا۔

جب غروب ہوتے آفتاب کی پرچھائیاں ان کھلے زمین کے ٹکڑوں پر پڑنے لگیں جن کو میں غور سے دیکھ رہا تھا تو سیکڑوں گزشتہ ایام کی طرح قدرتی ماحول میں شیر کی تصویر لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دو اشخاص جن کو میں کیمپ سے اپنے ہمراہ لایا تھا تمام دن درخت کے سائے میں بیٹھے رہے تھے جو دریا کے کنارے تھا۔ ان لوگوں کو تو میں نے محکمہ جنگلات کی بنائی ہوئی پتلی پگڈنڈی پر چل کر کیمپ واپس جانے کے لئے کہا اور خود کیمرے کی بجائے بنسی لے کر تنہا اپنے رات کے کھانے کے لئے مچھلی پکڑنے کی غرض سے دریا کے کنارے کنارے روانہ ہوا۔

جس طرح موجودہ دور میں مستورات کے لباس میں نمایاں فرق آگیا ہے اسی طرح قدیمی ماہی گیری کے انداز بدل کر نئے طریقے استعمال کئے جانے لگے ہیں۔ کہاں گئیں وہ اٹھارہ فٹ لمبی سبز رنگ کی بنسیاں اور ان کے نہ ٹوٹنے والے لوازمات اور کہاں گئی وہ قوت بازو جو تمام اقسام کی بڑی اور چھوٹی مچھلیوں کو پانی سے باہر بلا تکان نکالنے میں کامیاب ہوتی تھی اور جن کی جگہ اب پتلی لچک دار بنسیوں اور پتلے کانٹوں نے لے لی ہے۔

میرے پاس گیارہ فٹ لمبی بنسی تھی اور اس کی چرخی میں پچاس گز ڈوری اور دو سو گز ریشمی ڈوری ٬ایک درمیانی درجے کی تانت کی ڈوری اور خود ساختہ پیتل کا ترنا تھا۔

اگر کسی شخص کو مچھلی کا شکار کھیلنے کے لئے لامحدود پانی اور پرسکون ماحول



میسر آجائے تو وہ نکتہ چینی کرنے کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کنڈ پر جانے کا راستہ دشوار ہو تو اس میں شکار کھیلنے کا ارادہ ترک کردیتا ہے یا مچھلی کے کھینچنے سے ڈوری میں تناؤ پیدا ہونے کو یہ تصور کرتا ہے کہ کانٹا کسی چٹان یا پتھر سے اٹک گیا ہوگا۔ اس موقع پر آدھ میل چلنے کے بعد ایک مناسب جگہ ملی جہاں میں نے شکار کھیلنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقام پر صاف شفاف چمکتا ہوا سفید پانی گول پتھروں سے ٹکرا کر اچھلتا ہوا گزر رہا تھا جس کے سرے پر اسی گز تک چکنے پتھر تھے اور آخر میں دو سو گز لمبا اور ستر فٹ چوڑا ساکت پانی کا گہرا کنڈ تھا۔ یہ جگہ تھی جہاں میں اپنے رات کے کھانے کے لئے مچھلی پکڑ سکتا تھا۔

اس صاف پانی کے نزدیک کھڑے ہو کر جوں ہی میں نے پانی کے دھارے پر چرخی سے چند گز ڈوری کھینچ کر کانٹا پھینکا اور بنسی کو اس ارادہ سے اٹھایا کہ ڈوری سیدھی ہوجائے اور کانٹے کو آگے سرکنے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو اچانک دریا کے کنارے ہی پر ایک مچھلی مجھ سے کافی نزدیک کانٹا نگل گئی۔ خوش قسمتی سے چرخی میں لپٹی ہوئی بقیہ ڈور نہ تو بنسی کے سرے پر اور نہ چرخی کے اوپر یا دستے پر اچانک جھٹکا لگنے کی وجہ سے الجھی جیسے عام طور پر ان حالات میں ہوتا ہے۔

اب شکار کا دلچسپ پہلو شروع ہوا۔ مچھلی منہ میں اٹکے ہوئے کانٹے اور ڈور کے ساتھ فراٹے بھرتی دھارے کی سمت چلی اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب چرخی کی تیز رفتار سے کھلنے کی سریلی آواز میرے کانوں میں آئی اور چرخی میں ڈور تیزی سے کم ہوتی گئی۔ ڈیڑھ سو گز کی مانجھے اور تانت والی ڈور دیکھتے دیکھتے ختم ہوگئی اور اس دوران رگڑ لگنے کی وجہ سے میرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں آبلے ڈال گئی۔ اچانک یہ ہنگامہ اتنی ہی تیزی سے ختم ہوا جتنی جلدی شروع ہوا تھا اور ڈور ڈھیلی پڑ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عام طور پر ان حالات میں جو قیاس آرائی کی جاتی ہے وہی خیالات آگے پیچھے میرے ذہن میں بھی چکر کاٹنے لگے اور دلاسا دینے کے لئے چند شائستہ کلمات بھی استعمال کئے۔ کانٹا مچھلی کے منہ میں صحیح طرح پیوست ہوا تھا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا۔ پائلٹ گٹ کمپنی کی تیار کردہ تانت کی ڈوری ٹھیک طرح باندھی بھی گئی تھی اور میں نے اس کو پرکھ بھی لیا تھا لیکن میرا شبہ یہ تھا کہ کہیں پیتل کا ترنا پتھروں سے ٹکرا کر شق نہ ہو گیا ہو۔

ساٹھ گز ڈور چرخی پر واپس آچکی تھی۔ میں نے اس سے آگے والی ڈوری پر کچھ تناؤ محسوس کیا اور بائیں طرف گھومتی دکھائی دی اور اس کے فوراً بعد پھر وہی ہنگامہ شروع ہوا۔ چرخی سے ڈوری بے تحاشا رفتار پر نکلتی جا رہی تھی اور مچھلی پانی کے دھارے پر صاف پانی کی طرف جا رہی تھی۔ مچھلی کو تھکانے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے مچھلی کو چرخی کی مدد سے قائم الزاویہ پر اپنی طرف کھینچا جاتا اور ڈھیل دی جاتی ہے تاکہ وہ تھک کر بے بس ہو جائے۔ وقت گزرتا گیا اور اس بات کا احتمال بڑھتا گیا کہ مچھلی کانٹا توڑنے میں کامیاب ہو گئی ہوگی اس لئے کہ تناؤ دوبارہ ختم ہو گیا۔ نا امید ہونے کے بعد ایک مرتبہ پھر ڈور میں تناؤ پیدا ہوا اور مچھلی نے بہاؤ کی طرف رخ کیا۔

اس مرتبہ اس نے ساکت پانی کی گہرائیوں میں جانے کا قصد کیا تھا۔ ایک ہی روانی میں وہ کنڈ کے آخری سرے تک پہنچ گئی جہاں نتھلا پانی تھا۔ تھوڑی دیر رکی اور دوبارہ گہرے پانی میں غائب ہو گئی۔ چند لمحوں کے بعد پہلی مرتبہ پانی کی سطح پر آئی لیکن چونکہ تنی ہوئی ڈوری بنسی کے بالکل سرے پر تھی اس لئے میرے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی اور مجھے صحیح اندازہ نہیں تھا اس لئے مجھے یقین بھی نہیں آسکتا تھا کہ پانی کی سطح سے پانچ انچ ابھری ہوئی یہ تکونی مچھلی میرے پاؤں سے صرف ایک یا دو گز سے کانٹا نگل کر بھاگ سکتی تھی۔



دوسری مرتبہ گہرے پانی میں ڈبکی لگانے پر میں نے اس کو ایک ایک انچ احتیاط سے کھینچ کر ساکت پانی کی طرف لانا شروع کیا۔ ٹراوٹ پکڑنے والی بنسی سے کسی بڑی مچھلی کو تنہا کھینچ کر کنارے پر لانا آسان کام نہیں ہوتا۔ چار مرتبہ میں اس کو شانوں تک اٹھا کر خشکی پر لانے میں کامیاب ہوا لیکن ہر مرتبہ میرے نزدیک جانے پر زبردست جھٹکے کے ساتھ پانی میں واپس جانے میں کامیاب ہوئی۔ پانچویں مرتبہ میں نے بنسی کے کنڈے کو انگوٹھے اور انگلی کے درمیانی حصے میں دبا کر اس طرح الٹا کیا کہ چرخی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور پہلے ایک ہاتھ مچھلی کے پہلو میں رکھا اس کے بعد دوسرے ہاتھ کی مدد سے مچھلی کو نتھلے پانی سے خشکی پر کھینچ لایا۔

کون سی مچھلی پکڑنے نکلا تھا اور کون سی مچھلی پکڑ لی۔ بہرحال یہ مچھلی میرے رات کے کھانے کے لئے نہیں پک سکتی تھی اس لئے کہ اس مقام سے کیمپ کا درمیانی فاصلہ ساڑھے تین میل تھا اور راستہ بے حد خراب تھا۔ علاوہ اس کے نصف سے زیادہ حصہ مجھے اندھیرے میں چلنا تھا۔

اپنے ملازمین کو کیمپ واپس بھیجتے وقت میں نے اپنا گیارہ پاؤنڈ وزنی کیمرہ بھی ان کے ہمراہ بھیج دیا تھا لیکن تانت کی ڈوری جو میں شکار کے دوران درخت پر بیٹھ کر کیمرے کو درخت کے اوپر کھینچنے کے لئے استعمال کرتا تھا وہ اپنے پاس رکھ لی تھی اس ڈوری کے ایک سرے کو تو میں نے مچھلی کے گل پھڑے کے اندر ڈال کر اس کے حلق میں نکالا اور مضبوط گانٹھ لگا دی اور دوسرے سرے کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا۔ اب مچھلی آرام سے اتھلے پانی میں پڑی تھی۔ اس کو نقصان پہنچانے کا خطرہ صرف اودبلاؤ کی طرف سے تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو خائف کرنے کے لئے اپنے رومال کو ایک لکڑی کے سرے پر باندھ کر جھنڈے کی طرح مچھلی کے نزدیک گاڑ دیا۔

اگلے دن صبح جس وقت ابھرتے سورج کی کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سونا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چڑھا رہی تھیں میں کنڈ پر واپس پہنچ چکا تھا اور مچھلی اسی جگہ پر موجود تھی جہاں گزشتہ شام اس کو چھوڑ کر گیا تھا۔ ڈوری کا شاخ والا سرا کھول کر میں نے اپنے ہاتھ پر لپیٹا اور مچھلی کی طرف چٹان پر اترنا شروع کیا۔ ڈوری میں حرکت پیدا ہونے اور میرے خوف کی وجہ سے مچھلی تڑپی اور پانی اچھالتی دھارے کے اوپر بے حد تیز رفتار پر چل پڑی۔ پیر جمانے کا تو مجھے موقع ملا نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ میں چاروں خانے چت چٹان پر گرا اور پھسل کر کنڈ میں جا پڑا۔

دامن کوہ کے نزدیک بہنے والے دریاؤں میں اپنے قد سے زیادہ گہرائی میں جانے سے مجھے سخت نفرت ہے کیونکہ اکثر بھوکے اژدھے ان میں ہوتے ہیں اور مجھے اس خیال سے کپکپی محسوس ہوتی ہے۔ میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ جس بدحواسی کے عالم میں پانی سے باہر آیا مجھے کسی شخص نے دیکھا نہیں تھا۔ پانی سے باہر نکلا ہی تھا اور مچھلی اسی طرح میرے ہاتھ پر لپٹی ہوئی ڈور میں موجود تھی کہ جن لوگوں کو میں نے اس جگہ آنے کی ہدایت کی تھی آ پہنچے۔ مچھلی ان کے سپرد کر کے ان کو اپنے کیمپ جو دریا کے کنارے تھا واپس جانے کے لئے کہا اور خود پہلے پہنچ کر کپڑے بدلے اور کیمرہ تیار کیا۔

مچھلی کا وزن دیکھنے کے لئے ترازو تو تھا نہیں لیکن میرے ساتھیوں اور میرے اندازے کے مطابق اس کا وزن پچاس پاؤنڈ تھا۔

مچھلی کا وزن معلوم کرنے کی کوئی خاص اہمیت بھی نہیں تھی اس لئے کہ بہت جلد فراموش کر دیا جاتا ہے لیکن جس ماحول میں شکار کھیلا جاتا ہے وہ یاد رہتا ہے۔ جس مقام پر میں شکار کھیل رہا تھا وہاں پس منظر میں پہاڑ اور اس کے دامن تک سبز گھاس، جھاڑیاں اور لمبے درختوں سے بھرا گھنا جنگل تھا۔ دو کنڈ تھے جن کے درمیان ایک چٹان تھی جس پر ہلکی لہروں سے گزر کر نتھلا پانی دوسرے کنڈ میں جا رہا تھا۔ ادھر سامنے گہرے سبز نیلے، اودے اور سرخ رنگ کے چمکیلے پروں والی ایک چڑیا کنڈ کے اوپر ہوا میں معلق اور ساکت پر پھڑ



پھڑاتی اپنی تیز نگاہوں سے مچھلیوں پر نظر جمائے سیدھی پانی میں ڈبکی لگاتی اور مچھلی پکڑنے کی کامیابی پر خوشی کا اظہار اپنی مخصوص انداز میں چائیں چائیں کر کے خشکی پر بیٹھ کر کھانے لگتی۔ اڑنے کے دوران اس کے بدن سے موتی جیسی چمکیلی بوندیں پانی پر ٹپکتی نہایت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ صحرا میں ٹکرا کر پلٹتی ہوئی سانبھر اور چیتل کی آوازیں ظاہر کر رہی تھیں کہ ان کی نظر شیر کے پنجوں پر پڑ گئی ہے جو دریا پار کرنے کے بعد اپنے شکار کی تلاش میں نکلا ہوا ہے۔ یہ وہ مناظر اور صدائیں ہیں جو ناقابل فراموش ہوتی ہیں اور ہمیشہ ذہن اور نگاہوں میں محفوظ رہتی ہیں اور یہ وہ مقامات ہیں جو اپنی قدرتی شکل میں موجود ہیں کیونکہ ابھی تک انسانی ہاتھ نے ان کے حسن کو بگاڑنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

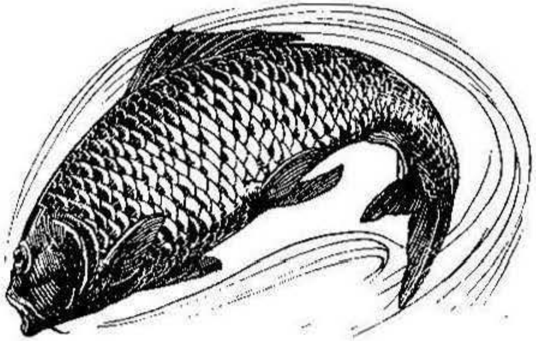

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

# کنڈا کا آدم خور

قوی اعتقاد کے مالک ہونے کے باوجود ہم دوسروں کے بیان کردہ واقعات سن کر وہم کرنے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں: مثلاً کھانے کی میز پر تیرہ اشخاص کا بیٹھنا، کھانے کے دوران شراب کا دور چلنا یا سیڑھی کے نیچے سے گزرنا وغیرہ وغیرہ لیکن ہمارے ذاتی تجربات جو سامعین کے لئے صرف سننے کی حد تک دلچسپ ہوتے ہیں خود اپنی ذات کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

میرے خیال میں وہم کا مرض جتنا شکاریوں میں ہوتا ہے کسی اور میں نہیں ہوتا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ میرے ایک دوست جب بھی بڑے جانوروں کے شکار پر جاتے ہیں پانچ کارتوسوں سے نہ کم نہ زیادہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ ایک اور صاحب صرف سات کارتوس لے جاتے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے ایک شکاری جو بڑے جانوروں کے مارنے کے ماہر سمجھے جاتے ہیں موسم سرما کے شکار کی ابتدا اس وقت تک نہیں کرتے جب تک ایک مہاشیر مچھلی نہ پکڑ لیں۔ میرے ذاتی تجربے کا تعلق سانپوں سے ہے۔ آدم خور شیروں کے تعاقب کے سلسلے میں میرا عجیب تجربہ ہوا کہ باوجود انتہائی کوشش کے ان کو ہلاک کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوا جب تک میں نے ایک سانپ نہیں مار لیا۔

ایک مرتبہ مئی کا مہینہ اور شدید ترین گرم دن تھا۔ تمام دن انتہائی دشوار



گزار پہاڑی راستوں اور پگڈنڈیوں پر خاردار جھاڑیوں اور کھڈوں کے درمیان گزر کر ایک نہایت چوکنے آدم خور شیر کے تعاقب کے سلسلے میں چلنا پڑا جس کی وجہ سے میرے گھٹنے اور ہتھیلیاں کانٹوں کی رگڑ سے چھل گئے تھے۔ یہ پندرھواں دن تھا جب میں اپنے دو کمروں والے محکمہ جنگلات کے ریسٹ ہاؤس جہاں میں مقیم تھا واپس پہنچا تو دیہاتیوں کا ایک وفد میرے انتظار میں موجود تھا۔ بھوک اور پیاس کی شدت اور میلوں کا سفر طے کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا تھا۔ لیکن ان آدمیوں نے ایک نہایت خوشگوار اطلاع دی کہ انہوں نے اپنے گاؤں کے بیرونی حصے میں آدم خور شیر اسی دن دیکھا تھا۔ چنانچہ ان کو لالٹین دے کر اس ہدایت کے ساتھ واپس بھیجا کہ اگلے دن کوئی شخص اپنے گھر سے باہر قدم نہ نکالے۔

جس پہاڑی سلسلے پر یہ ڈاک بنگلہ تھا اسی کے آخر میں یہ گاؤں تھا۔ چونکہ یہ گاؤں بالکل الگ تھلگ مقام پر تھا اور ہر طرف گھنے جنگلات سے گھرا تھا اس لئے سب سے زیادہ غارت گری اس آدم خور نے اسی گاؤں میں مچائی تھی اور حالیہ ایام میں اس نے دو عورتوں اور ایک مرد کو ہلاک کیا تھا۔

دوسرے دن صبح میں نے اسی گاؤں کے گرد ایک چکر مکمل کر لیا تھا اور اس سے چوتھائی میل نیچے نصف حصے سے زیادہ دوسرا چکر ختم کر چکا تھا کہ سلیٹی رنگ کے پتھر کی ایک چٹان کے اوپر ایک نہایت دشوار موڑ سے گزر کر بارش کے بہاؤ سے پیدا کردہ ایک نالے پر پہنچا جو سیدھے ڈھلوان اور پہاڑ کے دامن میں تھا۔ اوپر نیچے نگاہ دوڑانے سے مجھے اطمینان ہوا کہ شیر وہاں موجود نہیں تھا کہ اسی اثنا میں پچیس فٹ دور میرے بالکل سامنے ایک حرکت دکھائی دی۔ اس مقام پر غسل کرنے کے ٹب کے برابر ایک پانی کا کنڈ تھا اور اس کے پیچھے ایک سانپ جو غالباً پانی پی چکا تھا۔ سانپ کے سر اٹھانے اور اس کے بعد زمین سے دو تین فٹ اونچا اٹھانے اور پھن چوڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کی وجہ سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت زہریلا سانپ تھا۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت سانپ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سانپ کے میری سمت رخ تبدیل کرنے کی وجہ سے اس کے نقش صاف دکھائی دینے لگے۔ اس کے پھن کا نیچے کا حصہ پیلا اور زمین کی سطح تک پہنچ کر سنہری ہو گیا تھا۔ پشت زیتون کی طرح سنہری تھی اور پتلیوں کے گرد سفید ہاتھی دانت کے رنگ کے دائرے تھے۔ بقیہ چار فٹ بدن کے اوپر کا حصہ کالا اور بے حد چمکدار تھا۔ بلا مبالغہ سانپ کی لمبائی تیرہ اور چودہ فٹ کے درمیان تھی اور ہمڈریاڈ ( Hamadryad ) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اس سانپ کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں مثلاً چھیڑنے کی صورت میں اس کی جارحیت کے بارے میں اور وہ جس رفتار سے چل سکتا ہے۔ سانپ کے تیور بتا رہے تھے کہ میرے پہاڑ پر چڑھنے یا اترنے کی صورت میں اس کے حملہ آور ہونے کے امکانات قوی تھے لیکن پرت والی سلیٹی زمین سے آگے جا کر میں اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔ یہ تمام انتشار اس کے پلیٹ کے برابر پھیلائے ہوئے پھن پر گولی چلانے سے ختم کر سکتا تھا لیکن میں اپنی بھاری رائفل سے گولی چلا کر شیر کو چوکنا نہیں کرنا چاہتا تھا جو کئی دن کی سخت تگ و دو کے بعد دکھائی دیا تھا۔ ایک منٹ کے سخت انتشار کے دوران وہ میری طرف نظریں جمائے اپنی زبان کو اندر باہر کرتا رہا اس کے بعد پھن سکیڑ کر اپنے سر کو زمین کی سطح پر لایا اور سامنے والے پہاڑ کے اوپر تیزی سے چلا۔ سانپ کو اپنی نظر میں رکھتے ہوئے میں نے پہاڑ کے کنارے سے کرکٹ کی گیند کے برابر ایک پتھر اٹھایا اور جوں ہی سانپ پہاڑ کے کنارے کی سخت زمین پر پہنچا میں نے اس کے پھن پر زور سے رسید کیا۔ ہمڈریاڈ کے علاوہ کسی اور سانپ کو ہلاک کرنے کے لئے وہ کاری ہو سکتا تھا لیکن اس پر جو فوری اثر ہوا وہ یہ تھا کہ بجلی کی طرح پلٹا کھا کر میرے اوپر حملہ آور ہوا۔ خوش قسمتی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ایک اور بڑا پتھر جو میرے قریب پڑا تھا اٹھا کر پوری طاقت سے اس پر مارا جو اس کی گردن پر لگا۔ اس وقت تک سانپ میرے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس طرح میری عارضی پریشانی اختتام پر پہنچی۔ اطمینان ہونے کے بعد میں نے گاؤں کا دوسرا چکر بھی مکمل کر لیا جو پہلے کی طرح بیکار ثابت ہوا۔ لیکن سانپ کے مارنے سے میرا حوصلہ کافی بلند ہونے کے علاوہ شیر کا ہلاک کیا جانا بھی میرے لئے یقینی ہو گیا تھا۔

دوسرے دن میں نے دوبارہ گاؤں کے گرد جنگلات کو اچھی طرح چھانا۔ شام ڈھلے شیر کے پنجوں کے تازہ نشانات زمین پر دکھائی دیئے جو جوتے ہوئے ایک کھیت کے کنارے پر تھے اور یہ کھیت گاؤں کے بالکل سامنے تھا۔ اس وقت گاؤں کے سو سے زائد باشندے کافی چوکنا ہو چکے تھے۔ ان کو یقین دلا کر کہ میں دوسرے دن صبح گاؤں واپس آؤں گا تنہا چار میل کے سفر پر ڈاک بنگلے روانہ ہو گیا۔

جنگلات اور ویران سڑکوں پر جہاں آدم خور شیر سرگرم عمل ہو چلنے کے لئے چند قواعد کی سختی سے پابندی کرنی پڑتی ہے۔ خاص طور پر ایسا شکاری جو کئی مرتبہ خود شکار ہوتے ہوتے بچ گیا ہو اس کو اپنے حواس خمسہ کا بھرپور استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے ورنہ شیر اسے آسانی سے ہلاک کر سکتا ہے۔

ناظرین یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ کیمپ میں میرے ساتھی موجود ہونے کے باوجود تنہا چلنے کی کیا ضرورت تھی۔ میرا اس معقول سوال کا جواب یہ ہو گا کہ:

(۱) دوسروں کی موجودگی میں شکاری کے لاپروا ہونے کے امکانات وسیع ہوتے ہیں۔

(۲) شیر سے مڈبھیڑ ہونے کی صورت میں تنہا انسان اپنی حفاظت بہتر طریقے پر کر سکتا ہے۔

دوسرے دن صبح جب میں گاؤں سے اتنا قریب پہنچا کہ بندوق چلنے کی آواز ان لوگوں تک پہنچ سکتی تھی تو میری نظر ایک ہجوم پر پڑی جو مجھے خوش آمدید کہنے کے علاوہ یہ خوشخبری سنانے کا منتظر تھا کہ گزشتہ شب آدم خور شیر نے ایک بھینس ہلاک کی تھی۔ یہ واقعہ گاؤں کے اندر ہی پیش آیا تھا اور مارنے کے بعد شیر اس کو گھسیٹ کر کچھ فاصلے تک پہاڑ کے کنارے چلتا رہا اور پہاڑ کے شمال کی جانب نہایت گھنے جنگل والے کھڈ میں چلا گیا۔

پہاڑ کی ایک بلند اور ہموار سطح والی چٹان پر کھڑے ہو کر ہر سمت کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوا کہ بھینس کے گھسیٹنے والے نشانات پر، جو سیدھی ڈھلوان پر تھے، میرا جانا مناسب نہیں تھا۔ اس کا صرف ایک حل تھا کہ ایک لمبا طواف کر کے وادی کے نچلے حصے سے داخل ہوں اور آہستہ آہستہ اس مقام تک پہنچوں جہاں مردہ بھینس یا شیر کے دکھائی دینے کے امکانات ہوں۔

یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی انجام پایا اور بارہ بجے کے قریب اس مقام پر پہنچ گیا۔ یہاں وادی تین سو گز سیدھی اونچائی پر پہاڑ کی اوپری سطح پر پہنچنے سے پہلے سو گز چوڑی تھی۔ اسی چوڑے حصے کی اوپر والی ہموار سطح پر مجھے شیر یا مردہ بھینس کے دکھائی دینے کی توقع تھی۔ بانسوں کے ٹھنٹھ خاردار جھاڑیوں اور اتنا لمبا اور دشوار گزار سفر طے کرنے کی وجہ سے میں پسینے میں نہا گیا تھا اور سخت تکان محسوس ہو رہی تھی۔ شیر دکھائی دینے کی صورت میں پے درپے تیز گولی چلانے کے لئے ہاتھوں کا خشک ہونا ضروری تھا اس لئے سگریٹ پینے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کی غرض سے میں بیٹھ گیا۔

میرے سامنے کی طرف بڑے اور چکنے پتھر تھے جن کے درمیان بل کھاتا قریب کے ایک چشمے کا پانی بہہ رہا تھا اور جگہ جگہ صاف شفاف پانی کے کنڈ تھے۔ میں بہت پتلے تلے کے ربڑ کے جوتے پہنے تھا جو ان گول پتھروں پر چلنے کے لئے نہایت موزوں تھے۔ پسینہ خشک ہونے کے بعد میں پر امید ہو کر



شیر کے کھوج میں نکلا اور مجھے یقین تھا کہ اس کو مردہ بھینس کے نزدیک لیٹا پاؤں گا۔ اس زمین کا تین چوتھائی حصہ چلنے پایا تھا کہ مجھے شاہ بلوط کے درخت کے نچلے حصے پر بھینس لٹکی دکھائی دی۔ یہ مقام پہاڑ کی سیدھی چڑھائی سے پچیس گز دور تھا۔ اس وقت تک شیر دکھائی نہیں دیا تھا چنانچہ میں نے ایک چپٹے پتھر کے پیچھے اور سامنے والی زمین کے متوازی جگہ سنبھال کر سامنے والی زمین کے ایک ایک انچ کا جائزہ لیا۔

آنے والے خطرے سے آگاہ کرنے والی قوت جو انسان کو بخشی گئی ہے اس کے بارے میں تبصرہ کرنا بیکار ہے اس لئے کہ اس حقیقت سے سب آشنا ہیں۔ تین چار منٹ تک بلا کسی خوف کے میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد اچانک میری نظر شیر پر پڑی جو میرے بہت قریب مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جس الہامی کیفیت نے مجھے خطرے سے آگاہ کیا تھا اسی قوت آگاہی نے شیر کو جگا کر میری طرف متوجہ کیا تھا۔ میرے بائیں جانب ایک چھوٹے ہموار زمین کے ٹکڑے پر گھنی جھاڑیاں تھیں۔ فاصلہ پندرہ یا بیس فٹ ہوگا اور ان کا فاصلہ مردہ بھینس سے بھی اتنا ہی تھا جہاں میں نظر جمائے کھڑا تھا۔ اسی اثنا میں جھاڑیوں میں کچھ حرکت پیدا ہوئی اور فوراً ہی شیر کو پوری رفتار سے پہاڑ کے اوپر بھاگتا دیکھا۔ قبل اس کے کہ میں صحیح طریقے پر شست لے سکوں وہ موٹی بیل چڑھے ہوئے درخت کے پیچھے غائب ہو گیا۔ دوبارہ اس وقت دکھائی دیا جب وہ ساٹھ گز دور نکل چکا تھا۔ ایک چٹان کے اوپر چھلانگ لگانے کے دوران میں نے اس پر گولی چلائی جس کے نتیجے میں وہ اچھلا اور قلابازی کھا کر پیچھے کی طرف گرا اور پہاڑ کے ڈھلوان پر بے پناہ گرجتے ہوئے لڑھکنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے اور بڑے پتھر بھی لڑھکنے لگے۔ میرے اندازے کے مطابق گولی نے اس کی کمر توڑ دی تھی اور ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے بالکل نزدیک پہنچنے پر میرا کیا ردعمل ہونا چاہئے کہ دوسرے منٹ یہ دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری سخت دل شکنی ہوئی کہ وہ پہاڑ کی کروٹ کی طرف پوری رفتار سے بھاگتا چلا جارہا تھا اور بظاہر زخمی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری گولی چلانا بے سود تھا۔ وہ سوکھے ہوئے بانسوں سے ٹکراتا ہوا پہاڑ کے گھوم سے نکل کر دوسری وادی میں چلا گیا۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ پچھتر ڈگری پر چلائی ہوئی میری گولی شیر کی داہنی کہنی کو توڑ کر پار ہو گئی تھی جس کا ایک ٹکڑا اسی مقام پر پڑا ملا۔ اس ہڈی کا نام کسی مسخرے نے بسوڑا رکھا تھا۔ اس کے بعد گولی چٹان سے ٹکرا کر واپس لوٹی اور اس کے جبڑے کے سرے کو توڑتی چلی گئی۔ یہ دونوں زخم چاہے کتنے ہی تکلیف دہ سہی لیکن ہلاک کرنے کے قابل نہیں تھے۔ خون کی پتلی دھار سے کھوج لگانے کا صرف یہ نتیجہ نکلا کہ بڑی خاردار جھاڑی کے اندر سے اس کے غرانے کی آواز آتی رہی جس میں میرا داخل ہونا خودکشی کرنے کے مترادف ہوتا۔

میرے گولی چلانے کی آواز گاؤں تک پہنچ گئی تھی اور ایک بڑا ہجوم میرے آنے کا منتظر تھا۔ میری ناکامیابی کی وجہ سے وہ لوگ سخت دل برداشتہ ہوئے، خاص طور پر اس خیال سے کہ میں اپنے ترتیب دیئے ہوئے منصوبے پر عمل کرنے سے قاصر رہا۔

دوسرے دن صبح اسی مقام پر واپس پہنچا اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ شیر نے گزشتہ شب بھینس کے جسم کا تھوڑا گوشت اور کھایا تھا۔ شیر پر ایک اور گولی چلانے کا واحد ذریعہ یہی ہو سکتا تھا کہ کوئی مناسب جگہ تلاش کی جائے اور اس کی گھات میں بیٹھوں۔ لیکن ایک مشکل درپیش ہوئی اور وہ یہ کہ مناسب فاصلے پر کوئی ایسا مناسب درخت نہیں تھا جو مچان کا کام دے سکتا۔ کچھ عرصہ پہلے ایک رات آدم خور شیر کی گھات میں زمین پر بیٹھنے کا جو تلخ تجربہ ہو چکا تھا وہ میری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ اسی لئے زمین پر بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ کسی جگہ وادی کے اندر سے جس پر میں گزشتہ دن چڑھا تھا شیر کے گرجنے کی آواز سنائی دی۔



شیر کا گرجنا میرے لئے ایک نہایت خوش آئند موقع فراہم کر رہا تھا جس میں ان اقسام کے جانوروں کے ہلاک کرنے کا نہایت دلچسپ طریقہ استعمال کر کے ان حالات کو انتہائی سازگار بنایا جاسکتا تھا ان میں قابل ذکر یہ ہیں

(ا) مادہ کی تلاش میں شیر کا جنگل میں دیوانہ وار گشت کرنا۔

(ب) یا جب شیر معمولی زخمی ہو۔

پہلی صورت میں یہ ضروری ہے کہ شیرنی کی آواز نکالنے والا اس فن سے بخوبی واقف ہو اور آواز ایسے مقام سے نکالی جائے جہاں شیر کو بلانا مقصود ہو مثلاً گھنی جھاڑیاں یا گھاس اور شکاری بہت قریب سے اس پر گولی چلانے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو ممکن ہے کہ بعض شکاری میری اس رائے سے متفق نہ ہوں کہ ہلکا زخمی شیر بھی ایسی آواز پر آسکتا ہے۔ میں تمام ایسے حضرات سے درخواست کروں گا کہ جب تک ذاتی طور پر میرے اس بیان کا تجربہ نہ کرلیں اپنے فیصلے کو محفوظ رکھیں۔ شیر اس مرتبہ خاص طور پر باوجود اس کے کہ میری آواز پر ہر مرتبہ اندازاً ایک گھنٹے تک جواب دیتا رہا میرے قریب نہیں آیا۔ غالباً اس کی وجہ گزشتہ دن کا ناخوشگوار حادثہ تھا۔

میں نے اپنے بیٹھنے کے لئے جو درخت بطور مچان تجویز کیا تھا وہ قائم الزاویہ بند کے بالکل کنارے تھا اور اس پر زمین سے آٹھ فٹ اونچی ایک شاخ بھی تھی۔ اس پر بیٹھ کر میں زمین کی سطح سے تیس فٹ اونچا ہو سکتا تھا۔ ان بڑے بڑے پتھروں کے اوپر ہوتا جہاں مجھے شیر کے آنے کی توقع تھی، اپنے بیٹھنے کا مرحلہ طے کر کے پہاڑ کے اس حصے پر واپس آیا جہاں میں نے اپنے آدمیوں کو ناشتہ لے کر آنے اور ملنے کے لئے کہا تھا۔

شام کے چار بجے میں شیر کی گھات میں طویل اور مشکل انتظار کی غرض سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخت کی موٹی شاخ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اپنے آدمیوں کو رخصت کرتے وقت میں نے ہدایت کر دی تھی کہ اگلے دن صبح پہاڑ کی چوٹی پر آکر 'کو ای' کی آواز نکال کر اپنی آمد کی اطلاع دیدیں۔ اگر اس کے جواب میں میری طرف سے تیندوے کی آواز سنائی دے تو چوکنا ہو کر میرے انتظار میں بالکل خاموش بیٹھیں' ورنہ گاؤں سے زیادہ سے زیادہ اشخاص اکٹھے کریں اور دو پارٹیاں بنا کر وادی کے دونوں جانب خوب شور مچا کر اور پتھر بجا کر میری تلاش شروع کر دیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ مجھے درخت پر کسی بھی پہلو سونے کی عادت ہو گئی تھی اور چونکہ اس دن میں کافی تھکا تھا اس لئے تھوڑی دیر سو کر تازہ ہو گیا۔ جس دوران سورج اپنی سنہری افشاں کا چھڑکاؤ کرتا پہاڑوں کے عقب میں غروب ہو رہا تھا اسی وقت ایک بندر کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ بندر کی سمت کا مجھے فوراً اندازہ ہو گیا جو ایک درخت کی چوٹی پر وادی سے کچھ فاصلہ پر میری طرف رخ کئے بول رہا تھا۔ میں سمجھا کہ شاید مجھے درخت پر بیٹھا دیکھ کر اس کو تیندوے کی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ یہ متنبہ کرنے والی آواز کا سلسلہ وقفے وقفے سے کچھ دیر جاری رہا اور تاریکی چھانے کے ساتھ ختم ہو گیا۔

گھنٹوں تک میں اپنی آنکھوں اور کانوں پر شیر کی آہٹ سننے یا اس کو دیکھنے کے لئے زور دیتا رہا۔ اچانک پہاڑ کے اوپر سے ایک پتھر کے لڑھکنے اور میرے درخت سے ٹکرانے کی آواز نے چوکنا کر دیا۔ اس کے بعد کسی موٹے گدی دار پیروں کی آواز سنائی دی جو بلاشبہ شیر کی تھی پہلے تو مجھے اپنے اس خیال سے تسکین ہوئی کہ بجائے وادی کے اوپر جانے کے شیر میری طرف آرہا تھا۔ لیکن وہ غلط تھا اس لئے کہ میرے درخت کے بالکل نیچے اس کے غرانے کی آواز سنائی دینے لگی۔ اس غیر معمولی صورت سے نمٹنے کے لئے میں تیار نہیں



تھا کیونکہ اس کے لئے کافی احتیاط سے منصوبہ بنانے کی ضرورت تھی۔ غالباً میرے ناشتہ کرنے کے دوران شیر اس وادی میں داخل ہو گیا تھا اور میری تاک میں اس جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں سے بندر کے بولنے کی آواز سنائی دی تھی۔ جس پہلو میں اندھیرا ہونے سے قبل بیٹھا تھا موجودہ صورت اور اندھیرے کی وجہ سے اس کو تبدیل کرنا ناممکن تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ شیر کو خائف کرنے کے لئے ہوائی فائر کر دیتا۔ لیکن ایسا کرنے کے سنگین نتائج سے بھی میں بخوبی واقف تھا اس لئے اس ارادے کو بھی ترک کرنا پڑا۔ علاوہ بریں ۵۰۰/۴۵۰ رائفل چلانے کا مطلب یہ ہوتا کہ شیر اس وادی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلا جاتا اور میری محنت پر پانی پھر جاتا۔

مجھے یقین تھا کہ شیر زقند بھرنے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے تیس فٹ گہرے اور پتھریلے کھڈ میں گرنے کے امکانات یقینی تھے۔ لیکن اس کو زقند بھرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیونکہ اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر وہ مجھ تک بآسانی پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی گود سے آہستہ آہستہ رائفل سرکا کر اپنی بائیں بغل میں اس طرح لے لی کہ اس کی نال کا رخ میری پشت کی طرف ہو گیا اور ایسا کرنے کے دوران میں نے رائفل کی لبلبی بھی کھول دی۔ میری اس حرکت سے شیر نے پہلے کے مقابلے میں بہت زور سے غرانا شروع کر دیا۔ رائفل کی نال چونکہ شاخ سے نیچے زمین کی طرف جھکی تھی اس لئے اگر شیر نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے وہ نال کو پکڑنے کی کوشش کرے گا اور چونکہ میری انگلیاں لبلبی کے اوپر مڑی ہوئی تھیں اس لئے فائر کرنے کی صورت میں اگر میں اس کو ہلاک کرنے میں ناکام بھی ہوا تب بھی اس افراتفری میں مجھے درخت پر اور اونچا چڑھنے کا موقع مل جائے گا۔ وقت تردد میں گزر رہا تھا اور شیر بھی پہاڑ کی طرف چکر لگاتے اور غراتے عاجز آچکا تھا اتنے میں اس نے ایک چھوٹے کھڈ کے اوپر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے چھلانگ لگائی اور دوسرے منٹ مردہ بھینس کی ہڈیاں چبانے کی آواز سنائی دینے لگی جو میرے لئے نہایت دل خوش کن تھی۔ آخر کار مجھے پہلو بدل کر آرام سے بیٹھنے کا موقع ملا اور بقیہ رات شیر کی شکم سیر ہو کر بھینس کا گوشت اور ہڈیاں چبانے کی آواز آتی رہی۔

ابھی سورج پوری طرح طلوع بھی نہیں ہو پایا تھا اور وادی کا بیشتر حصہ ابھی تک اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے اپنے آدمیوں کی ' کو ای ' کی آواز سنائی دی اور اسی لمحے اپنے بائیں طرف اور پہاڑ کے اوپر شیر کو ترچھا بھاگتے دیکھا۔ خراب روشنی اور رات کی جگائی کی وجہ سے تھکی آنکھوں کے ساتھ گولی چلانا مشکل تھا' لیکن میں نے قسمت آزمائی کی اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نشانہ ٹھیک لگا شیر دہاڑ مار کر گھوما اور سیدھا میرے درخت کی طرف آیا اور زقند کے دوران معلق حالت میں میں نے دوسری گولی چلائی جو خوش قسمتی سے اس کے سینے پر لگی۔ بھاری رائفل کی چلائی ہوئی گولی کے زور نے اس کا رخ تبدیل کر دیا اور بالکل میرے نیچے درخت سے ٹکرا کر وزن اور رفتار کی وجہ سے گھوم کر میرے نزدیک تر کھڈ میں منہ کے بل جا گرا جہاں کنڈ میں (جس کا تذکرہ پہلے کر چکا ہوں) گرنے کی وجہ سے اس کے زمین سے ٹکراؤ میں کمی آ گئی۔ لڑکھڑاتا پانی سے باہر نکلا اور وادی کے اندر غائب ہو گیا لیکن ان چند سیکنڈ میں خون کی وجہ سے کنڈ کا پانی سرخ ہو گیا تھا۔

مسلسل پندرہ گھنٹے شاخ پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے میرے جسم کے تمام پٹھوں میں اینٹھن پیدا ہو گئی تھی اور جب تک کہ میں درخت سے نیچے نہیں اترا اور اترنے کے دوران شیر کے خون سے میرے کپڑے لت پت نہیں ہو گئے اور خود اپنے پیروں کی مالش نہیں کر لی میں شیر کا تعاقب نہیں کر سکا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اس کو ایک چٹان کے نیچے ایک اور کنڈ میں مرا ہوا پایا۔



میری دی ہوئی ہدایات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگ پہاڑ کی اوپری سطح پر اکٹھے ہو گئے اور میری بندوق چلانے کی آواز' شیر کی گرج اور دوسری گولی کے چلنے کی آواز سن کر ایک ساتھ دھاوا بول کر میری طرف بھاگ پڑے۔ شیر کے خون سے سنے ہوئے درخت کو جس پر میں بیٹھا تھا اور میرا فیلٹ ہیٹ دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ شیر مجھے اٹھا کر لے گیا ہو گا۔ ان لوگوں کی آوازیں سن کر میں ان کو آواز دی۔ دوبارہ سب ایک ساتھ میری طرف بھاگ پڑے اور خون میں لت پت میرے کپڑے دیکھ کر پست ہمت ہو گئے۔ میری یقین دہانی پر کہ میں بالکل ٹھیک تھا اور میرے جسم اور کپڑوں پر شیر کا خون تھا سب شیر کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کو گھیرے میں لے لیا۔ فوراً سب نے مل کر لمبی بیلوں کی رسی بٹی' لمبے بانس کاٹ کر لائے' شیر کو ان پر باندھا اور اٹھا کر پہاڑ کے اوپر سے گزر کر گاؤں پہنچ گئے۔

اکثر مقامات پر جہاں مصدقہ آدم خور شیر سرگرم عمل ہوتے ہیں ان علاقوں کے باشندوں کے عجیب و غریب اور حیرت کن شجاعت کے مظاہرے دیکھنے میں آتے ہیں جو ایسے حادثات کو روزمرہ کی زندگی کا معمول تصور کرتے ہیں' عدم ذرائع خبر رسانی کے باعث باہر کی دنیا تک یہ اطلاعات موصول نہیں ہوتیں۔

حکومت کے سرکاری ریکارڈ میں محفوظ کرنے کے لئے ایک واقعہ قلمبند کرنا چاہتا ہوں جو کنڈا کے آدم خور کے آخری شخص کو ہلاک کئے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اس حادثے کے فوراً بعد وہاں پہنچ گیا تھا اور گاؤں کے باشندوں کی فراہم کردہ تفصیل اور جائے وقوعہ کا بغور معائنہ کرنے کے بعد جہاں کی زمین اس وقت تک اصلی حالت میں تھی میں ناظرین کی خدمت میں حقیقت پر مبنی اور بغیر مبالغے کے صحیح حالات پیش کر سکتا ہوں۔

جس گاؤں کے نزدیک میں نے کنڈا کا آدم خور ہلاک کیا تھا اس میں ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

## گڑھوال کے باشندوں کی میرے نام مجموعی درخواست کی کاپی ملاحظہ فرمائیں

منجانب
باشندگان پٹی پے ناؤں، بنگی و بکلابار دل پور، ضلع گڑھوال
بنام
جناب کیپٹن جے ای کوربیٹ، آئی اے آر او،
کالاڈھنگی ضلع نینی تال

جناب عالی!

ہم مندرجہ بالا تین پٹیوں کے باشندگان نہایت مودبانہ طریقے پر آپ کی نظر عنایت اور غور کی خاطر چند سطور پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جناب جلد از جلد مناسب کارروائی سے نوازیں گے۔

اس علاقے میں دسمبر کے مہینے سے ایک شیر آدم خور بن گیا ہے۔ آج کی تاریخ تک وہ پانچ اشخاص کو ہلاک اور دو کو شدید زخمی کر چکا ہے۔ اس لئے ہم سب سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اس شیر کے خوف سے ہم رات کو اپنے گندم کے کھیتوں کی رکھوالی نہیں کر سکتے جس کے نتیجے میں ہرنوں نے ہمارے کھیتوں کا صفایا کر دیا ہے حالانکہ محکمہ جنگلات کے افسران اس شیر کو ہلاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں لیکن کامیابی کی امید نہیں ہے۔ ایک شکاری صاحب نے بھی اس کو مارنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ ہمارے مربی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بھی از راہ کرم مذکورہ شیر کے ہلاک کرنے والے کے لئے سو روپیہ انعام مقرر کیا ہے اور اس کا اشتہار بھی دے دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں سب مل کر شیر کو ہلاک کرنے کے کوشاں ہیں لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے متعدد آدم خور شیر اور تیندوے مارے ہیں جس کی وجہ سے کماؤں ڈویژن میں آپ نے بہت شہرت حاصل کی ہے۔ تاگپور کا آدم خور شیر بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا۔ ہم سب باشندگان کی آپ سے درخواست ہے کہ ہمارے حال پر رحم فرماتے ہوئے اس شیر کو بھی ہلاک کر کے جو ہمارا دشمن ہے سخت مصیبت سے نجات دلائیں۔ اس احسان کو ہم کبھی فراموش نہیں کریں گے اور تازیست آپ کے لئے دعائے درازیٔ عمر کرتے رہیں گے۔ یہاں آنے کا راستہ مندرجہ ذیل ہے، رام نگر سے سلطان، سلطان سے لاہا چور اور لاہا چور سے کنڈا۔ اگر جناب اپنی آمد کی تاریخ اور وقت سے مطلع فرمائیں تو ہم لوگ رام نگر بیل گاڑی آپ کی سواری کے لئے لے کر آئیں گے اور آپ کے ہمراہ آپ کی قیام گاہ تک ساتھ چلیں گے۔

مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۳۳ء — آپ کے خادم اور وفادار

جھراٹ — (دستخط)

پتہ: گوند سنگھ نیگی — گوند سنگھ نیگی اور چالیس اور اشخاص
موضع جھراٹ پٹی ڈاک خانہ، پے ناؤں — مکھیا دیہہ جھراٹ
بدیل گاؤں۔ ضلع گڑھوال، یو۔ پی

نوٹ: میں نے جو وعدہ پوال گڑھ کے کنوارے شیر کے واقعہ میں کیا تھا وہ مندرجہ محضر نامہ وصول ہونے سے پہلے کیا تھا۔



ضعیف شخص اور اس کا بیٹا رہتا تھا۔ باپ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے دوران فوج میں ملازم رہا تھا اور اس کی یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے کو رائل گڑھوال رائفلز میں بھرتی کرا دے۔ تسلط کے زمانے میں یہ کام جتنا آسان تھا اتنا اب نہیں تھا کیونکہ جگہیں کم ہوتی تھیں اور درخواست دہندگان کی تعداد بہت زیادہ۔ لڑکے کی اٹھارویں سالگرہ کے فوراً بعد چند اشخاص کی ٹولی لینس ڈاؤن کے بازار جاتے ہوئے اس گاؤں کے درمیان سے گزری۔ یہ لڑکا بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا اور لینس ڈاؤن پہنچنے کے فوراً بعد فوج کی بھرتی والے دفتر جا کر ملازمت کے لئے ریکروٹنگ آفیسر کے سامنے پیش ہوگیا۔ چونکہ باپ نے اپنے بیٹے کو فوجی انداز میں آفیسر کے سامنے پیش ہونے کے انداز اور صحیح سلیوٹ کرنے کا طریقہ سکھا دیا تھا اس لئے اس کو بغیر کسی تامل کے فوج میں بھرتی کرنے کے بعد چند یوم کی چھٹی دیدی گئی تاکہ گھر جا کر جو کچھ سامان اپنے ہمراہ لایا تھا واپس کر سکے اور واپسی پر اپنی ٹریننگ کا سلسلہ شروع کر دے۔

یہ لڑکا نصف النہار کے وقت پانچ یوم کی غیر حاضری کے بعد گھر واپس پہنچا۔ تمام دوست احباب نے نتیجہ معلوم کرنے کے لئے اس کو گھیر لیا اور یہ بھی بتایا کہ اس کا باپ گاؤں کے دوسرے سرے پر کھیت میں ہل چلا رہا ہے اور مغرب سے پہلے اسکی واپسی ہوگی۔ یہ وہی کھیت تھا جس پر میں نے شیر کے پنجوں کے نشانات دیکھے تھے اور ہمدرد یا د سانپ مارا تھا۔

لڑکے کے سپرد کاموں میں مویشیوں کے لئے چارا فراہم کرنا بھی تھا۔ پڑوسیوں میں سے کسی کے گھر دوپہر کا کھانا کھا کر وہ پندرہ بیس لڑکوں کے ساتھ جنگل سے پتیاں اکٹھی کرنے روانہ ہوگیا۔

جیسا کہ میں آپ سے پہلے عرض کر چکا ہوں یہ گاؤں پہاڑ کے کنارے پر واقع تھا اور ہر طرف جنگل سے گھرا ہوا تھا۔ آدم خور شیر کچھ عرصے پہلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی جنگل میں مویشیوں کے لئے گھاس کاٹتی ہوئی دو عورتوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ کئی مہینوں سے گاؤں کے نزدیک درختوں سے توڑی ہوئی پتیوں پر مویشیوں کو زندہ رکھا جارہا تھا لیکن ان لوگوں کو ہر دن پتیاں کم ہو جانے کی وجہ سے ایک دو کھیت آگے جانا پڑتا تھا۔ جس دن کا ذکر کیا جارہا ہے اکیس اشخاص کی ٹولی کاشت شدہ زمین سے گزر کر بہت گہری اور پتھریلی وادی میں داخل ہوئی اور پون میل چل کر اس کے سرے تک پہنچ گئی۔ یہ وادی آٹھ میل تک گھنے جنگلوں سے گزر کر ڈھکالا جنگلات کے ڈاک بنگلے کے سامنے رام گنگا دریا میں جا ملتی ہے۔

وادی کے سرے پر پہنچنے پر زمین کی سطح قریب قریب ہموار ہو جاتی ہے اور اس پر بہت گھنے درخت ہیں۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ تتر بتر ہو کر اپنی مرضی کے مطابق درختوں پر چڑھ گئے اور ضرورت کے مطابق پتیاں توڑ کر اپنے ساتھ لائی ہوئی رسیوں سے ان کو باندھ لیا اور دو دو تین تین کی ٹولیوں میں گھر کا رخ کیا۔

یا تو پہاڑ سے نیچے اترنے کے دوران جس وقت یہ لوگ ہمت قائم رکھنے کی خاطر پوری طاقت سے چلا کر باتیں کر رہے تھے کہ شیر خوف زدہ ہو کر ان کے نزدیک نہ آئے اور یا جب وہ درختوں پر چڑھے ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر باتیں کر رہے تھے۔ شیر نے جو آدھ میل دور گھنی جھاڑیوں میں لیٹا تھا ان اشخاص کی آواز سن لی۔

یہ ایک گھنی اور کافی بڑی جھاڑی تھی جہاں چار دن پہلے شیر نے ایک مادہ سانبھر کو ہلاک کیا تھا۔ بجلی کی طرح کوند کر پہلے باہر نکلا۔ آوازوں کے رخ کا صحیح تعین کیا۔ چشمے کو عبور کیا اور وادی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنی ہوئی مویشیوں کی پگڈنڈی پر برق رفتاری سے ان اشخاص کی طرف لپکا۔ شیر کی رفتار کا اندازہ اس کے اگلے اور پچھلے پنجوں کے زمین پر چھوڑے



ہوئے نشانات کے فاصلے سے لگایا جاسکتا ہے۔

جس لڑکے کا میں تذکرہ کر رہا ہوں وہ مویشیوں کے کھانے کے لئے ایک بوہنیا ( Bauhinca ) کے درخت پر چڑھا تھا۔ پگڈنڈی سے اس درخت کی اونچائی بیس گز تھی اور اس کے اوپر کی شاخیں ایک چھوٹے کھڈ کے اوپر جھکی تھیں جہاں دو بڑی چٹانیں تھیں۔ پگڈنڈی کے موڑ پر شیر کی نگاہ اس لڑکے پر پڑی۔ تھوڑی دیر لیٹ کر وہ لڑکے کو بغور دیکھتا رہا اس کے بعد پگڈنڈی سے ہٹ کر کھڈ سے تیس گز دور ایک گرے ہوئے سیمل کے درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ ضرورت کے مطابق پتیاں توڑنے کے بعد لڑکا درخت سے نیچے اترا اور باندھنے سے پہلے ان کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ مقابلتاً زمین کی یہ ہموار سطح اس کے لئے زیادہ محفوظ تھی لیکن بدقسمتی سے اس کی نگاہ دو شاخوں پر پڑی جو دو چٹانوں کے درمیانی خلا میں کھڈ کے اندر گر گئی تھیں۔ شومئ بخت سے ان شاخوں کو اٹھا کر لانے کے لئے اس نے کھڈ میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ جوں ہی وہ شیر کی نظر سے اوجھل ہوا وہ درخت کی آڑ سے ہٹ کر جہاں وہ گھات لگائے بیٹھا تھا پیٹ کے بل چل کر کھڈ کے سرے پر آیا اور جس وقت لڑکا ان شاخوں کو اٹھانے کے لئے جھکا شیر نے جھپٹا مار کر ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ میرے لئے یہ تعین کرنا مشکل تھا کہ آیا بقیہ اشخاص کی موجودگی میں اس لڑکے کی ہلاکت واقع ہوئی تھی یا ان کے جانے کے بعد۔

اس لڑکے کا باپ سورج غروب ہوتے وقت گاؤں واپس لوٹا اور آتے ہی تمام باشندوں نے اس کو یہ خوشخبری سنائی کہ اس کے لڑکے کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا ہے اور وہ مختصر رخصت پر لینس ڈاؤن سے آگیا ہے۔ دریافت کرنے پر کہ وہ ہے کہاں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ دوپہر کو مویشیوں کے لئے چارا فراہم کرنے گیا تھا اور حیرت کا اظہار بھی کیا کہ باپ کو لڑکا گھر پر نہیں ملا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیلوں کو باندھنے کے بعد لڑکے کے باپ نے گھر گھر جا کر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لڑکے کے ہمراہ جانے والوں میں سب کا بیان یہی تھا کہ وادی کے سرے پر ہم سب ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے اور اس کے بعد لڑکے کو دیکھنا کسی کو یاد نہیں تھا۔

کاشت شدہ کھیتوں سے گزر کر لڑکے کا باپ سیدھا ڈھلوان والے پہاڑ تک گیا مگر باوجود متواتر چلا کر آواز دینے کے کوئی جواب نہیں ملا۔

رات کی تاریکی چھانی شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ یہ شخص گھر واپس لوٹا اور مٹی کے تیل کی دھواں نکلتی ہوئی لالٹین جلا کر جس کی روشنی ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے برابر تھی گاؤں کے درمیان سے گزرتا واپس لوٹا۔ دہشت زدہ گاؤں والوں کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ اپنے لڑکے کو تلاش کرنے جا رہا تھا۔ گاؤں والوں کی یاد دہانی پر کہ وہ علاقہ آدم خور شیر کا تھا باپ نے جواب دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو تلاش کرنے کے لئے بیتاب تھا اور اسی وجہ سے جا رہا تھا کہ شاید اتفاقیہ اس کا لڑکا درخت سے گر کر بے ہوش ہو گیا ہو یا شیر کے اپنی طرف متوجہ ہونے کے خوف سے جواب نہ دیا ہو۔

نہ تو اس نے کسی سے اپنے ہمراہ چلنے کے لئے کہا اور نہ کوئی شخص رضا کارانہ طور پر اس کے ہمراہ جانے پر آمادہ ہوا۔ یہ شخص تمام رات اسی لالٹین سے وادی کے اوپر نیچے تلاش کرتا رہا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں آدم خور کے آنے کے بعد دن میں بھی جانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ اس علاقے کا بغور معائنہ کرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ لڑکے کا باپ اس رات چار مرتبہ اس مقام سے صرف دس فٹ کے فاصلے سے گزرا تھا جہاں آدم خور اس کے بیٹے کو کھا رہا تھا۔

تمام رات پہاڑ کے اوپر نیچے گشت لگانے سے یہ دل شکن صدمے سے نڈھال باپ سورج طلوع ہوتے وقت پہاڑ کی ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ اس بلند



مقام سے کھڈ اس کو صاف دکھائی دے رہا تھا۔ روشنی ہوتے ہی اس کو دو بڑی چٹانوں پر خون کے دھبے دکھائی دیئے۔ لپک کر اس طرف جانے سے اس کو اپنے بیٹے کے بدن کے صرف وہ اعضا ملے جو شیر کے کھانے سے بچ گئے تھے۔ چنانچہ ان کو اکٹھا کر کے وہ گھر لایا اور گاؤں کے باشندوں کی جمع کی ہوئی لکڑیاں ساتھ لے کر مردہ گھاٹ جا کر منڈل دریا کے کنارے ان کو جلا دیا۔

میرے خیال میں یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہو گا کہ اس قسم کے بے پناہ شجاعت کے کارنامے صرف وہی اشخاص انجام دے سکتے ہیں جو ان کے سنگین نتائج سے بے خبر اور قوت متخیلہ سے محروم ہوتے ہیں۔ ہمارے دیہاتوں کے باشندے اپنے گرد و نواح کے بارے میں بے حد حساس اور ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ہر پہاڑ کی چوٹی، وادی اور کھڈ وغیرہ کو کسی نہ کسی شکل میں کسی روح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بدلہ لینے والی بدارواح ہوتی ہیں اور رات کی تاریکیوں میں انسانوں کو شدید نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والا انسان جس کے گرد و نواح میں ایک سال سے آدم خور سرگرم عمل ہو، غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک اس علم کے باوجود کہ وہاں بدارواح بھی موجود تھیں اور آدم خور شیر بھی، نہتا اور تنہا دشت پیمائی کرتا پھرے۔ یہ صرف وہی شخص کر سکتا تھا جو اپنی شجاعت کا ثانی نہ رکھتا ہو۔ میں اس کو اور بھی تعریف کا مستحق سمجھتا ہوں کہ باوجود اس کارنامے کے اس کو اپنی بے پناہ ہمت اور بہادری کا احساس بھی نہیں ہوا۔

آدم خور کی کھال اتارتے وقت میں نے اس شخص سے شیر کے نزدیک بیٹھنے کو کہا تا کہ شیر کے ساتھ اس کا فوٹو اتاروں۔ میری طرف غور سے دیکھ کر کہنے لگا کہ 'اب مجھے صبر آ گیا صاحب! کیونکہ آپ نے میرے معصوم بیٹے کی موت کا بدلہ لے لیا۔'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کماؤں کے ضلعی افسران اور گڑھوال کے باشندوں سے ان تین شیروں کے مارنے کا جو میں نے وعدہ کیا تھا وہ اس آخری شیر کو ہلاک کرنے کے بعد پورا ہو گیا تھا۔

# پیپل پانی کا شیر

اس شیر کے بارے میں میری معلومات صرف اس حد تک محدود تھیں کہ وہ پہاڑ کے دامن میں واقع ایک گہرے کھڈ میں پیدا ہوا تھا اور اپنی ماں کے تین بچوں میں سے ایک تھا۔ اس کے علاوہ اس کے ماضی کے حالات کا مجھے علم نہیں تھا۔

غالباً اسکی عمر اس وقت ایک سال ہو گی جب نومبر کی ایک صبح پہلی بار میں نے ایک چیتل کی آواز پر متوجہ ہو کر ایک چھوٹے چشمے کے کنارے ریتیلے حصے پر چیتل کی گھات میں پہنچے جما کر اس کے بیٹھنے کے نشانات دیکھے تھے۔ مقامی زبان میں اس جگہ کا نام پیپل پانی تھا۔ پہلے تو مجھے یہ شک ہوا کہ شاید وہ اپنی ماں سے بچھڑ گیا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ معلوم ہوا کہ محکمہ جنگلات کی شکار کھیلنے والی سڑک پر اس کی آمد و رفت کا سلسلہ معمول بن گیا تھا۔ چنانچہ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ چونکہ اس کی سن بلوغت کا زمانہ قریب آتا جا رہا تھا اس لئے اس نے تنہا گشت کرنا شروع کر دیا تھا۔ قانون قدرت کے مطابق والدین کی تیز اور چوکس نگاہیں کسی ایک جنس کو دوسری جنس سے نسل حاصل کرنے اور آوارگی کی طرف مائل ہونے سے بچا لیتی ہیں۔

اس سال موسم سرما میں تو اس نے اس گرے پڑے اور بلاوجہ درخت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاٹے ہوئے کھوکھلے جنگل میں کاکڑ ' مور ' چھوٹے سور اور چیتل کے بچے ہلاک کر کے گزارا کر لیا۔ سردیوں میں وہ اپنے ہلاک کئے ہوئے شکار کو یہاں لا کر آرام سے دھوپ میں بیٹھ کر کھاتا تھا اور موسم گرما میں تپش سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کھوکھلے درختوں کے تنوں میں ' جہاں اس سے پہلے بے شمار تیندوے پناہ لے چکے تھے ' دن گزارتا۔

جنوری کے آخر میں پہلی مرتبہ میں نے اس شیر کے بچے کو نزدیک سے دیکھا۔ ایک دن مغرب کے وقت بغیر کسی مقصد کے محض ہوا خوری کی نیت سے باہر نکلا۔ راستے میں میری نظر ایک کوے پر پڑی جو زمین سے اڑ کر درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا اور اپنی چونچ شاخ سے رگڑ کر صاف کرنے لگا۔ کوے ' گدھ اور ہدہد ہمیشہ سے میری دلچسپی کا مرکز بنے رہے ہیں اور بارہا افریقہ اور ہندوستان کے جنگلات میں مجھے شیر کے ہلاک کئے ہوئے جانوروں کا سراغ انہی پرندوں سے ملا ہے۔ اس مرتبہ اس کوے کی وجہ سے مجھے گزشتہ شب کے ایک عبرتناک واقعے کا انکشاف ہوا۔ ایک چیتل ہلاک کر کے شیر نے اس کے جسم کا کچھ حصہ کھالیا تھا۔ مجھ سے پہلے چند لوگوں کی نظر اس پر پڑی ہو گی اور نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر چیتل کا تمام گوشت کاٹ کر لے گئے جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ چند ہڈیاں تھیں اور ان پر جمے ہوئے خون سے اس کوے نے شکم سیری کی تھی چونکہ اس مقام پر گھنی جھاڑیاں وغیرہ نہیں تھیں جہاں چیتل کو ہلاک کرنے والا جانور چھپ کر بیٹھ سکتا۔ گوشت بھی اس کی عدم موجودگی میں کاٹ کر لے جایا گیا تھا ' اس لئے مجھے یقین تھا کہ وہ کسی نہ کسی وقت واپس ضرور آئے گا چنانچہ میں نے اس کی گھات میں بیٹھنے کا تہیہ کیا اور ایک آلوچے کے درخت پر باوجود کانٹوں کے جتنا آرام سے بیٹھ سکتا تھا بیٹھ گیا۔

شیر کی گھات میں اس کے مارے ہوئے جانوروں کے نزدیک بیٹھنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بارے میں اگر میرے ناظرین متفق نہ ہوں تو میں عذر خواہی کے لئے قطعی آمادہ نہیں ہوں کیونکہ اس موضوع پر کافی مباحثہ ہو چکا ہے۔ اوائل عمری کے اس دور سے جب میرے پاس ایک مزل لوڈر رائفل تھی اور جس کی شگاف پڑی ہوئی نال کو پھٹنے سے محفوظ رکھنے کے لئے تار باندھا ہوا تھا میری شکار کی بہترین اور خوشگوار یادوں کا مرکز ہمیشہ عصر اور مغرب کے درمیان شیروں کی گھات میں ان کے مارے ہوئے جانوروں کے قریب بیٹھ کر شکار کھیلنا رہا ہے۔ چند دن گزرے میں تیندوے کے ہلاک کئے ہوئے ایک لنگور کے پاس بیٹھا تھا اور جدید ترین رائفل میری گود میں تھی۔ میری نظر ایک شیرنی اور اس کے دو بچوں پر پڑی جو اپنے مارے ہوئے ایک جوان سانبھر کو کھانے میں مصروف تھے۔ وہ اتنا خوبصورت منظر تھا کہ اس کا فوٹو نہ لے سکنے کا مجھے تا زیست افسوس رہے گا۔ یہ صحیح ہے کہ مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر میرے لئے نیچے زمین پر شیر کو متوجہ کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں تھا لیکن میرے اس پر گولی چلانے کے امکانات میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے تھی۔ جنگل کے باسیوں کے سونگھ کر متوجہ ہونے کے لئے زمین پر جذب شدہ خون کافی مقدار میں موجود تھا۔ اسی نواح میں ایک سور جو دس منٹ سے پودوں کی جڑیں کھودنے میں مصروف تھا ' خون کی بو سونگھتے ہی سیدھا کھڑا ہو گیا اور سوروں کے انداز کے مطابق اپنی تھوتھنی اوپر اٹھائے نتھنے پھیلائے ہوا میں ملی ہوئی خون کی بو کی سیدھ میں نظریں جما کر تکنے لگا۔ اس کی وجہ سور کی بے پناہ قوت بینائی اور قوت شامہ تھی۔ مجھے زمین کو غور سے تکنے پر شیر کے پنجوں کے کھوج کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا لیکن وہ اپنے مخصوص انداز میں کبھی داہنے ہٹتا اور واپس ہوا کے رخ پر آجاتا اور کبھی بائیں ہٹ کر یہی حرکت دہراتا اور ہر مرتبہ محتاط انداز میں نزدیک آتا جاتا جو اس بات کی دلیل تھی کہ چیتل کو شیر نے ہلاک کیا تھا۔ اطمینان ہونے پر کہ چیتل کے جسم کا کوئی حصہ کھانے کے قابل نہیں رہا

تھا واپس لوٹا اور دلکی چلتا نظر سے اوجھل ہو گیا۔

اس کے جانے کے فوراً بعد دو چیتل مخملی سینگوں کے ساتھ نمودار ہوئے اور وہ ہوا کے رخ چل کر سیدھے خون آلود زمین تک پہنچے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ گزشتہ رات کا حادثہ ان کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔ دونوں باری باری خون آلود زمین کو سونگھتے اور ہر مرتبہ اپنے جسم کے رگ پٹھے کھینچ کر خطرے کی صورت میں فوراً بھاگنے کے لئے ساکت کھڑے ہو جاتے۔ اس طرح اپنے تجسّس کو ختم کر کے جس سمت سے آئے تھے واپس چلے گئے۔

تجسّس پر صرف انسان ہی کی اجارہ داری نہیں بلکہ اکثر جانور بھی تجسّس کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں مثلاً ایک کتا برآمدے سے اٹھ کر کسی پرچھائیں پر بھونکنے کے لئے بھاگ پڑتا ہے یا ایک ہرن اس تجسّس میں کہ شاید ہری گھاس کا ٹکڑا کہیں دکھائی دے جائے اپنے غول سے علیحدہ ہو کر گھاس میں ساکت بیٹھے کسی تیندوے کا لقمہ بن جاتا ہے۔

جس وقت موسم سرما کا سورج دائرہ افق کے عقب میں غروب ہونے والا تھا، مجھے داہنی طرف حرکت محسوس ہوئی اور میرے درخت سے تیس گز دور جہاں جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہوتا تھا، دو جھاڑیوں کے درمیان نہایت تیزی سے کوئی جانور گزرتا دکھائی دیا اور چند لمحوں کے بعد قریب کی جھاڑیوں میں سے بغیر داہنے یا بائیں دیکھے شیر کا بچہ برآمد ہوا اور سیدھا اپنے شکار کئے ہوئے چیتل کے نزدیک پہنچ گیا۔ جب اس نے گھنٹوں کی محنت کے بعد شکار کئے ہوئے چیتل کی صرف ہڈیاں پڑی دیکھیں تو اس کی سخت دل شکنی ہوئی۔ ہڈیوں کے ڈھیر کو نظرانداز کرتے ہوئے اس کی نگاہ درخت کے تنے پر پڑی جو حال ہی میں قصاب کے گوشت کاٹنے کے لکڑی کے ٹکڑے کی طرح استعمال کیا جا چکا تھا اور اس پر گوشت کے چند ریشے لگے تھے۔ ان جنگلات میں صرف میں ہی رائفل لے کر نہیں گھومتا تھا اور اگر اس بچے کو بڑھ کر پورا شیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بننا مقصود تھا تو اس کو یہ سکھانا ضروری تھا کہ دن میں اپنے مارے ہوئے شکار کے نزدیک جاتے وقت کس درجہ احتیاط برتنی چاہئے۔ اگر میرے پاس بندوق ہوتی تو اس کے نزدیک فائر کرنے کی آواز اور اس کے نتیجے میں مٹی کا غبار اڑانا بہترین سبق ہوتا لیکن میرے پاس رائفل تھی چنانچہ اس کی ناک سے ایک انچ دور میں نے تنے کی جڑ میں گولی چلائی اور وہ دم دبا کر ایسا بھاگا کہ ساری زندگی سوائے ایک مرتبہ کے اس نے کبھی لاپروائی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

اگلے سال موسم سرما میں میں نے اس کو کئی بار دیکھا۔ اس کے کان زیادہ بڑے نہیں ہوئے تھے اور اس کے بدن پر روئی جیسے ملائم بالوں نے اب کالی دھاریوں کے ساتھ شیر کا اصلی روپ دھار لیا تھا۔ کھوکھلا درخت بھی اس کے اصلی مالک کو واپس مل چکا تھا اور تیندوے کے ایک جوڑے نے پہاڑوں کے دامن میں گھنی جھاڑیوں کے اندر رہائش اختیار کر لی تھی اور جوان سانبھر ان کی غذا بن گئے تھے۔

اس سے اگلے سال جب میں حسب معمول پہاڑوں سے نیچے اترا تو مجھے ان مانوس پنجوں کے نشانات نہ تو شکار والی پگڈنڈیوں پر نظر آئے اور نہ پانی پینے کے مقامات پر اور ہفتوں تک میں یہ سمجھا کہ شاید اس جوان شیر نے اپنی پناہ گاہ تبدیل کر کے کسی اور مقام پر رہائش اختیار کر لی تھی۔ پھر ایک دن صبح اس کی غیر حاضری کی وضاحت ہوئی جب اس کے پنجوں کے نشانات کے ساتھ اس سے چھوٹے اور ملائم پنجوں کے نشانات دیکھے جو اس کے جوڑے کے تھے جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا۔ میں نے ان شیروں کے جوڑے کو صرف ایک مرتبہ ایک دوسرے کے ساتھ دیکھا۔ ایک دن علی الصباح میں ایک سانبھر کا جو پہاڑوں کے دامن میں رہتا تھا شکار کرنے کی نیت سے نکلا۔ واپسی پر آگ سے محفوظ رکھنے والی پگڈنڈی پر لب سڑک درخت کے ایک سوکھے ہوئے گدے پر میری نظر ایک گدھ پر پڑی۔



اس پرند کی پشت میری طرف تھی اور اس کے چہرے کا رخ سامنے جھاڑیوں اور ان کے آگے گھنے جنگل کی طرف تھا چونکہ زمین ابھی تک شبنم کی وجہ سے نم تھی اس لئے میں بغیر کسی آہٹ کے درخت تک پہنچا اور ہر طرف نظریں دوڑائیں ایک جھاڑی کے پیچھے میری نظر سانبھر کے صرف ایک سینگ پر پڑی جو غیر معمولی بات تھی اس لئے کہ سانبھر اس پہلو لیٹ ہی نہیں سکتا۔ کائی والی ایک نزدیک کی چٹان پر اپنے ربڑ کے جوتوں کے ساتھ چڑھ کر سیدھا کھڑا ہوا تو مجھے سانبھر صاف دکھائی دیا۔ سانبھر کا پچھلا حصہ کھایا جا چکا تھا اور اس کے دونوں جانب شیروں کا جوڑا تھا۔ شیر دوسری طرف تھا اور اس کا پچھلا دھڑ دکھائی دے رہا تھا اور دونوں سو رہے تھے۔ دس فٹ بالکل سامنے اور ایک شاخ سے بچنے کے لئے تیس فٹ بائیں طرف ہٹنے سے مجھے شیر کی گردن پر گولی چلانے کا بہترین موقع مل سکتا تھا لیکن میرے ذہن سے خاموش تماش بین یعنی گدھ کا خیال ہی جاتا رہا تھا جہاں میں اس وقت کھڑا تھا اس کی نظر سے اوجھل تھا لیکن دس فٹ چلنے سے پہلے وہ مجھے صاف دیکھ سکتا تھا میرے نزدیک آنے سے خوفزدہ ہو کر پہلے تو اس نے اپنے بڑے بڑے پر پھڑپھڑائے اور یہ دیکھنا بھول گیا کہ بالکل اوپر ایک بیل لٹک رہی تھی جس سے ٹکرا کر وہ زمین پر گر گیا۔ شیرنی جاگی اور پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی۔ شیر نے بھی سستی نہیں دکھائی اور وہ بھی بجلی کی طرح کوند کر غائب ہو گیا گولی چلانا ممکن تھا لیکن خطرناک کیونکہ سامنے جنگل تھا اور زخمی جانور کے لئے مناسب اوٹ ہونے کی وجہ سے فائدہ تھا۔ جن حضرات نے کبھی شیر اور تیندووں کو اپنے مارے ہوئے شکار کے نزدیک بیٹھے گھات لگانے کا تجربہ نہ کیا ہو وہ اس کو بے حد دلچسپ مشغلہ پائیں گے لیکن ایسا کرنے کے لئے نہایت احتیاط سے گولی چلانے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اگر نشانہ خطا ہو جائے تو شدید خطرے کا سامنا کرنا لازمی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک ہفتے کے بعد شیر نے دوبارہ تنہائی اختیار کر لی اور اس میں ایک خاص تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ اس واقعے سے پہلے تو اس نے اپنے مارے ہوئے جانوروں کے نزدیک میرے آنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن اس کے بعد جس پہلے شکار کے جانور کے نزدیک میں گیا تو شیر نے صاف ظاہر کر دیا کہ آئندہ سے اس قسم کی بے تکلفی برداشت نہیں کی جائے گی۔ جنگلوں میں شیر کا نزدیک سے غرانا انتہائی خطرناک ہوتا ہے جس کا اندازہ صرف سن کر ہی کیا جاسکتا ہے۔

اگلی مارچ میں اس نے پہلی مرتبہ ایک بڑی بھینس ہلاک کی۔ میں اس دن پہاڑوں کے دامن میں گھوم رہا تھا کہ جنگل میں بھینس کی دردناک آواز کے ساتھ شیر کے طیش میں غرانے کی آواز جنگل میں گونج اٹھی۔ مجھے اس مقام کا صحیح تعین کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی جو چھ سو گز دور ایک کھڈ سے آرہی تھی۔ کچی چٹانوں اور خاردار جھاڑیوں سے گزر کر وہاں تک پہنچنا مشکل تھا جب تک میں ایک کھڑی اور سیدھی ڈھلوان والی چٹان تک ' جہاں سے یہ کھڈ صاف دکھائی دیتا تھا ' پہنچنے میں کامیاب ہوا بھینس کی ایذا کا خاتمہ ہو چکا تھا اور شیر غائب ہو گیا تھا۔ ایک گھنٹے تک لبلبی پر انگلی رکھے میں خاموش لیٹا رہا لیکن شیر دکھائی نہیں دیا۔ دوسرے دن صبح میں دوبارہ اسی چٹان پر چڑھا۔ بھینس گزشتہ شام والے پہلو سے اسی طرح پڑی تھی۔ ملائم زمین پر بھینس کے کھر اور شیر کے پنجوں کے کھرچے ہوئے نشانات اس بات کی نشان دہی کر رہے تھے کہ ان دونوں میں کس درجہ کشمکش ہوئی تھی۔ بالآخر شیر پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد بھینس کو گھسیٹ کر نیچے لانے میں کامیاب ہو سکا۔ شیر کے پنجوں کے نشانات کھڈ کے درمیان ہو کر گزرے تھے چنانچہ ان کا کھوج لگانے پر مجھے چٹان پر خون کی ایک لمبی دھار دکھائی دی اور اس سے سو گز آگے اسی طرح خون کی نشانات ایک گرے ہوئے درخت پر دکھائی دیئے۔ ہوا



یہ تھا کہ بھینس کے ساتھ کشمکش میں اس کا سینگ شیر کے ماتھے پر لگا تھا۔ گہرا زخم ہونے کی وجہ سے وہ اپنے شکار کو بھی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور کبھی واپس نہیں آیا۔

تین سال بعد شیر نے اپنے بچپن کے ملے ہوئے سبق کی پروا نہ کرتے ہوئے پھر وہی غلطی دوہرائی (شاید وہ یہ بہانہ پیش کر سکتا تھا کہ اس موسم میں شیروں کا ہلاک کیا جانا ممنوع تھا) اور نہایت لاپروائی سے اپنے مارے ہوئے شکار کے نزدیک پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا اور اس کے شکار کے پاس ایک زمیندار اور اس کے چند کاشتکار اس کی گھات میں بیٹھے تھے۔ نتیجے میں شیر کے کندھے پر گولی لگی اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ شیر کا تعاقب کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ چوبیس گھنٹے بعد اس کے زخم پر مکھیاں بھنکتی رہیں اور وہ لنگڑاتا ڈاک بنگلے کے احاطے کے اندر سے گزر کر ایک چھوٹے پل پر پہنچا جس کے دونوں جانب مکانات تھے اور مکینوں کی نظر کے سامنے پل پار کر کے ایک احاطے کے کھلے پھاٹک سے داخل ہو کر ایک خالی گودام میں جا بیٹھا۔

یہ خبر قرب و جوار کے دیہاتوں میں گشت کر چکی تھی اور کافی لوگ احاطے کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چوبیس گھنٹے بعد ہجوم کے شور سے عاجز آکر گودام سے باہر نکلا اور گودام کے پھاٹک سے باہر نکل کر ہمارے بنگلے کے سامنے سے گزرتا گاؤں کے نشیبی علاقے میں دور چلا گیا۔ ہمارے کسانوں میں سے کسی کا ایک بیل اس واقعے سے ایک رات قبل قدرتی موت مر گیا تھا اور گاؤں والوں نے اس کو گھسیٹ کر گاؤں سے کچھ فاصلے پر ایک بڑی جھاڑی کے اندر ڈال دیا تھا۔ جاتے وقت شیر کی نظر اس پر پڑی اور چند دن تک بیل کے نزدیک لیٹ کر اس کا گوشت کھاتا رہا اور آب پاشی کی ایک نالی سے اپنی پیاس بجھاتا رہا۔

دو مہینے بعد جب ہم پہاڑوں سے نیچے اترے اس وقت شیر گاؤں کے بالائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حصوں سے چھوٹے جانور (بھیڑیں، بچھڑے، بکرے وغیرہ) ہلاک کر کے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ مارچ تک اس کے زخم مندمل ہو گئے لیکن گولی لگنے کے نتیجے میں اس کا داہنا پیر اندر کی طرف مڑ گیا تھا مگر جس جنگل میں وہ زخمی ہوا تھا وہاں واپس پہنچ کر گاؤں کے مویشیوں کی تباہی مچادی۔ چوکنا اس درجہ ہو گیا تھا کہ اپنے ہلاک کئے ہوئے جانور کا صرف ایک وقت گوشت کھاتا تھا اور اس طرح معمول سے پانچ گنے زیادہ مویشی ہلاک کر رہا تھا۔ اس میں سب سے زیادہ نقصان اسی زمیندار کا ہو رہا تھا جس نے شیر پر گولی چلائی تھی اس لئے کہ وہ چار سو گائے اور بھینسوں کا مالک تھا۔

آئندہ چند سالوں میں اس کی شہرت اور اس کا قد و قامت برابر ہو گئے تھے اور متعدد شکاریوں اور دیگر اشخاص نے اس کو ہلاک کرنے کی امکانی کوشش کی۔

نومبر کی ایک شام گاؤں والوں میں سے ایک شخص اپنی ایک نالی بھرنے والی بندوق لے کر سور مارنے کی نیت سے نکلا اور اوٹ کے لئے ایک خشک نالے کی تہہ میں جس کی چوڑائی تیس گز تھی ایک تنہا جھاڑی بطور مچان منتخب کی۔ نالے کی زمین ٹوٹی پھوٹی اور چوکھونٹی تھی۔ لمبائی میں اس سے ملحق زمین پر تھوڑی دور کاشت شدہ زمین تھی اور نزدیک والے حصے میں ایک خام سڑک اور اس کے متوازی ایک نہر تھی جو ہماری زرعی زمین اور جنگلات میں حد فاصل کا کام دیتی تھی۔ اس شخص کے بالکل سامنے چار فٹ اونچا ایک پشتہ تھا جس کے اوپری حصے میں مویشیوں کی پگڈنڈی پر کوئی جانور گزرتا دکھائی دیا اور اس شخص نے گھبرا کر جیسا تیسا نشانہ لے کر اس پر فائر کر دیا۔ بندوق چلانے کے نتیجے میں یہ جانور پشتے سے گرا اور اس شخص کے سامنے دس فٹ کے فاصلے سے گزر کر غراتا ہوا جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے اپنا کمبل پھینکا اور دو سو گز دور بھاگ کر اپنی جھونپڑی میں چلا گیا۔ پڑوس کے



تمام باشندے جمع ہو گئے اور اس شخص کے بیان کردہ حالات سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ گولی سور کے لگی ہو گی اور افسوس کی بات ہو گی اگر اس کا گوشت گیدڑ یا لگڑ بھگے کھا جائیں۔ چنانچہ فوراً ایک لالٹین روشن کی گئی اور چھ بہادر جیالوں کی ٹولی اس کو اٹھا کر لانے کے لئے روانہ ہوئی۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص (جس نے جانے سے انکار کیا اور مجھ سے بعد میں تسلیم کیا کہ اندھیری رات اور گھنی جھاڑیوں میں زخمی سور کی تلاش میں جانے کی اس میں ہمت نہیں تھی) یہ رائے دی کہ بندوق بھر کر لے جائی جائے۔

اس کی رائے پر عمل کرتے ہوئے پہلے تو کافی بارود نال میں ڈالا گیا لیکن بندوق کا گز بارود دباتے وقت نال کے اندر ٹوٹ گیا۔ دیکھنے میں تو یہ معمولی حادثہ تھا جس نے چھ اشخاص کی جان بچالی۔ بمشکل تمام گز باہر نکالا گیا۔ بندوق بھری گئی اور یہ لوگ روانہ ہو گئے۔

جائے وقوعہ پر پہنچ کر جہاں وہ جانور جھاڑیوں کے اندر جاتا دکھائی دیا تھا اس حصے کی نہایت محتاط طریقے پر تلاشی لی گئی اور خون کے نشانات دکھائی دینے پر چپہ چپہ چھان مارا لیکن سور کا پتہ نہ چلا، چنانچہ اس رات کی کوشش ختم کر دی گئی اور گھر واپس لوٹ آئے۔ دوسری دن علی الصباح تلاش پھر شروع کی گئی اور اس مرتبہ اس پارٹی میں میرے مخبر کا اضافہ ہوا جو کم ہمت ہونا ظاہر کرتا تھا لیکن جنگل کے بارے میں اس کی واقفیت سب سے زیادہ تھی۔ خون کا ڈھیر دیکھ کر اس کے اوپر پڑے ہوئے بالوں کو اٹھا کر میرے پاس لے آیا۔ میں دیکھتے ہی پہچان گیا کہ وہ شیر کے بال تھے۔ میرے ایک شکاری دوست میرے پاس مقیم تھے چنانچہ ہم دونوں اس زمین کو دیکھنے کی غرض سے گئے۔

جنگلات میں ہونے والے حادثات کا اس مقام کی زمین کے اوپر نشانات دیکھ کر از سر نو جائزہ لینا ہمیشہ میری دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات اخذ کئے ہوئے نتائج غلط بھی ثابت ہوتے ہیں لیکن کبھی صحیح بھی ہوتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ اس موجودہ صورت حال میں میرا یہ خیال صحیح نکلا کہ گولی اس کے اگلے پیر کے اندرونی حصے میں لگی تھی لیکن یہ اندازہ غلط تھا کہ اس کا پیر ٹوٹ گیا تھا۔ شیر جوان تھا اور اس علاقے کے لئے اجنبی تھا۔

جس مقام پر شیر کے بال ملے تھے اس کے آگے خون کے کوئی نشانات نہیں تھے اور سخت زمین ہونے کی وجہ سے کھوج لگانا ناممکن تھا چنانچہ جس جگہ مویشیوں کی پگڈنڈی ریت کی تہہ سے گزرتی تھی میں نے ندی کو عبور کیا۔ یہاں پنجوں کے نشانات سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ زخمی جانور میرے پہلے اندازے کے مطابق جوان شیر نہیں تھا بلکہ میرا پرانا دوست پیپل پانی کا شیر تھا جو نزدیک کا راستہ ہونے کی وجہ سے گاؤں کے درمیان ہو کر گزرا تھا اور رات کی تاریکی میں بستی والوں کو اس کے سور ہونے کا شبہ ہوا تھا۔

پہلے بھی ایک مرتبہ زخمی ہونے کے بعد اسی طرح بغیر کسی انسان یا جانور کو نقصان پہنچائے آباد علاقے سے ہو کر گزرا تھا لیکن اب اس کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور اگر بھوک اور درد کی حالت میں دوبارہ اسے گزرنا پڑا تو شدید نقصان پہنچانے کا احتمال تھا۔ پریشان کن بات یہ تھی کہ اس گاؤں کی آبادی گھنی تھی اور ایک ہفتے کے اندر ایک ضروری کام سے مجھے واپس جانا تھا اور جانا ملتوی نہیں کر سکتا تھا۔

تین دن متواتر میں نے چشمے، پہاڑ کا دامن اور جنگل کے چار مربع میل رقبے کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن شیر کا کھوج نہیں ملا۔ چوتھے دن دوپہر کے وقت میں اس کی تلاش کی کوشش جاری رکھنے کی غرض سے روانہ ہونے ہی والا تھا کہ مجھے ایک بڑھیا اور اس کا بیٹا تیزی سے جنگل کے باہر جاتے ملے ان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ پہاڑ کے دامن میں شیر کے دہاڑنے کی آواز سن کر مویشی خائف ہو کر جنگل سے بھاگ گئے تھے۔ رائفل اگر میرے پاس ہوتی ہے تو ہمیشہ تنہا جاتا ہوں۔ ایسی ہڑبونگ میں تنہا جانا زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور



جنگل میں بغیر کسی آہٹ کے آسانی سے چل سکتا ہوں۔ بہرحال اس مرتبہ خلاف معمول میں نے لڑکے کو ساتھ لیا کیونکہ وہ مجھے صحیح مقام جہاں اس نے شیر کے دہاڑنے کی آواز سنی تھی بتانے کا بے حد خواہش مند تھا۔

پہاڑوں کے دامن میں پہنچنے کے بعد اس نے اشارے سے مجھے گھنی جھاڑیوں کا ایک ٹکڑا دکھایا جس کے ایک طرف جنگلوں کے درمیان آگ پھیلنے سے محفوظ رکھنے کا کھلا راستہ تھا اور دوسری جانب پیپل پانی کا چشمہ۔ چشمے سے سو گز دور اور اس کے متوازی بیس فٹ چوڑا نشیبی حصہ تھا جو چشمے کے کنارے جھاڑیوں کے علاوہ میری طرف کھلا تھا۔ اس نشیبی حصے کے درمیان کافی استعمال کی جانے والی ایک پگڈنڈی تھی جو اس کو سیدھی کاٹ کر گزرتی تھی۔ اس پگڈنڈی سے بیس گز دور اور کھلے حصے میں ایک چھوٹا درخت تھا۔ اگر شیر اس پگڈنڈی سے گزرا تو یقیناً جھاڑیوں سے گزرتے ہوئے مجھے گولی چلانے کا موقع فراہم کرے گا چنانچہ میں نے اسی درخت پر بیٹھنے کا فیصلہ کیا اور لڑکے کو اتنا اوپر چڑھا کر کہ اس کے پیر میرے سر تک پہنچ سکیں۔ یہ ہدایت دے کر میں بھی بیٹھ گیا کہ اگر اس کی نظر شیر پر مجھ سے پہلے پڑ جائے تو اپنے پنجوں کو میرے سر پر دبا کر اشارہ دے دے۔ درخت پر اپنی کمر ٹکانے کے بعد میں نے شیر کی آواز نکالنی شروع کی۔

آپ میں سے بیشتر حضرات نے جنگلوں میں اتنے ہی سال گزارے ہوں گے جتنے میں نے، اس لئے ایسے شیر کی آواز سے روشناس کرانا بیکار ہے جو اپنے جوڑے کی تلاش میں دیوانہ وار پھر رہا ہو۔ اور جو بدقسمتی سے یہ آواز سننے سے محروم رہے ہوں ان سے میں صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ خود اس آواز کو نکالنے کے لئے بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ایسا کرنے کے لئے فراوانی سے گلے بازی کر کے آواز ملانی پڑتی ہے اور اس آواز کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تین دن تک میں شیر کی تلاش میں لبلبی پر انگلی رکھے گھٹنوں کے بل جنگل میں چلتا رہا تھا اس لئے میرے شیر کی آواز نکالنے کے جواب میں اندازاً پانچ سو گز سے اس کا فوری جواب ملنا سکون کا باعث ہوا۔ یہ سلسلہ آدھ گھنٹے جاری رہا ممکن ہے اس سے کم وقت ہوا ہو لیکن مجھے مسلسل جواب دیتے رہنے کی وجہ سے زیادہ معلوم ہوا۔ ایک طرف تو شاہ کی فوری طلبی اور دوسری جانب ملکہ کی عاجزانہ انداز میں تسلیم و رضا کا دل خوش کن جواب۔ اس دوران لڑکے نے دو مرتبہ اشارہ دیا لیکن میری نظر شیر پر نہیں پڑی تاوقتیکہ غروب ہوتے ہوئے سورج کی اس روشنی نے پورے جنگل کو منور نہیں کر دیا جو بہت جلد غائب ہو گئی۔ اسی دوران میری نظر شیر پر پڑی جو بغیر رکے جھاڑیوں سے گزرتا پگڈنڈی پر میری جانب آتا دکھائی دیا۔ ابھی نشیبی حصے کے درمیان تھا اور میں اپنی رائفل اٹھا رہا تھا کہ وہ داہنی طرف گھوما اور سیدھا میری طرف آیا۔

اس خلاف توقع صورت کے لئے میں نے درخت پر بیٹھتے وقت قطعی خیال نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے اس کو میری خواہش سے بھی زیادہ نزدیک آنے کا موقع مل گیا موجودہ صورت میں اس کے سر پر گولی چلا سکتا تھا جو میں چاہتا نہیں تھا ان حالات میں مجھ کو ایک پرانا طریقہ استعمال کرنا پڑا جو میں نے برسوں پہلے سیکھا تھا اور بارہا کامیابی کے ساتھ آزما چکا تھا۔ شیر کو بغیر اشتباہ کئے روک دیا۔ ایک پنجے کو قدرے اٹھائے اس نے آہستہ سے اپنا سر اتنا اٹھایا کہ اس کا گلا اور سینہ صاف دکھائی دینے لگے۔ بھاری گولی لگنے کی وجہ سے پہلے تو وہ ڈگمگایا اور نہایت تیزی سے جنگل میں داخل ہوا اور آواز کے ساتھ گرا۔ یہ مقام اس سے چند گز کے فاصلے پر تھا جہاں چیتل کی آواز پر متوجہ ہوتے وقت میں نے نومبر کی ایک صبح اس کے پنجے کے نشانات زمین پر دیکھے تھے۔

مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ میں نے اس پر غلط فہمی میں گولی چلائی



تھی کیونکہ وہ زخم جو اسے خطرناک بنا سکتا تھا معائنے کے وقت تک قریب قریب مندمل ہو چکا تھا۔ یہ زخم رانگ کا ایک چھرّہ لگنے سے لگا تھا جس نے سامنے کے داہنے پیر کی ایک چھوٹی رگ کو نقصان پہنچایا تھا۔

اپنی اس عظیم کامیابی کی نشانی حاصل کرنے پر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کی لمبائی دس فٹ تین انچ تھی اور اس کی کھال اور بال بہترین حالت میں تھے۔ میری اس مسرت میں پشیمانی کا حبّہ برابر شائبہ نہیں تھا کیونکہ نہ تو جنگل کے باسی اور نہ میں آئندہ کبھی جنگل میں ٹکرا کر واپس لوٹنے والی خوفناک دہاڑیں سن سکیں گے اور نہ جنگل اور اس کی پگڈنڈیوں پر دکھائی دینے والے اس کے پنجوں کے نشانات دیکھ سکیں گے جو ہم سب گزشتہ پندرہ سال سے دیکھ رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

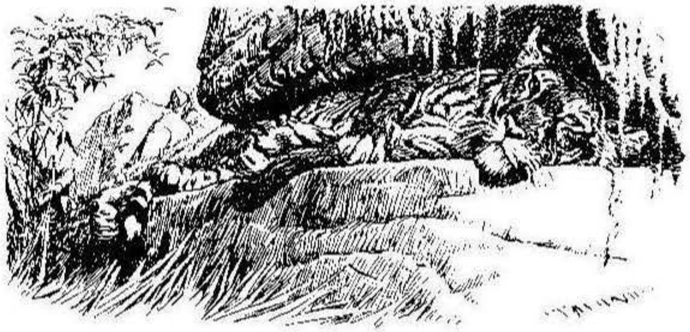

# ٹھاک کا آدم خور

لدھیا کی وادی میں مہینوں تک امن رہا لیکن اچانک ستمبر ۱۹۳۸ء میں نینی تال میں اطلاع موصول ہوئی کہ کوٹ کنڈری گاؤں میں شیر کے ہاتھوں ایک بارہ سالہ لڑکی ہلاک کر دی گئی ہے۔ یہ اطلاع مجھے محکمہ جنگلات کے ڈونیلڈ اسٹیورٹ کی جانب سے موصول ہوئی تھی لیکن اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی تاوقتیکہ چند ہفتوں کے بعد میں اس گاؤں کو دیکھنے نہ گیا اور مقامی باشندوں سے اس سانحے کے تفصیلی حالات معلوم نہ کئے۔ ہوا یہ تھا کہ ایک دن دوپہر کے وقت یہ لڑکی پورے گاؤں کے باشندوں کے سامنے اور گاؤں سے نزدیک ہوا سے گرے ہوئے آم درخت کے نیچے سے چن رہی تھی کہ اچانک ایک شیر نمودار ہوا۔ قبل اس کے کہ نزدیک تر اشخاص کچھ مدد کر سکتے شیر لڑکی کو دبوچ کر غائب ہو گیا۔ شیر کا تعاقب کرنے کی قطعی کوشش نہیں کی گئی اور چونکہ خون اور گھسیٹنے کے تمام نشانات جن کی مدد سے میں کھوج لگا سکتا تھا درمیانی عرصے میں مٹ چکے تھے اس لئے میں اس صحیح مقام کا تعین نہ کر سکا جہاں شیر نے لڑکی کو ہلاک کیا تھا اور نہ اس جگہ کا جہاں شیر اس کے جسد کو اٹھا کر لے گیا تھا۔

کوٹ کنڈری کا فاصلہ چوکا سے جنوب کی طرف اندازاً چار میل تھا اور ٹھاک سے مغرب کی جانب تین میل۔ کوٹ کنڈری اور ٹھاک کی درمیانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وادی میں گزشتہ اپریل چوکا کا آدم خور مارا گیا تھا۔

۱۹۳۸ء کے موسم گرما میں محکمہ جنگلات کے عملے نے جو درخت کاٹے جانے والے تھے ان پر نشانات لگا دیئے تھے لیکن اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر نومبر تک آدم خور شیر ہلاک نہ کیا جا سکا تو ٹھیکے دار درخت کاٹنے کے لئے مزدور فراہم نہ کر سکے گا اور ٹھیکے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اسی وجہ سے ڈونیلڈ اسٹیورٹ نے لڑکی کے ہلاک کئے جانے کے فوراً بعد مجھے خط لکھا تھا۔ ان کے کہنے پر میرا فوری کارروائی کرنے کا وعدہ کرنا کوٹ کنڈری کے رہنے والوں کی جان کی حفاظت کی خاطر تھا ٹھیکے دار کے نقصان اٹھانے کے خیال سے نہیں۔

کوٹ کنڈری جانے کے لئے سیدھا راستہ ریل سے ٹنک پور اور وہاں سے پیدل چل کر کال ڈھنگا اور چوکا تھا حالانکہ اس راستے پر جانے سے میرا پیدل سفر کرنے کا راستہ سو میل کم ہو سکتا تھا لیکن مجھے شمالی ہندوستان کے خطرناک ملیریا بخار والے حصے سے گزرنا پڑتا چنانچہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے میں نے پہاڑوں کے اوپر سے مور نالہ اور وہاں سے غیر استعمال شدہ شیرنگ سڑک پر اس کے آخر تک چلنے کا ارادہ کیا جو کوٹ کنڈری کے اوپر پہاڑی سلسلے پر ختم ہوتی تھی۔

جس دوران میں اس طویل پیدل سفر کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا، نینی تال میں ایک اور شخص کے ہلاک ہونے کی اطلاع موصول ہوئی جو سیم گاؤں کا باشندہ تھا۔ یہ ایک چھوٹا گاؤں تھا جو لدھیا کے بائیں کنارے پر تھا۔ چوکا سے اس کا فاصلہ آدھ میل تھا۔

اس مرتبہ ہلاک ہونے والی ایک ضعیف عورت تھی اور سیم کے مکھیا کی والدہ تھی۔ یہ بدقسمت عورت اس وقت ہلاک ہوئی جب وہ سیدھے ڈھال والے ایک بند پر، جو ہل چلائے ہوئے دو کھیتوں کے درمیان واقع تھا،

جھاڑیاں کاٹ رہی تھی۔ پچاس گز لمبے بند کے اگلے سرے سے جھاڑیاں کاٹتی ہوئی اپنی جھونپڑی سے ایک دو گز دور رہ گئی تھی کہ شیر نے اوپر والے کھیت سے زقند بھر کر اس کو دبوچ لیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور تیز تھا کہ شیر کے اس کو اٹھا کر لے جانے سے پہلے صرف ایک مرتبہ اس کی چیخ نکل پائی اور ختم ہو گئی۔ شیر اس کو اٹھا کر بارہ فٹ اونچے بند پر لے گیا اور اس کے اوپر والے کھیت سے گزر کر آگے گھنے جنگل میں غائب ہو گیا۔ اس وقت بڑھیا کا لڑکا جس کی عمر بیس سال تھی چند گز کے فاصلے پر ایک دھان کے کھیت میں کام کر رہا تھا اور یہ پورا حادثہ اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا لیکن وہ اتنا خائف تھا کہ کسی قسم کی مدد کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس لڑکے کی پہنچائی ہوئی خبر سن کر دو دن کے بعد پٹواری مع آٹھ اشخاص کے جن کو وہ جمع کر سکا تھا سیم پہنچا۔ شیر کے جانے کی سمت کا اندازہ لگا کر جب یہ لوگ بڑھیا کی تلاش میں نکلے تو راستے میں مرحومہ کی ہڈیاں اور کپڑے پڑے ملے۔ یہ عورت دن کے دو بجے تیز دھوپ میں ہلاک کی گئی تھی اور شیر نے اس کو جھونپڑی سے صرف ساٹھ گز دور آرام سے بیٹھ کر کھایا تھا۔

اس دوسری خبر موصول ہونے کے بعد ابیٹسن جو تین اضلاع الموڑا، نینی تال اور گڑھوال کے ڈپٹی کمشنر تھے اور میرے درمیان ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ایبٹسن نے، جو ایک زمین کے تنازع کا فیصلہ کرنے کے لئے تبت کی سرحد پر واقع ایسکوٹ روانہ ہونے والے تھے، اپنا پروگرام تبدیل کر دیا اور بجائے بگیشور کی طرف ہو کر جانے کے میرے ساتھ سیم جانے کے لئے تیار ہو گئے اور وہاں سے ایسکوٹ جانے کا پروگرام بنایا۔

جو راستہ میں نے تجویز کیا تھا وہ کافی اونچے پہاڑوں پر سے ہو کر گزرتا تھا اس لئے ہم نے طے کیا کہ نندھور کی وادی کے اوپر جا کر نندھور اور لدھیا کے درمیان والے پانی کے دھارے کو عبور کریں گے اور دریا کے کنارے چل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر سیم پہنچیں گے۔ اسی پروگرام کے مطابق ایبٹسن اور ان کی بیگم ۱۲ اکتوبر کو نینی تال سے روانہ ہوئے اور دوسرے دن میں چور گلیا میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔

نندھور کے مخالف سمت چلتے ہوئے مچھلی کا شکار کھیلتے گئے اور ہم نے ہلکی مچھلی پکڑنے والی بنسی سے ایک دن میں ایک سو بیس مچھلیاں پکڑ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔ پانچویں دن ہم در گا پیپل پہنچے۔ اس مقام سے دریا سے ہٹ کر ہم نے مشکل چڑھائی پر چلنا شروع کیا اور رات پانی کے دھارے پر گزاری۔ دوسرے دن علی الصباح روانہ ہو کر رات کو لڈھیا کے کنارے خیمہ زن ہوئے جس کا فاصلہ چھلتی سے بارہ میل تھا۔

یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ اس مرتبہ موسم باراں جلد ختم ہو گیا تھا کیونکہ سیدھی ڈھلوان والی چٹانیں وادی میں جا کر ختم ہوتی تھیں اور ہر چوتھائی میل پر دریا عبور کرنا پڑتا تھا۔ دریا کے ان ہی پایاب راستوں میں سے ایک مقام پر میرا خانساماں، جس کا قد پانچ فٹ تھا پھسل کر بہہ گیا خوش قسمتی سے ایک شخص جو میرے ناشتے کی ٹوکری لے کر چل رہا تھا دریا کے کنارے کنارے ٹوکری چھوڑ کر اس کے برابر بھاگتا رہا اور تھوڑی دور چل کر جیسے ہی خانساماں موٹے پتھروں سے ٹکرا کر رکا اس شخص نے فوراً اس کے کپڑے پکڑ کر دریا سے باہر نکال لیا۔

چور گلیا سے چلنے کے دس دن بعد ہم نے سیم کے ایک اجڑے ہوئے کھیت میں قیام کیا جو بڑھیا کے ہلاک کئے جانے والی جگہ سے صرف ۲۰۰ گز دور تھا اور لڈھیا اور ساردا دریاؤں کے سنگم سے سو گز کے فاصلے پر۔

گل ویڈیل پولیس کے ایک افسر ہمیں راستے میں ملے جو سیم میں کئی دن قیام کے بعد واپس جا رہے تھے اور محکمہ جنگلات کے ایک افسر میکڈونیلڈ نے جو بھینس از راہ کرم ہمارے واسطے شیر کی گھات میں بیٹھنے کے دوران بطور چارا



استعمال کرنے کے لئے فراہم کی تھی وہ اس مقصد سے باندھتے رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ ویڈیل کی موجودگی میں شیر نے کئی مرتبہ سیم کے چکر لگائے لیکن بھینس کو ہلاک نہیں کیا۔

ہمارے سیم پہنچنے کے دوسرے دن جس دوران ایبٹسن پٹواری، فوریسٹ گارڈ اور قرب و جوار کے دیہاتوں کے مکھیاؤں سے حالات دریافت کرنے میں مصروف تھے میں شیر کے پنجوں کے کھوج لگانے کے لئے چلا گیا۔ ہمارے کیمپ اور چوراہے کے درمیان اور لڈھیا کے دونوں جانب کافی دور تک ریتیلی زمین تھی۔ اس حصے میں مجھے ایک شیرنی اور ایک جواں شیر کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے۔ غالباً یہ وہی شیر کا بچہ تھا جس کو میں نے اپریل کے مہینے میں دیکھا تھا۔ پچھلے چند دن کے دوران شیرنی کئی مرتبہ لڈھیا کو ادھر سے ادھر پار کرتی رہی اور گزشتہ رات تو ہمارے خیموں کے برابر والی ریتیلی پٹی پر بھی اس نے چہل قدمی کی تھی۔ اسی شیرنی پر گاؤں والوں کو آدم خور ہونے کا شبہ تھا اور چونکہ مکھیا کی ماں کے ہلاک کئے جانے والے دن سے شیرنی نے سیم کے متعدد بار چکر لگائے تھے اس لئے گاؤں والوں کا اس نتیجے پر پہنچنا صحیح بھی ہو سکتا تھا۔

شیرنی کے پنجے دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ وہ اوسط درجہ کے قدو قامت کی تھی اور شباب پر تھی اب آگے چل کر یہ دیکھنا ہو گا کہ اتنی کم عمری میں آدم خور کیسے بن گئی لیکن منجملہ اور وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ گزشتہ جوڑا تلاش کرنے کے ایام میں وہ چوکا کے شیر کے ہلاک کئے ہوئے انسانوں کے کھانے میں ساتھ ہی رہتی تھی اور چونکہ اس کو انسانی گوشت کھانے کا چسکا لگ گیا تھا اور کوئی جوڑا ایسا نہیں ملا تھا جو اس کی اس لذت کو پورا کر سکتا اس لئے خود آدم خور بن گئی تھی۔ یہ تو محض قیاس آرائی تھی جو آگے چل کر غلط ثابت ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نینی تال سے روانہ ہونے سے قبل میں نے ٹنک پور کے تحصیل دار کو ایک خط لکھا تھا جس میں میں نے اپنے لئے چار جوان بھینسے خرید کر سیم بھیجنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ان میں سے ایک تو راستے ہی میں ختم ہو گیا اور بقیہ تین چوبیس کو سیم پہنچے اور اسی دن شام باندھ دیئے گئے۔ ان کے علاوہ میکڈونیلڈ والا بھینسا بھی باندھ دیا گیا جو وہ ہمارے واسطے چھوڑ گئے تھے۔ دوسرے دن صبح جب میں ان کو دیکھنے جا رہا تھا تو گاؤں کے باشندے سخت سراسیمہ تھے۔ گاؤں کے گرد کھیتوں میں ابھی حال میں ہل چلایا گیا تھا اور گزشتہ رات شیرنی کھیتوں کے نزدیک کھلے میدان میں سوئے تین مختلف خاندانوں کے افراد اور مویشیوں کے نزدیک ہو کر گزری لیکن خوش قسمتی سے تینوں خاندانوں کے نزدیک بیٹھے ہوئے مویشیوں نے شیرنی کو دیکھ لیا اور اپنے مخصوص انداز میں اپنے مالکان کو متنبہ کر دیا تھا۔ کاشت شدہ زمین کا حصہ چھوڑ کر شیرنی پگڈنڈی پر چل کر کوٹ کنڈری کی طرف چلی گئی اور راستے میں ہمارے دو بھینسوں کے نزدیک سے گزری لیکن کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

ہمارے سیم پہنچنے پر فوریسٹ گارڈ' پٹواری اور گاؤں والوں نے رائے دی کہ جوان بھینسے باندھنے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ آدم خور ان کو ہلاک نہیں کرے گا۔ وجہ یہ بتائی کہ ہم سے پہلے اور لوگ بھی آدم خور کو ہلاک کرنے کا یہ طریقہ استعمال کر چکے تھے لیکن کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ اگر شیرنی بھینسا ہلاک کرنے کی خواہشمند بھی ہوتی تو جنگل میں کافی مویشی چرتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی اپنی مرضی کے مطابق ہلاک کر سکتی تھی۔ باوجود اس مشورے کے ہم نے بھینسے باندھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور متواتر دو رات شیرنی دونوں یا کسی ایک کے نزدیک بلا نقصان پہنچائے گزرتی رہی۔

ستائیس کی صبح ہم ناشتہ ختم کرنے والے تھے کہ ٹھاک کے مکھیا کا بھائی



تواری اور دیگر اشخاص ہمارے کیمپ آئے اور اطلاع دی کہ ان کے گاؤں کا ایک آدمی لاپتہ تھا۔ ان کے مطابق یہ شخص گزشتہ دن دوپہر اپنی بیوی سے یہ کہہ کر گاؤں سے روانہ ہوا تھا کہ وہ اپنے مویشیوں کو دیکھ کر آئے گا کہ کہیں وہ گاؤں کی حدود سے باہر تو نہیں چلے گئے اور چونکہ وہ شخص واپس نہیں لوٹا تھا اس لئے خدشہ تھا کہ کہیں آدم خور نے تو اس کو ہلاک نہیں کر دیا۔

ہم نے جلدی سے تیاریاں مکمل کیں اور دس بجے ایبٹسن' ان کی بیوی' میں' تواری اور اس کے ہمراہی ٹھاک کے لئے روانہ ہوئے۔ فاصلہ تو صرف دو میل تھا لیکن چڑھائی سخت تھی اور چونکہ ہم مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے ہم جتنا تیز چل سکتے تھے چلے اور جس وقت ہم گاؤں کے بیرونی حصے پر پہنچے تو سانس اکھڑا ہوا تھا اور پسینے میں شرابور تھے۔

جوں ہی ہم گاؤں کے نزدیک جھاڑیوں والے ایک چپٹے اور ہموار حصے پر پہنچے' جس کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا' ہمیں ایک عورت کے بین کرنے کی آواز سنائی دی۔ جس انداز سے ہندوستان کی مستورات اپنے اعزا کے انتقال پر بین کرتی ہیں اس میں کبھی دھوکا نہیں کھایا جا سکتا اور جیسے ہی ہم جنگل سے باہر نکلے اس لاپتہ شخص کی بیوی ہمارے سامنے تھی۔ اس کے نزدیک دس پندرہ اور اشخاص بھی تھے جو کاشت شدہ کھیتوں کے کنارے ہمارے آنے کے منتظر تھے۔ ان اشخاص نے بتایا کہ اپنے مکانات کی چھتوں سے ان لوگوں نے جہاں ہم کھڑے تھے اس سے تیس گز دور گھنی جھاڑیوں کے اوپر کوئی سفید چیز دیکھی تھی جو لاپتہ شخص کے کپڑوں کا کچھ حصہ معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ ایبٹسن میں اور تواری اس سفید چیز کی تفتیش کرنے روانہ ہوئے اور ایبٹسن کی بیگم صاحبہ اس شخص کی بیوہ اور دیگر اشخاص کو ساتھ لیکر گاؤں روانہ ہو گئیں۔

جس کھیت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اس پر کریسن تھیمم (Chrvsan-

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

themum ) سے مشابہ جھاڑیاں تھیں اور کئی سال سے اس پر کاشت نہیں ہوئی تھی اور جب تک ہم سفید کپڑوں کے بالکل نزدیک نہیں پہنچ گئے وہ دکھائی نہیں دیئے۔ تواری ان پر نگاہ پڑتے ہی پہچان گیا کہ وہ گم شدہ آدمی کی دھوتی تھی۔ کپڑوں کے نزدیک اس کی ٹوپی پڑی تھی اور نشانات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسی جگہ مرحوم اور شیرنی کے درمیان سخت کشمکش ہوئی تھی لیکن خون دکھائی نہیں دیا۔ جس جگہ اس پر شیر حملہ آور ہوا تھا اور اس سے کافی دور آگے تک خون کا نہ ملنا اس بات کا ثبوت تھا کہ اس نے اپنی پہلی گرفت کو قائم رکھا تھا کیونکہ جب تک شیر اپنی گرفت نہیں بدلتا خون نہیں نکلتا۔

ہم سے تیس گز اوپر پہاڑ پر جھاڑیوں کا ایک جھنڈ تھا اور ان کے اوپر چھت کی مانند بیلیں چھائی ہوئی تھیں کسی اور طرف جانے سے پہلے اس جگہ کا دیکھنا ضروری تھا اس لئے کہ شیرنی کا ہماری پشت کی طرف ہونا خطرناک تھا۔ جھاڑیوں کے اندر ملائم مٹی میں شیرنی کے پنجوں کے نشانات نمایاں تھے۔ حملہ کرنے سے پہلے وہ یہیں لیٹی تھی۔

اس جگہ کا معائنہ کرنے کے بعد ہم واپس پہلی جگہ پر آئے اور حسب ذیل لائحہ عمل تیار کیا۔ ہمارا پہلا کام تو شیرنی کو تلاش کرنا اور اس کے مارے ہوئے شکار کی مدد سے اس کو ہلاک کرنا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مجھے نشانات کی مدد سے تواری کے ساتھ آگے بڑھنا تھا اور خاص طور پر سامنے کی طرف خیال رکھنا تھا۔ تواری مجھ سے صرف ایک گز پیچھے تھا اور نہتا تھا اس کے سپرد داہنے اور بائیں کڑی نظر رکھنا تھا۔ ایبٹسن تواری سے ایک گز پیچھے تھے تاکہ تواری پر شیر پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ یہ بھی طے پایا کہ چاہے ایبٹسن ہوں یا میں اگر چھپی ہوئی شیرنی کا بال تک بھی دکھائی دے جائے تو گولی چلانے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔



ایک روز قبل اس علاقے میں مویشی چر کر گئے تھے اور چونکہ خون کے نشانات قطعی نمایاں نہیں تھے اس لئے شیرنی کی روش کی علامت کسی الٹے ہوئے پتے یا دبی ہوئی گھاس ہی سے مل سکتی تھی۔ دو سو گز لے جانے کے بعد شیرنی نے اس شخص کو ہلاک کر کے وہیں چھوڑ دیا اور کئی گھنٹے بعد اس کے جسد کو اٹھا کر لے گئی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب ٹھاک کے باشندوں نے کئی سانبھروں کو اسی سمت بولتے سنا تھا۔ غالباً شیرنی کے اس شخص کو فوراً اٹھا کر نہ لے جانے کی وجہ یہ ہوئی ہوگی کہ اس نواح میں کافی مویشی چر رہے تھے اور سب مل کر شیرنی پر حملہ کر کے اس کو بھگا سکتے تھے۔

جس مقام پر اس شخص کی نعش پڑی تھی وہاں کافی خون جما تھا اور چونکہ شیرنی کی واپسی تک اس کے گلے کے زخم سے خون کا رسنا بند ہو چکا تھا اس لئے بجائے گردن سے پکڑنے کے اس مرتبہ اس کو پیٹھ کے نچلے حصے سے پکڑ کر لے گئی تھی اس لئے کھوج لگانا اور بھی مشکل ہو گیا تھا۔ شیرنی پہاڑ کے گرد چلتی رہی۔ یہاں چونکہ کافی گھنی جھاڑیاں تھیں اور روشنی کم ہونے کی وجہ سے صرف چند گز آگے دیکھ سکتے تھے اس لئے ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار بہت ہلکی تھی۔ اندازہ کیجئے کہ دو گھنٹے میں ہم صرف آدھ میل چل پائے اور پہاڑ کے اوپری کنارے پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ جس کے آگے وہ وادی تھی جہاں چھ مہینے قبل ہم نے تعاقب کر کے چوکا کا آدم خور ہلاک کیا تھا۔ پہاڑ کی اس بالائی سطح پر ایک بہت بڑی چٹان تھی جو ہم سے مخالف سمت میں اوپر کی طرف اٹھی تھی۔ شیرنی کے نشانات اس چٹان کے داہنی طرف دکھائی دیئے۔ مجھے یقین تھا کہ شیرنی ابھری ہوئی چٹان کے پیچھے لیٹی ہوگی یا اس کے نزدیک کسی جگہ سائے میں ہوگی۔ میں اور ایبٹسن ربڑ کے تلے کے جوتے پہنے تھے اور تواری برہنہ پا تھا۔ ہم بغیر کسی قسم کی آہٹ کے چٹان تک پہنچ گئے۔ اشارے سے میں نے ایبٹسن اور تواری سے کہا کہ وہ بالکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاموش لیکن چوکنے کھڑے رہیں اور ہر طرف نگاہ رکھیں۔ میں نے چٹان پر پیر جمائے اور نہایت محتاط طریقے پر ایک ایک انچ آگے بڑھنا شروع کیا۔ چٹان سے آگے ایک چھوٹا ہموار زمین کا ٹکڑا تھا اور جوں جوں اس زمین کے آگے کا حصہ دکھائی دیتا گیا نکلی ہوئی چٹان کے نیچے شیرنی کے لیٹنے کا میرا شبہ یقین میں بدلتا گیا۔ ابھی مجھے ایک یا دو فٹ اور آگے جانا تھا جہاں سے چٹان کے نیچے دیکھ سکتا تھا کہ اچانک مجھے اپنے سامنے بائیں طرف کچھ حرکت محسوس ہوئی۔ ایک سنہری دبی ہوئی سلاخ بجلی کی طرح کوند کر سیدھی کھڑی ہوئی اور ایک سیکنڈ بعد سامنے جھاڑیوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ اسی لمحے جھاڑیوں کے آگے ایک درخت پر بندر نے بولنا شروع کیا۔

شیرنی نے تو رات کے کھانے کے بعد سونے کے لئے بڑی محفوظ جگہ تلاش کی تھی لیکن ہماری بدقسمتی کہ وہ جاگی ہوئی تھی۔ میں نے اپنا ہیٹ اتار دیا تھا لیکن جیسے ہی اس نے میرا سر اوپر آتے دیکھا وہ کھڑی ہوئی اور ایک قدم ترچھا لے کر کالے بیروں والی جھاڑیوں کے اندر غائب ہو گئی۔ جہاں وہ لیٹی تھی اگر اس کی بجائے کسی اور جگہ لیٹی ہوتی تو چاہے کتنی پھرتی دکھاتی میرا اس پر گولی چلانا یقینی تھا۔ افسوس کہ ہمارا احتیاط سے بنایا ہوا منصوبہ آخری لمحات میں ناکام ہو گیا لیکن اب سوائے اس شخص کی نعش تلاش کرنے کے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ آیا اس کے جسم کا اتنا حصہ باقی رہ گیا تھا کہ اس کو بطور چارا استعمال کیا جا سکے۔ جھاڑیوں کے اندر شیرنی کا تعاقب کرنا بیکار تھا۔ ایسا کرنے سے اس پر گولی چلانے کے امکانات کم ہو سکتے تھے۔

جس مقام پر شیرنی لیٹی تھی اس کے نزدیک ہی اس نے اپنا شکار میدان میں کھلے آسمان تلے کھایا تھا اور گدھ اس کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے اسی لئے وہ نعش کو اٹھا کر محفوظ جگہ لے گئی تاکہ اوپر سے دکھائی نہ دے۔ کھوج لگانا اب آسان تھا کیونکہ خون کی دھار کے نشانات نمایاں تھے۔ یہ نشانات بڑی بڑی



چٹانوں سے گزر کر ان سے پچاس گز دور ختم ہو گئے تھے اور وہیں اس شخص کی نعش پڑی تھی۔

جس بھیانک حالت میں اس شخص کی نعش پڑی تھی اس کی تفصیل بتانے سے گریز کروں گا۔ ایک شخص جو چند گھنٹے پہلے مرد کہلاتا تھا جس کے دو بچے تھے 'عزت دار اور واحد روزی کمانے والا تھا' اب برہنہ اور عبرتناک حالت میں پڑا اور ہندوستان کی اور بیواؤں کی طرح اپنی بیوی کو دردناک انداز میں گریہ و زاری کرتے چھوڑ گیا تھا۔ بتیس سال شکار کھیلنے کے دوران مجھے بارہا ایک سے ایک بھیانک منظر دیکھنے کا اتفاق ہوا اور ہر مرتبہ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ بجائے اس کے کہ شیروں کے ہلاک کئے ہوئے آدمیوں کی ہڈیاں یا عضو جائے حادثے سے اٹھا کر لائے جائیں ان کو مارنے والے ہی کے کھانے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو زیادہ اچھا تھا اس طرح لواحقین کے دل و دماغ پر برسوں ایسے کریہہ مناظر کا اثر قائم نہ رہتا۔ خون کے بدلے خون اور ایسی موذی اور ہیبت ناک مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی دلی آرزو پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے لیکن شیر کے آدمی کو اٹھا کر لے جانے کے بعد یہ توقع رکھنا کہ وہ زندہ ہو گا اور اس کی مدد کی جا سکے گی بعید از قیاس ہے۔

ایک ایسے جانور کو ہلاک کرنے کے مواقع کم ہوتے ہیں جو اپنے مارے ہوئے شکار کے نزدیک بیٹھا ہو اور گولی چلانے کی وجہ سے زخمی ہو چکا ہو اور اس کے بعد جتنی مرتبہ اس پر ناکام گولیاں چلائی جا چکی ہوں وجہ چاہے کچھ بھی ہو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو ایک مرتبہ کھانے کے بعد وہ اپنے شکار کو چھوڑ جاتا ہے یا اتنی خاموشی اور احتیاط سے آتا ہے کہ راستے میں پڑی ہوئی سوکھی شاخ اور سوکھے پتوں کو بھی اپنا دشمن تصور کرتا ہے۔ شکاری چاہے اپنے کو کتنا ہی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے یا بت کی طرح خاموش بیٹھا رہے پھر بھی اس کے لئے لاکھ میں سے ایک مرتبہ گولی چلانے کا امکان ہو سکتا ہے اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باوجود ہم اس حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

ان جھاڑیوں کا رقبہ جن میں شیرنی داخل ہوئی تھی اندازاً چالیس مربع گز تھا اور بندروں کی نظر پڑے اور ان کا جنگل کے باسیوں کو پکار کر متنبہ کئے بغیر اس کا باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دونوں پیٹھ سے پیٹھ ملا کر سگریٹ پیتے، جنگل کی آوازوں سے اندازہ لگانے اور آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے بیٹھ گئے۔

مچان بنانے کے لئے ہمارا گاؤں واپس جانا ضروری تھا اور یہ بات یقینی تھی کہ ہماری عدم موجودگی میں شیرنی اپنے شکار کو اٹھا کر لے جائے گی۔ جس وقت وہ پورے انسان کے بھاری جسم کو اٹھا کر لے جا رہی تھی تب بھی اس کا کھوج لگانا مشکل ہو گیا تھا لیکن موجودہ صورت میں تو وزن بہت کم رہ گیا تھا اور ہم اس کے سکون میں خلل انداز بھی ہو چکے تھے اس لئے اس کے میلوں دور چلے جانے کے امکانات قوی تھے اور اس کے شکار کا کوئی حصہ بھی ملنا ناممکن تھا اس لئے ہم تینوں میں سے کسی ایک کا اسی جگہ رہنا ضروری تھا۔ باقی دو گاؤں جا کر مچان بنانے کے لئے رسے لا سکتے تھے۔

ایبٹسن نے حسب عادت خطرے کا لحاظ نہ کرتے ہوئے واپس جانا تجویز کیا۔ جس دوران ایبٹسن اور تواری اس مشکل زمین سے بچ کر جس پر چل کر ہم ابھی آئے تھے، پہاڑ کے ڈھال پر اتر رہے تھے، میں نزدیک کے ایک چھوٹے درخت پر چڑھ گیا جو نعش کے قریب تھا۔ زمین سے چار فٹ اونچائی پر درخت کے تنے کی شکل غلیل کی طرح ہو گئی تھی چنانچہ اس کی ایک شاخ پر تو میں جھک کر بیٹھا اور دوسری شاخ پر اپنے پیر جمائے۔ اس طرح دونوں شاخوں کے رحم و کرم پر میں نے بیٹھنے کا انتظام تو کر لیا تا کہ شیرنی اگر اپنے شکار پر واپس آئے یا بصورت دیگر مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو اونچائی کافی ہونے کی وجہ سے محفوظ بھی رہوں اور گولی بھی چلا سکوں۔



ایبٹسن کو روانہ ہوئے پندرہ یا بیس منٹ ہو چکے تھے کہ مجھے چٹان کی ہلکی پرت کا ایک حصہ اٹھنے اور واپس بیٹھنے کی آواز سنائی دی۔ بظاہر چٹان کا یہ حصہ الگ تھا جو شیرنی کے پیر رکھنے کی وجہ سے اٹھ گیا لیکن چونکہ شیرنی کو فوراً اس بات کا احساس ہوا اور اس نے اپنا پیر ہٹا لیا چٹان کی پرت بھی واپس بیٹھ گئی۔ یہ آواز میرے بائیں طرف سامنے بیس فٹ کے فاصلے سے آئی تھی اور میں صرف اسی طرف بغیر توازن خراب کئے گولی چلا سکتا تھا۔

وقت گزرتا گیا اور ہر منٹ میری انتہا پر پہنچی ہوئی امید بتدریج گھٹنا شروع ہوئی اور جب ذہنی انتشار اور رائفل کا وزن میرے لئے ناقابل برداشت ہونے لگا تو مجھے جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک سوکھی لکڑی کے چٹخنے کی آواز سنائی دی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیر کتنی خاموشی سے جنگل میں چل سکتا ہے۔ اس کے پیروں سے پیدا کی ہوئی آواز سے میں نے اس کی موجودگی کا صحیح اندازہ لگا لیا تھا اور اپنی نگاہیں اسی جگہ جمائے رکھیں۔ اس کے باوجود وہ آئی۔ مجھے غور سے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر ٹھہری اور اتنی خاموشی سے واپس چلی گئی کہ نہ تو میں نے کسی قسم کی آہٹ سنی اور نہ اس کو جاتے دیکھ سکا۔

جس وقت ذہنی انتشار فوری طور پر ختم ہو جاتا ہے تو اینٹھے ہوئے پٹھے اور دکھتے ہوئے جوڑ فوری طور پر آرام کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں حالانکہ موجودہ صورت میں تو مجھے صرف رائفل کو نیچا کر کے گھٹنوں پر رکھنا تھا تا کہ اپنے کندھوں اور بازوؤں کی تھکاوٹ کو دور کر سکوں۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی سی حرکت تھی لیکن ایسا کرنے سے میرے پورے جسم کو سکون ملا۔ شیرنی کی کسی قسم کی آہٹ سنائی نہیں دی اور ایک یا دو گھنٹے بعد ایبٹسن کے واپس آنے کی آواز آنے لگی۔

میرے ہمراہ جتنے اشخاص شکار میں گئے ہیں ان میں ایبٹسن سے اچھا میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کسی کو نہیں پایا۔ نہ صرف یہ کہ وہ شیر دل ہیں بلکہ ان کو ہر چیز کا خیال رہتا ہے اور سب سے عظیم بات جو میں نے کسی شکاری میں نہیں دیکھی وہ یہ کہ ان میں خود غرضی قطعی نہیں ہے۔ گئے تو وہ رسہ لینے کے لئے تھے اور واپسی پر کمبل، گدیاں، خوب گرم چائے اور کھانے کا کافی سامان لے کر آ گئے۔ درخت سے اتر کر میں تو ہوا کے رُخ ایسے بیٹھا کہ نعش کی بو سے محفوظ رہ سکوں اور تر و تازہ ہو جاؤں اور ایبٹسن نے چالیس گز کے فاصلے پر ایک شخص کو شیرنی کی توجہ مبذول کرانے اور نعش کے رخ مچان تیار کرنے کے لئے درخت پر چڑھا دیا۔

جب مچان تیار ہو گیا تو ایبٹسن نے نعش کو چند فٹ درخت کی طرف کھینچ کر ایک چھوٹے درخت سے اس کے پیر رسی سے باندھ دیئے تاکہ شیرنی اس کو اٹھا کر نہ لے جاسکے۔ یہ کام بے حد گھناؤنا تھا۔ چاند ڈوبنے والا تھا اور اس گھنے جنگل میں ایک یا دو گھنٹے بعد تاریکی چھانے والی تھی۔ آخری سگریٹ پی کر میں تو مچان پر چڑھ گیا اور جب میں ٹھیک طرح بیٹھ گیا تو ایبٹسن مع اس شخص کے، جو ساتھ آیا تھا، ٹھاک کی سمت روانہ ہو گئے تاکہ وہاں سے مسز ایبٹسن کو ہمراہ لے کر سیم کے کیمپ واپس چلے جائیں۔

یہ دونوں نظر سے تو اوجھل ہو گئے تھے لیکن آواز ان تک پہنچ سکتی تھی میں نے ایک بھاری جسم کی پتوں سے رگڑنے کی آواز سنی اور اسی وقت ایک بندر نے جو کالے بیروں والی جھاڑیوں کے دوسری طرف ایک درخت پر خاموش بیٹھا تھا بولنا شروع کیا۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی اور اس شخص کا شیرنی کا دھیان مبذول کرانے کے لئے درخت پر چڑھانا اتنا ہی کامیاب رہا جتنا ایک گزشتہ موقع پر۔ صبر آزما ایک منٹ گزرا پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔ اس کے بعد اوپر پہاڑ کی اس چٹان سے جہاں میں نے چڑھ کر شیرنی کو دیکھنے کی کوشش کی تھی ایک کاکڑ دیوانوں کی طرح بھونکتا میری طرف بھاگتا آیا۔



دراصل شیرنی اپنے شکار پر نہیں آ رہی تھی بلکہ ایبٹسن کا پیچھا کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے حواس گم ہو گئے کیونکہ اپنے پہلے شکار کو چھوڑ کر اب وہ تازہ شکار مارنا چاہتی تھی۔

چلنے سے پہلے ایبٹسن نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ راستے میں نہایت محتاط طریقے پر چلیں گے لیکن میری طرف کاکڑ کے بھونکنے کی آواز سن کر وہ قدرتی طور پر یہ سمجھیں گے کہ شیرنی نعش کی طرف رخ کر رہی تھی اور اگر ان لوگوں نے ذرا سی بھی لاپروائی برتی تو شیرنی کو موقع مل جائے گا۔ دس منٹ تک میں سخت بے چین رہا اس کے بعد ایک اور کاکڑ کے بھونکنے کی آواز مجھے ٹھاک کی سمت سے سنائی دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیرنی ابھی تک ان لوگوں کا تعاقب کر رہی تھی لیکن اب چونکہ یہ لوگ کھلے میدان میں تھے اس لئے حملہ کرنے کے امکانات کم تھے۔ اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ ایبٹسن خطرے سے باہر نکل چکے تھے کیونکہ ان کو ابھی دو میل اور گھنے جنگل سے گزر کر کیمپ پہنچنا تھا اور اگر مغرب تک میری رائفل کی آواز سننے کے انتظار میں ٹھاک ہی میں رہے جس کے امکانات قوی تھے اور سنی بھی تو راستے میں آگے چل کر سخت خطرہ مول لیں گے۔ خوش قسمتی سے ایبٹسن کو اس خطرے کا احساس تھا اس لئے سب آدمیوں کو اکٹھا رکھا اور حالانکہ شیرنی متواتر پیچھا کرتی رہی تھی جیسا کہ اگلے دن اس کے پنجوں کے نشان سے معلوم ہوا لیکن وہ خیریت سے پہنچ گئے۔

کاکڑ اور سانبھر کے وقفے وقفے سے بولنے کی وجہ سے مجھے شیرنی کی نقل و حرکت کا اندازہ ہوتا رہا۔ سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹے بعد شیرنی دو میل دور پہاڑوں کے درمیان وادی کے اندر چلی گئی۔ اس کے لئے تو تمام رات پڑی تھی اور اس کے اپنے شکار پر واپس آنے کے لاکھ میں سے ایک کے برابر امکانات تھے اس لئے میں نے اس ایک موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دینے کا تہیہ کیا۔ سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے میں نے کمبل لپیٹا اور ایسے پہلو بیٹھا کہ تمام رات بغیر جنبش کئے اسی طرح بیٹھا رہوں۔

مچان پر میں شام کے چار بجے بیٹھا تھا۔ رات کے دس بجے مجھے دو جانوروں کی آواز سنائی دی جو پہاڑ سے اتر کر میری طرف آرہے تھے۔ درختوں کے نیچے گھپ اندھیرا تھا اس لئے میں دیکھ تو نہیں سکا لیکن جب وہ نعش کے نزدیک پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ سیہہ کا جوڑا تھا۔ اپنے مخصوص انداز میں پھریری لے کر کانٹوں کو پھڑپھڑایا اور سارس سے ملتی جلتی آواز نکال کر جو صرف سیہہ ہی نکال سکتی ہے نعش کے گرد کئی مرتبہ چکر لگائے اور آگے چلی گئیں۔ ایک گھنٹے بعد جب چاند کو نکلے کافی دیر ہو چکی تھی مجھے وادی کے اندر کسی جانور کی آواز سنائی دی۔ یہ جانور مشرق سے مغرب کی طرف جارہا تھا اور جب وہ نعش سے ٹکراتی ہوئی پہاڑ سے نیچے جانے والی ہوا کے رخ پر پہنچا تو کافی دیر خاموش کھڑا رہا اور پھر نہایت محتاط طریقے پر پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ ابھی فاصلہ کافی تھا کہ میرے کان میں اس کے سانس لینے کی آواز آئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ریچھ تھا۔ خون کی بو تو اسے اپنی طرف راغب کر رہی تھی لیکن اس کے ساتھ چونکہ آدمی کے گوشت کی بو بھی شامل تھی اس لئے نہایت احتیاط سے بیٹھ کر نعش کو تکنے لگا۔ تمام جانوروں میں کسی جانور کی قوت شامہ ریچھ سے بہتر نہیں ہوتی اس لئے اس کو پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شکار شیر کی ملکیت تھا۔ ہمالیہ کے ریچھ کسی چیز سے خوف نہیں کھاتے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ ریچھ شیروں کو ان کے شکار کے پاس سے بھگا دیتے ہیں لیکن جو چیز اس ریچھ کے درمیان حائل ہو رہی تھی وہ آدمی کی بو اور خون کی بو میں شیر کی بو کا شامل ہونا تھا۔

ہموار زمین پر پہنچ کر وہ شکار سے چند گز دور کولھے کے بل بیٹھ گیا اور جب اس کو اطمینان ہو گیا کہ اس ناخوشگوار انسانی بو سے اس کو کسی قسم کا نقصان



نہیں پہنچے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہوا اور ایک لانبی چیخ نکالی جو میرے خیال میں اپنے جوڑے کو بلانے کے لئے تھی۔ کافی دیر تک یہ آواز بلند پہاڑوں کے درمیان ٹکرا کر گونجتی رہی پھر نڈر طریقے پر نعش کے نزدیک پہنچا اور جوں ہی وہ اپنی ناک نعش کے نزدیک لے گیا میں نے اس پر شست لی۔ ایک مرتبہ میں نے پہلے بھی ہمالیہ کے ریچھ کو انسان کا گوشت کھاتے دیکھا تھا وہ ایک عورت کی نعش تھی جو گھاس کاٹنے کے دوران پھسل کر پہاڑ سے نیچے گر کر ہلاک ہو گئی تھی۔ ریچھ اس کی نعش اٹھا کر لے گیا اور کھا گیا۔ جس ریچھ پر میں نے شست لے رکھی تھی وہ صرف انسان کے گوشت کھانے کی خواہش رکھتا تھا لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا چنانچہ اس نے نعش کو غور سے دیکھا، سونگھا اور مغرب کی طرف چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جنگل صبح تک خاموش تھا۔ طلوع آفتاب کے چند منٹ بعد ایبٹسن کے آنے کی آواز سنائی دی۔

ایبٹسن کے ہمراہ مرحوم کا بھائی اور رشتے دار بھی آئے۔ نہایت احتیاط سے مرحوم کے جسم کے بچے کھچے حصے جمع کر کے ان کو بڑے احترام سے سفید کپڑے میں لپیٹا اور وہیں سے توڑی ہوئی بیلوں اور ایبٹسن کے فراہم کردہ رسے کی مدد سے تیار کردہ اسٹریچر نما ڈولی میں رکھ کر کندھوں پر اٹھایا اور 'رام نام ست ہے ستے بولو گت ہے' دھیمی اور مغموم آواز سے گاتے ہوئے سارد! دریا کے گھاٹ پر نعش کو جلانے کے لئے روانہ ہو گئے۔

چودہ گھنٹے سردی میں گزارنے کا مجھ پر کافی اثر تھا۔ رات بھر جاگنے اور بھوک نے نڈھال کر دیا تھا لیکن ایبٹسن کی لائی ہوئی گرم گرم چائے پینے اور کھانا کھانے کے بعد سکون ملا۔

☆ ☆

شیرنی ستائیس کی شام کو ایبٹسن اور ان کی بیگم کا چوکا تک پیچھا کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بعد رات کو کسی وقت لڈھیا سے گزر کر ہمارے کیمپ کے پیچھے گھنی جھاڑیوں میں داخل ہو گئی تھی۔ ان جھاڑیوں کے درمیان سے ایک پگڈنڈی گزرتی تھی جو آدم خور شیر کے اس علاقے میں آنے سے پہلے لڈھیا کے باشندے شب و روز استعمال کرتے تھے کبھی یہ محفوظ تھی لیکن اب ویران ہو گئی تھی۔ اٹھائیس کو ایبٹسن کی ڈاک لانے والے دو ہرکاروں کو جن کا پہلا پڑاؤ ٹنک پور تھا کیمپ پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ انہوں نے مجبوراً وقت بچانے اور نزدیک کا راستہ استعمال کرنے کی غرض سے اس پگڈنڈی پر چلنا شروع کیا۔ انتہائی خوش قسمتی سے جو شخص آگے تھا بے حد چوکس تھا اور اس نے شیرنی کو سینے کے بل چل کر اپنے سامنے پگڈنڈی کے کنارے گھات لگا کر بیٹھے دیکھ لیا تھا۔

میں اور ایبٹسن اسی وقت ٹھاک پہنچے تھے کہ یہ دونوں آدمی ہانپتے کانپتے کیمپ آئے اور ہم فوراً اپنی رائفلیں لے کر اس واقعے کی تفتیش کے لئے روانہ ہو گئے۔ جائے وقوعہ کی زمین کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جس پگڈنڈی پر آ کر شیرنی ان لوگوں کی گھات میں بیٹھی تھی وہاں زمین پر اس کے پنجوں کے نشانات موجود تھے اور جہاں تک اس نے ان آدمیوں کا پیچھا کیا تھا نشانات نمایاں تھے لیکن اس وقت ہمیں دکھائی نہیں دیئے حالانکہ راستے میں ایک جگہ گھنی جھاڑیوں کے اندر حرکت بھی دکھائی دی اور کسی جانور کے نکل بھاگنے کی آواز بھی سنائی دی۔

انتیس تاریخ کی صبح کو ٹھاک سے چند اشخاص یہ خبر لے کر آئے کہ ان کا ایک بیل باڑے واپس نہیں آیا تھا اور جس جگہ وہ آخری مرتبہ دیکھا گیا تھا وہاں خون کے نشانات موجود تھے۔ ایبٹسن ‘ان کی بیگم اور میں دو بجے دن اس جگہ موجود تھے اور جگہ کا معائنہ کرنے سے صاف ظاہر تھا کہ شیرنی بیل کو ہلاک کرنے کے بعد اٹھا کر لے گئی۔ دوپہر کا کھانا جلدی کھا کر میں ‘ ایبٹسن



اور دو آدمی مچان بنانے کے لئے رسے لے کر بیل کے گھسٹنے کے نشانات پر کھوج لگانے روانہ ہوئے۔ سو گز تو یہ نشان پہاڑ پر ترچھے جاتے دکھائی دیئے۔ اس کے بعد سیدھے اس کھڈ کے اندر چلے گئے جہاں گزشتہ اپریل میں نے ایک بڑے شیر پر گولی چلائی تھی لیکن نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ چند سو گز اس کھڈ کے اندر چل کر بیل پر نظر پڑی۔ بہت بڑا اور تندرست بیل تھا جو دو چٹانوں کے درمیان پھنس گیا تھا اور چونکہ شیر اس کو باہر نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا اس لئے بیل کا پچھلا حصہ کھا کر وہیں چھوڑ دیا تھا۔

بھاری وزن اٹھانے کی وجہ سے شیرنی کے پنجے پھیل گئے تھے اس لئے یہ تفریق کرنا مشکل تھا کہ آیا یہ شیرنی آدم خور تھی یا نہیں لیکن چونکہ اس علاقے کے ہر شیر کو شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس لئے میں نے شکار کے نزدیک بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ شکار سے معقول فاصلے پر صرف ایک درخت تھا اور جیسے ہی ہمارے ساتھ آنے والے اشخاص مچان بنانے کے لئے درخت پر چڑھے نیچے وادی میں سے شیرنی نے دہاڑنا شروع کیا۔ جلدی جلدی دو شاخوں کے درمیان رسے لپیٹے گئے۔ جس دوران میں درخت پر چڑھ کر مچان پر بیٹھنے جا رہا تھا ایبٹسن اپنی رائفل کے ساتھ نہایت چوکس طریقے پر کھڑے رہے لیکن بیٹھتے وقت مجھے معلوم ہوا کہ عجلت میں تیار کیا ہوا مچان کسی مصرف کا نہیں تھا۔ نتیجے میں اگلے چودھا گھنٹے میری پوری زندگی میں نہ صرف انتہائی تکلیف دہ بلکہ بے حد خطرناک مچان پر بیٹھ کر گزرے۔ یہ درخت پہاڑ کے باہر نکلا تھا اور سو گز گہرے کھڈ کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ میرے درخت پر چڑھنے کے دوران شیرنی کئی مرتبہ دہاڑی اور اس کے بعد لانبے وقفے سے شام کو کافی دیر تک دہاڑتی رہی۔ آخری مرتبہ اس کے بولنے کی آواز پہاڑ کے سرے پر آدھ میل دور سے سنائی دی۔ اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ وہ شیرنی اپنے شکار کے آس پاس کسی جگہ لیٹی تھی اور اس نے آدمیوں کو درخت پر چڑھتے بھی دیکھ لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ پچھلے تلخ تجربہ کی بنا پر اسے سکون میں خلل ڈالنے پر سخت اعتراض تھا۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئی کیونکہ دوسرے دن صبح ایبٹسن کے آنے تک تمام رات نہ تو مجھے کوئی چیز دکھائی دی اور نہ کوئی آواز سنائی دی۔

گدھوں کو شکار دکھائی دینے کے امکانات کم تھے اس لئے کہ وہ کافی گہرے کھڈ کے اندر تھا اور اوپر کافی گھنے درخت تھے۔ بیل چونکہ کافی بڑا تھا اس لئے شیرنی کئی مرتبہ اس کا گوشت کھا کر پیٹ بھر سکتی تھی چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ شیرنی کی گھات میں بجائے اس مقام پر بیٹھنے کے اس وقت کا انتظار کریں گے جب کھانے کے بعد وزن کم ہونے پر شیرنی اس کو اٹھا کر کسی اور آرام دہ اور مناسب جگہ پر منتقل نہ کر دے جہاں اس پر گولی چلانے کا بہتر موقع مل سکے۔ لیکن اس معاملے میں ہماری دل شکنی ہوئی کیونکہ وہ شیرنی دوبارہ اس جگہ واپس ہی نہیں آئی۔

دو رات بعد جو بیل ہم نے اپنے سیم گاؤں والے کیمپ کے پیچھے باندھا تھا مارا گیا اور میری ذرا سی کوتاہی کی وجہ سے شیر کو ہلاک کرنے کا ایک نادر موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

جو شخص اس بیل کے ہلاک ہونے کی اطلاع لے کر آیا تھا اس نے بتایا کہ جس رسے سے بیل کو باندھا گیا تھا وہ توڑ دیا گیا تھا اور بیل گھسیٹ کر اسی کھڈ کے اوپری حصے پر لے جایا گیا تھا جہاں نچلے حصے پر پہلے باندھا گیا تھا۔ یہ وہی کھڈ تھا جہاں میں نے اور میکڈونیلڈ نے گزشتہ اپریل ایک شیرنی کا پیچھا کیا تھا اور چونکہ اس مرتبہ شیرنی اپنے شکار کو کھڈ کے اوپر کی طرف لے گئی تھی اس لئے اپنی حماقت سے میں اسی نتیجے پر پہنچا کہ شاید دوبارہ اس شکار کو بھی وہیں لے جایا گیا ہو گا۔

صبح کا ناشتہ ختم کر کے میں اور ایبٹسن شام کے وقت شیرنی کی گھات میں بیٹھنے کے امکانات کا جائزہ لینے روانہ ہوئے۔



جس کھڈ میں بیل کو ہلاک کیا گیا تھا اس کی چوڑائی پچاس گز تھی اور پہاڑ کے دامن میں کافی گہرائی تک چلا گیا تھا۔ دو سو گز تک تو کھڈ سیدھا تھا۔ اس کے بعد نیچے جا کر بائیں طرف گھوم گیا تھا۔ اس موڑ سے تھوڑا آگے چل کر اس کے بائیں طرف گھنی جھاڑیوں کا ٹکڑا تھا اور ان کے پیچھے پہاڑی سلسلے پر سو گز تک موٹی گھاس تھی۔ کھڈ کے اندر اور جھاڑیوں کے درمیان پانی کا ایک چھوٹا کنڈ تھا۔ حالانکہ گزشتہ اپریل کئی مرتبہ میرا اس طرف سے گزر ہوا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ شیرنی کے آرام کرنے کے لئے چھوٹے درخت بھی مناسب جگہ ہو سکتے تھے اور جو احتیاط اس موڑ سے گزرتے وقت مجھے کرنی چاہئے تھی اس کو قطعی نظر انداز کر گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیرنی جو پانی پی رہی تھی اس نے ہمیں پہلے دیکھ لیا۔ اس کے بھاگنے کا صرف ایک محفوظ راستہ ہو سکتا تھا اور وہی اس نے اختیار کیا یعنی پہاڑ پر سیدھا چڑھ کر پہاڑ کے اوپر سال کے جنگل کے آگے نکل جائے۔

سیدھی اونچائی کا پہاڑ ہونے کی وجہ سے اس پر چڑھنا دشوار تھا اس لئے ہم کھڈ کے اوپری حصے پر اس مقام تک چلتے رہے جہاں سانبھروں کے چلنے سے بنی ہوئی پگڈنڈی اس کو کاٹتی تھی اس کے بعد اس پگڈنڈی پر چل کر پہاڑ کے اوپری حصے پر پہنچے۔ شیرنی اس وقت ایک سہ گوشہ جنگل کے اندر تھی جس کے ایک طرف پہاڑی سلسلہ تھا۔ دوسری طرف لڈھیا اور تیسری طرف پہاڑ کا اتنا خطرناک سیدھا ڈھال تھا کہ کوئی جانور اس پر چل نہیں سکتا تھا۔ اس جگہ کا رقبہ زیادہ بڑا نہیں تھا اور متعدد ہرن جو اس نواح میں چر رہے تھے وقفے وقفے سے شیرنی کی نقل و حرکت کی خبر دیتے رہے لیکن بدقسمتی سے آگے چل کر موسم برسات کے تیز بہاؤ والے پانی کی وجہ سے پہاڑ کا یہ حصہ اتنا کٹا پھٹا تھا کہ شیرنی سے ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا۔

ابھی تک ہمیں بیل دکھائی نہیں دیا تھا چنانچہ سانبھروں والی پگڈنڈی پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چل کر ہم دوبارہ کھڈ میں داخل ہوئے اور بیل کو نو عمر پودوں کے اندر چھپا یا ہوا پایا۔ ان نو عمر پودوں کا قطر چھ انچ سے ایک فٹ تک تھا اور اس قابل نہیں تھے کہ مچان کا وزن سہار سکیں اس لئے ہمیں یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ اگر موٹے لوہے کی سلاخ دستیاب ہو سکتی تو یہ ممکن تھا کہ چٹان کی کسی پرت کے اندر ڈال کر اس کو اٹھا لیتے اور شیرنی کی گھات میں بیٹھنے کے لئے استعمال کرتے لیکن آدم خور شیر کے لئے یہ طریقہ استعمال کرنا مناسب نہیں تھا۔

صورت حال یہ تھی کہ ہم شیرنی پر گولی چلانے کا موقع ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک ترکیب یہ سمجھ میں آئی کہ شکار کے نزدیک گھاس کے اندر چھپ کر بیٹھا جائے اس امید پر کہ شاید دن ڈھلنے سے پہلے شیرنی اپنے شکار پر واپس آئے اور اس کی نظر ہم پر پڑنے سے پہلے ہم اس کو دیکھ لیں۔ لیکن اس لائحہ عمل میں دو قباحتیں تھیں:

(الف) اگر ہم گولی نہ چلا سکے اور شیرنی نے ہم کو اپنے شکار کے نزدیک دیکھ لیا تو کہیں پچھلی دو مرتبہ کی طرح ہمیشہ کے لئے اس کے نزدیک آنا ترک نہ کر دے۔

(ب) اس مردہ بیل اور ہمارے کیمپ کے درمیان جھاڑیوں کے گھنے جنگل تھے اور اگر ہم اندھیرے میں اس کے اندر سے گزر کر چلے تو شیرنی کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ اس لئے با دل نخواستہ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس رات بیل کو شیرنی کے لئے چھوڑ دیا جائے اور صبح ہونے پر بہتر حالات کی توقع رکھیں۔

اگلے دن صبح اسی جگہ واپس آنے پر معلوم ہوا کہ رات کو کسی وقت شیرنی بیل کو اٹھا کر لے گئی تھی۔ تین سو گز تک وہ کھڈ کی سطح پر چلتی رہی اور باوجود اس کے کہ وہ ایک چٹان سے دوسری چٹان پر پھلانگتی رہی لیکن فرش پر کوئی نشان بیل کو کھینچنے کے دکھائی نہیں دیئے۔ جس مقام سے شیرنی نے بیل کو



اٹھایا تھا اس سے تین سو گز دور۔ اس جگہ ہم سے غلطی ہوئی کیونکہ گیلی زمین کے ایک ٹکڑے پر حالانکہ متعدد نقش پا موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس وقت کے نہیں تھے جب شیرنی بیل کو اٹھا کر لے جا رہی تھی۔ بالآخر کئی چکر کاٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ کھڈ سے باہر نکل کر وہ پہاڑ کے اوپر بائیں طرف چلی گئی تھی۔

جس پہاڑ پر شیرنی اپنا شکار لے گئی تھی اس پر لاتعداد فرن ( Fern ) اور گولڈن روڈ ( Golden Rod ) کے درخت تھے۔ ان کے درمیان سے گزرنا مشکل نہیں تھا لیکن چلنا دشوار تھا کیونکہ سیدھی چڑھائی والا پہاڑ تھا اور بعض مقامات پر پورا طواف لگانا اور کھوج ملنے کی صورت میں اور آگے چلنا پڑتا تھا۔ ایک ہزار فٹ کی انتہائی دشوار گزار چڑھائی چڑھنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سطح مرتفع پر پہنچے جس کے بائیں طرف ایک میل لمبی ڈھلواں چٹان تھی۔ سطح مرتفع کی ایک جانب نزدیک تر زمین کٹی پھٹی تھی اور گہری دراڑوں کے اندر دو سے چھ فٹ اونچے سال کے درخت اگ آئے تھے۔ شیرنی اپنے شکار کو ان کے اندر لے گئی تھی اور جب تک ہم اس کے بالکل نزدیک نہیں پہنچ گئے مردہ بیل قطعی دکھائی نہیں دیا۔

جیسے ہی ہم یہ دیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے کہ اس کا کتنا حصہ باقی رہ گیا تھا ہمارے داہنی طرف غرانے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے فوراً رائفلیں تان لیں اور ایک یا دو منٹ انتظار کیا۔ پھر اسی جگہ حرکت دکھائی دی چنانچہ سال کے پودوں کے درمیان راستہ بناتے ہم دس گز چل کر ایک چھوٹے کھلے ٹکڑے پر پہنچے جہاں شیرنی نے گھاس کے اوپر اپنے آرام کرنے کے لئے جگہ بنائی تھی۔ گھاس کے دوسری طرف پہاڑ بیس گز اوپر اٹھ کر ایک اور سطح مرتفع سے جا ملا تھا اور اسی جگہ سے ہمیں غرانے کی آواز سنائی دی تھی۔ اب ہم نے یہ بیس گز والی چڑھائی چڑھنی شروع کی اور اتنا آہستہ کہ ہمیں خود بھی اپنے چلنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی آہٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی اور جیسے ہی ہم ہموار سطح پر پہنچے جس کی لانبائی چوڑائی پچاس گز سے زیادہ نہیں تھی اس کے آخری سرے سے شیرنی زقند بھر کر کھڈ میں چلی گئی اور اس کے اچانک پہنچنے سے کھڈ کے اندر موجود چند تیتر اور ایک کاکڑ چیخ اٹھے۔ اب اس کا پیچھا کرنا بیکار تھا' چنانچہ ہم دوبارہ مردہ بیل کے نزدیک آئے شیرنی ایک مرتبہ اور پیٹ بھر کر گوشت کھا سکتی تھی۔ ہم نے شیرنی کی گھات میں بیٹھنے کے لئے دو درخت پسند کئے اور کیمپ واپس آ گئے۔

دوپہر کا کھانا جلدی ختم کر کے ہم واپس لوٹے اور مردہ بیل کے نزدیک جو دو درخت ہم نے مچان کے طور پر استعمال کرنے کے لئے چھانٹے تھے ان پر رائفلوں کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے مشکل سے چڑھ پائے۔ پانچ گھنٹے گزر گئے۔ نہ تو کوئی آواز سنائی دی اور نہ کوئی حرکت دیکھنے میں آئی۔ سورج غروب ہونے کے بعد ہم درختوں سے نیچے اترے اور ناہموار ٹوٹی پھوٹی زمین پر بمشکل توازن قائم رکھتے ہوئے جب کھڈ تک پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا ہم دونوں کو ایک بے چینی کا سا احساس تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے لیکن ایک دوسرے سے مل کر چلتے ہوئے نو بجے رات ہم بخیریت کیمپ پہنچ گئے۔

ایبٹسن اور ان کی بیگم جتنے دن میرے ساتھ قیام کر سکتے تھے رکے اور دوسرے دن علی الصباح سیم گاؤں سے بارہ دن کے پیدل سفر پر ایبسکوٹ جانے کے لئے روانہ ہو گئے جہاں کسی معینہ وقت پر ان کو کسی میٹنگ میں شامل ہونا تھا۔ روانگی کے وقت ایبٹسن نے مجھ سے اقرار لیا کہ نہ تو میں کسی شکار کے نزدیک شیر کی گھات میں تنہا بیٹھوں گا اور نہ اپنی جان کو بلا وجہ خطرے میں ڈالنے کے لئے سیم گاؤں میں ایک یا دو دن سے زیادہ قیام کروں گا۔

ایبٹسن اور ان کے ہمراہ پچاس آدمیوں کے جانے کے بعد ہمارا کیمپ



جس کے چاروں طرف جھاڑیوں کی باڑھ لگائی گئی تھی اب ویران ہو گیا تھا اور صرف میں اور میرے دو ملازمین باقی رہ گئے تھے۔ میرے قلی کھیا کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چنانچہ تمام دن میں نے اور جتنے آدمی اکٹھا کر سکا سب نے مل کر سوکھی لکڑیاں اکھٹی کرنے میں گزارا تاکہ تمام رات آگ جلائی جا سکے۔ سوکھی لکڑیاں وافر تعداد میں مہیا تھیں۔ آگ سے شیرنی تو خائف نہیں ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ جلتی ہوئی آگ کے دائرے کے اندر یا باہر چھپ کر بیٹھنے یا چلنے کی کوشش کرتی تو میری اور میرے ساتھیوں کی نظر اس پر پڑ سکتی تھی۔ بہرحال دوسروں کے روبرو یہی عذر پیش کرنا کافی تھا کہ رات کو کافی سردی ہونے کی وجہ سے آگ جلانی ضروری تھی۔

دن ڈھلے میرے ملازمین صحیح سلامت کیمپ واپس آ گئے تو میں رائفل لے کر لڈھیا روانہ ہوا تاکہ یہ معلوم کر سکوں کہ شیرنی نے دریا عبور کیا تھا یا نہیں۔ پنجوں کے نشانات تو مٹی میں کافی دکھائی دیئے لیکن ان میں سے تازہ کوئی نہیں تھا۔ اطمینان کرنے کے بعد کہ شیرنی ابھی تک دریا کے ہمارے جانب ہی تھی جھٹ پٹے کے وقت کیمپ واپس آ گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب تاریکی چھا گئی تو ایک کاکڑ نے ہمارے خیمے کے نزدیک بھونکنا شروع کیا اور آدھ گھنٹے تک مستقل بھونکتا رہا۔

چارے کے طور پر بیلوں کے باندھنے کے ذمہ دار پہلے تو ایبٹسن کے ملازمین تھے اب یہ کام میرے ملازمین نے اپنے ذمے لے لیا تھا چنانچہ دوسرے دن صبح جب وہ بیل باندھنے جا رہے تھے تو میں ان کے ہمراہ گیا۔ کئی میل چلنے کے باوجود شیرنی کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر بنسی لے کر میں دریا کے سنگم پر چلا گیا اور ساری زندگی میں میں نے اس دن سے بہتر مچھلی کا شکار نہیں کھیلا۔ سنگم پر بے شمار بڑی مچھلیاں تھیں حالانکہ میرے پاس ہلکی گھرّی تھی جو بار بار خراب ہو جاتی تھی پھر بھی میں نے اتنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مہاشیر پکڑے کہ پورے کیمپ نے پیٹ بھر کر کھائے۔

گزشتہ شام کی طرح میں نے پھر لدھیا کو اس نیت سے عبور کیا کہ دریا کے داہنے کنارے ایک ایسی چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھوں جس کے سامنے کھلا میدان ہو تاکہ شیرنی کو دریا عبور کرتے دیکھ سکوں۔ دریا عبور کرتے وقت پانی کے شور سے باہر نکلنے کے بعد مجھے پہاڑ پر اپنے بائیں جانب ایک سانبھر اور ایک بندر کے بولنے کی آواز سنائی دی اور جونہی میں چٹان کے نزدیک پہنچا شیرنی کے پنجوں کے تازہ نشانات دکھائی دیئے۔ انہی نشانات کے سہارے واپس لوٹنے سے معلوم ہوا کہ جن پتھروں پر پیر رکھ کر شیرنی نے دریا پار کیا تھا وہ ابھی تک گیلے تھے۔ کیمپ میں مچھلی پکڑنے والی ڈوری سکھانے اور ایک پیالی چائے پینے میں چند منٹ کی تاخیر ہونے کی وجہ سے ایک شخص اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اس علاقے کے ہزاروں باشندے ہفتوں ذہنی کوفت میں مبتلا رہے اور جہاں تک میرا تعلق تھا میرے دل و دماغ پر جو تناؤ رہا اور تھکاوٹ محسوس ہوئی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ باوجود اس کے کہ میں سیم گاؤں میں تین دن اور رہا مگر شیرنی پر گولی چلانے کا موقع نہ مل سکا۔

سات تاریخ کی صبح جب ہم بیس میل پیدل چل کر ٹنک پور روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھے قرب و جوار کے دیہات کے باشندوں کا ایک ہجوم میرے پاس آیا اور مجھ سے درخواست کی کہ ان کو اس ظالم شیرنی کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہ جاؤں۔ بہرحال اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے مفاد میں جو مشورہ دے سکتا تھا دیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکا واپس آؤں گا۔ ایک مہینے کی غیر حاضری کے بعد نو نومبر کو بذریعہ ٹرین نینی تال پہنچا۔



☆ ☆

سیم گاؤں سے میں سات نومبر کو روانہ ہوا تھا۔ بارہ تاریخ کو شیرنی نے ایک شخص ٹھاک میں ہلاک کر دیا۔ یہ اطلاع مجھے ضلعی افسر محکمہ جنگلات ہلدوانی کی جانب سے موصول ہوئی جب ہم دامن کوہ میں واقع اپنے موسم سرما والے گھر میں منتقل ہو چکے تھے۔ انتہائی تکلیف دہ پیدل سفر طے کر کے چوبیس تاریخ کو طلوع آفتاب کے وقت میں چوکا پہنچا۔

میرا ارادہ تھا کہ چوکا میں صبح کا ناشتہ کر کے ٹھاک کو اپنے قیام کا مرکز بنانے روانہ ہو جاؤں گا لیکن ٹھاک کا مکھیا مجھے چوکا میں ملا اور اس نے بتایا کہ بارہ تاریخ کو ایک شخص کے مارے جانے کے بعد ٹھاک کی پوری آبادی جس میں بوڑھے، بچے، جوان، مرد اور عورتیں سب ہی شامل ہیں ٹھاک سے جا چکے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ شاید آپ اپنی جان کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو سکیں لیکن آپ کو ہمراہ لے جانے والے ملازمین کو محفوظ رکھنا مشکل ہو گا۔ یہ رائے معقول تھی اور جس دوران میں اپنے ملازمین کے پہنچنے کا منتظر تھا مکھیا نے چوکا میں میرے کیمپ لگانے کی جگہ تلاش کرنے میں مدد کی جہاں میرے آدمی کافی حد تک محفوظ رہ سکتے تھے اور وہ ایسا مقام تھا جہاں جنگل کاٹنے والے ہزاروں اشخاص، جو عنقریب چوکا پہنچنے والے تھے، ہمارے کیمپ کے تخلیے میں مخل نہیں ہو سکتے تھے۔

ضلعی افسر محکمہ جنگلات کا تار اس شخص کے ہلاک ہونے کے بارے میں موصول ہونے کے بعد میں نے بذریعہ تار تحصیل دار ٹنک پور کو اطلاع دی کہ میرے لئے تین جوان بھینسے چوکا روانہ کر دیئے جائیں جس کے نتیجے میں فوراً عمل کرتے ہوئے تینوں بھینسے ایک دن پہلے شام تک چوکا پہنچ چکے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صبح کا ناشتہ ختم کرنے کے بعد ان میں سے ایک بھینسا ساتھ لے کر ٹھاک روانہ ہوا تاکہ اس مقام پر اس کو باندھا جائے جہاں بارہ تاریخ کو شیر نے ایک شخص ہلاک کیا تھا۔ جغرافیائی تفصیلات مکھیا نے مجھے خود فراہم کر دی تھیں کیونکہ وہ خود بھی شیرنی کے حملے سے بال بال بچ گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ مکھیا مع اپنی نواسی کے جس کی عمر دس سال تھی اپنے گھر سے ساٹھ گز دور ایک کھیت سے ادرک اکھاڑنے گیا تھا۔ اس کھیت کا رقبہ آدھے ایکڑ کے برابر تھا اور اس کے تین جانب گھنا جنگل تھا۔ کافی ڈھال ہونے کی وجہ سے کھیت مکھیا کے گھر سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ جب ان دونوں کو کھیت میں کام کرتے کافی دیر ہوگئی تو مکھیا کی بیوی نے جو گھر کے احاطے میں چاول پھٹک رہی تھی نہایت مشتعل انداز میں اپنے خاوند سے چلا کر کہا کہ کیا تم بہرے ہو کہ بالکل اپنے اوپر پہاڑ پر چکور، تیتر اور متعدد پرندوں کی چیخ پکار نہیں سن سکتے۔ خوش قسمتی سے مکھیا کا ردعمل فوری ہوا اور دونوں بھاگتے ہوئے گھر پہنچ گئے۔ درمیانی وقفے میں اس عورت کو لال رنگ کا ایک جانور جھاڑی میں چھپا صاف دکھائی دیا جو اسی کھیت کے ایک سرے پر تھا۔ آدھ گھنٹے کے بعد شیرنی نے ایک شخص کو، جو تین سو گز دور کھیت میں ایک درخت کی جھکی ہوئی شاخوں کو تراش رہا تھا، ہلاک کر دیا۔

مکھیا کے یہ تفصیل بتانے کے بعد مجھے وہ درخت تلاش کرنے میں کوئی دقّت پیش نہیں آئی۔ یہ ایک چھوٹا خم دار درخت تھا جو تین فٹ اونچے بند سے باہر کی طرف نکلا تھا اور دو سیڑھی نما کھیتوں کے درمیان تھا اور ہر سال اس کی شاخیں کاٹی جاتی تھیں جو مویشیوں کے لئے بطور چارا استعمال کی جاتی تھیں۔ جو شخص ہلاک ہوا تھا وہ درخت کے تنے پر چڑھا اپنے ایک ہاتھ سے توازن قائم رکھنے کے لئے شاخ پکڑے تھا اور دوسرے ہاتھ سے شاخیں کاٹ رہا تھا۔ اسی اثنا میں پیچھے سے شیرنی آئی اور آدمی کو جھٹکا دے کر نیچے گرایا



اور ہلاک کرنے کے بعد اس کے جسم کو اٹھا کر کھیت سے ملحق گھنی جھاڑیوں میں لے گئی۔

گورکھوں کے اقتدار میں آنے سے پہلے ٹھاک کا گاؤں جس میں نزدیک کے دو اور گاؤں شامل تھے، چاند راجاؤں نے پونا گیری مندر کی خدمات کے صلے میں ان کے باپ دادا کو عطا کیا تھا۔ چاند راجاؤں کے اس وعدے کا کہ ان کی عطا کی ہوئی زمینوں پر کوئی لگان نہیں لیا جائے گا انگریز حکمرانوں نے بھی سو سال تک احترام کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس گاؤں کی چند پھونس کی جھونپڑیوں نے اب پختہ مکانات اور سلیٹی رنگ کی چھتوں کے ساتھ ایک خوشحال قصبے کی شکل اختیار کر لی تھی اور نہ صرف یہ کہ زمین بے حد زرخیز تھی بلکہ منادر بھی بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ تھے۔

کماؤں کے اور دیہاتوں کی طرح ٹھاک نے بھی سو سال کے دوران بے شمار نشیب و فراز دیکھے تھے لیکن ایسی تباہی پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ اس سے قبل جتنی مرتبہ بھی ٹھاک آیا تھا خوب چہل پہل رہتی تھی۔ تجارت کا مرکز بھی تھا مگر اس مرتبہ دوپہر کے وقت جب میں جوان بھینسے کو لے کر ٹھاک سے گزر رہا تھا تو ہو کا عالم تھا۔ سو افراد سے زیادہ کی بستی میں سے ہر فرد اپنا اپنا مال و متاع لے کر فرار ہو چکا تھا۔ باقی صرف ایک بلی رہ گئی تھی جو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ لوگ اتنی عجلت میں بھاگے کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی بند نہ کر پائے۔ مکانات کے سامنے مٹی پر مجھے شیرنی کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے۔ خطرناک صورت حال یہ تھی کہ جس راستے پر میں چل رہا تھا وہ گاؤں کے گرد تھا اور احتمال یہ تھا کہ دروازے کھلے ہونے کی وجہ سے کہیں شیرنی کسی مکان کے اندر چھپی نہ بیٹھی ہو۔

گاؤں سے تیس گز اوپر پہاڑ پر مویشیوں کو دھوپ اور بارش سے بچانے کے لئے متعدد چھپر ڈالے ہوئے تھے۔ غیر معمولی طور پر ان کے اندر مجھے بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شمار چکور، تیتر، جنگلی مرغیاں اور ہدہد دکھائی دیئے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے اور جس بھروسے کے ساتھ ان پرندوں نے مجھے اپنے درمیان سے گزرنے دیا اس کی وجہ ٹھاک کے باشندوں کا مذہبی عقیدہ تھا جو کسی کی جان لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

مویشیوں کے چھپروں سے اوپر سیڑھی نما کھیتوں سے گاؤں کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا اور مکھیا کی بیان کردہ تفصیل سے مجھے اس درخت کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی جہاں شیرنی نے آخری شخص کو ہلاک کیا تھا۔ درخت کے نیچے کچی مٹی پر خشک خون کے لوتھڑے اور شیرنی سے کشمکش کے نشانات نمایاں تھے۔ یہاں سے شیرنی اپنے شکار کو اٹھا کر ایک کھیت اور ایک بہت گھنی جھاڑی سے گزر کر آگے گھنی جھاڑیوں میں لے گئی تھی۔ پیروں کے نشانات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ گاؤں سے لے کر جائے حادثہ تک اور واپس گاؤں تک پورا گاؤں دیکھنے گیا تھا لیکن درخت سے جھاڑی تک جہاں وہ اپنے شکار کو لے کر گئی تھی صرف شیرنی کے پنجوں کے نشانات تھے۔ گاؤں والوں نے بظاہر کوئی کوشش شیرنی کا تعاقب کرنے یا مرحوم کے جسم کو برآمد کرنے کی نہیں کی تھی۔

درخت کے نیچے کھود کر جڑ نکالی اور اس میں رسی گزار کر بھینسے کو باندھا اور اپنے ساتھ لایا ہوا کافی چارا اس کے سامنے ڈال دیا۔

گاؤں جو کہ پہاڑی سلسلے کے شمال میں واقع تھا اس پر سورج کے ڈھلنے کے ساتھ سایہ پڑنا شروع ہو گیا تھا اور چونکہ میرا سورج غروب ہونے سے پہلے کیمپ پہنچنا لازمی تھا اس لئے جلد از جلد واپسی ضروری تھی۔ مکانوں کے کھلے دروازوں سے لاحق خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے مکانات سے نیچے گزرنے والی پگڈنڈی اختیار کی۔

گاؤں کی حدود کے باہر یہ پگڈنڈی ایک بہت بڑے آم کے درخت کے



نیچے سے گزرتی تھی جس کے تنے کے نزدیک ایک قدرتی آبشار تھا جو ایک وسیع چٹان کے درمیان راستہ بنا کر معمار کے کونڈے کی شکل کی ایک چٹان پر گرتا تھا اور گرد و نواح کی زمین کو ملائم اور دلدلی بنا دیا تھا۔ اوپر جاتے وقت اسی چشمے پر میں نے اپنی پیاس بجھائی تھی اور اپنے پیروں کے نشانات زمین پر چھوڑ گیا تھا۔ اب دوبارہ اسی جگہ واپس آنے پر میں نے دیکھا کہ میرے پیروں کے نشانات کے بالکل اوپر شیرنی کے پنجوں کے نشانات موجود تھے۔ پیاس بجھانے کے بعد شیرنی اس پگڈنڈی پر چلنے کے بجائے سیدھی اور مشکل چڑھائی چڑھ کر بند کے اوپر گئی تھی اور مختلف اقسام کی جھاڑیوں سے گزر کر شاید خالی مکانات میں سے کسی ایک میں چھپ کر مجھے بھینسا باندھتے وقت دیکھ رہی ہوگی اور اس کو یقین ہو گا کہ جس راستے سے میں گیا تھا اسی پر واپس آؤں گا۔ خوش قسمتی سے مجھے اس خطرے کا احساس ہو گیا تھا کہ خالی مکانات کے نزدیک سے گزرنا خطرناک تھا اسی لئے میں نے لانبا راستہ اختیار کیا تھا۔

چوکا سے آتے وقت میں نے اچانک حملے سے نپٹنے کی تدابیر سوچ لی تھیں اور میرا ایسا کرنا بہت صحیح تھا کیونکہ اب میں نے دیکھا کہ شیرنی نے کیمپ سے میرا تعاقب کرنا شروع کیا تھا اور دوسرے دن صبح جب میں ٹھاک واپس گیا تو میں نے دیکھا کہ جہاں سے میں نے مکانات کے پیچھے والی پگڈنڈی پر چلنا شروع کیا تھا چوکا کی کاشت شدہ زمین تک شیرنی مسلسل میرا تعاقب کرتی رہی تھی۔

روشنی کا انتظام جو میں ساتھ لے کر آیا تھا وہ مطالعہ کے لئے ناکافی تھا چنانچہ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر میرا آگ کے نزدیک بیٹھنا اتنا ہی خوشگوار تھا جتنا احساس تحفظ۔ آرام سے بیٹھ کر میں نے تمام حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل سوچا جس سے شیرنی کو جھانسا دینے میں کامیاب ہو سکوں۔

بائیس تاریخ کو گھر سے روانگی کے وقت میں نے وعدہ کیا تھا کہ دس دن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں واپس لوٹ آؤں گا اور آدم خور شیروں کے ہلاک کرنے کی یہ میری آخری مہم ہوگی۔ برسوں کی ذہنی اور جسمانی تکان' خطرات سے متواتر دوچار ہونے اور اتنے لانبے عرصے کے لئے گھر سے علیحدہ رہنے کی وجہ سے' خاص طور پر چوگڑھ کی شیرنی اور ردھ پریاگ کے چیتے کے ہلاک کرنے کے سلسلے میں' میری صحت اور میری بہنوں کے دماغ پر مسلسل ذہنی کھنچاؤ کا بہت برا اثر پڑ چکا تھا۔ میں نے طے کیا کہ اگر تیس نومبر تک شیرنی کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر کسی اور شکاری کو اس کام کی تکمیل کے لئے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرنی پڑیں گی۔

یہ چوبیس کی شب تھی اور ابھی پورے چھ دن باقی تھے۔ اسی شام شیرنی کے رویئے سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایک اور آدمی کو ہلاک کرنے کی فکر میں تھی اس لئے جو وقت میرے پاس تھا اس میں مڈبھیڑ ہونے کے امکانات قوی تھے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے مختلف تدابیر اختیار کی جا سکتی تھیں۔ پہاڑوں پر سب سے کامیاب طریقہ شیر کو ہلاک کرنے کا اس کے مارے ہوئے شکار کے نزدیک کسی درخت پر بیٹھنے کا ہوتا ہے اور اگر اس رات شیر ٹھاک میں باندھے ہوئے بھینسے کو ہلاک نہیں کرے گا تو میں اس سے اگلی رات اور ہر روز بقیہ دو بھینسوں کو اپنی پسند کردہ جگہوں پر باندھوں گا تاکہ کسی آدمی کو ہلاک نہ کر سکنے کی صورت میں مجبوراً بھینسوں کی طرف رجوع کرے جیسے گزشتہ اپریل میں' جب ایبٹسن سیم میں خیمہ زن تھے' ہوا تھا۔ سونے سے پہلے میں نے موٹی لکڑیاں جلائیں جو پوری رات دہکتی رہیں اس کے بعد سونے کے لئے خیمے کے اندر چلا گیا۔ سوتے وقت خیمے کے پیچھے گھنی جھاڑیوں میں ایک کاکڑ کے بھونکنے کی آواز سنائی دی جس کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

صبح جس وقت میرا ناشتہ تیار کیا جا رہا تھا میں رائفل اٹھا کر دریا کے بائیں



کنارے چوکا اور سیم کے درمیانی حصے میں ریت پر شیرنی کے پنجوں کے نشانات کا کھوج لگانے چلا گیا۔ یہ پگڈنڈی کاشت شدہ کھیتوں سے علیحدہ ہونے کے بعد گھنی جھاڑیوں کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ اسی مقام پر مجھے ایک بڑے نر تیندوے کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے غالباً یہ وہی جانور تھا جس کی وجہ سے گزشتہ رات کاکڑ خائف ہو گیا تھا۔ لدھیا کے درمیان سے ایک نر شیر نے بھی ادھر سے ادھر متعدد چکر لگائے تھے اور آدم خور شیرنی بھی صرف ایک مرتبہ سیم کی طرف سے آئی تھی۔ میرے اس جگہ پہنچنے سے تھوڑی دیر قبل ایک ریچھ بھی ادھر سے گزرا تھا۔ کیمپ واپس آنے پر ٹھیکے دار نے بتایا کہ مزدوروں کو کام تقسیم کرنے کے دوران ریچھ نے نہایت خطرناک رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں خوف کی وجہ سے مزدوروں نے اس علاقے میں کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ٹھیکے دار کے اندازے کے مطابق مزدوروں کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی اور وہ سب درخت کاٹنے' لکڑی چیرنے اور اٹھا کر نئی تعمیر شدہ سڑک تک ٹرکوں میں لادنے کے لئے کمایا چک' اور چوکا میں جمع تھے۔ اپنی ہمت قائم رکھنے کے لئے ہر وقت چیختے چلاتے رہتے تھے تاکہ آدم خور ان کے نزدیک نہ آئے۔ کلہاڑیاں چلانے' پہاڑ کے ڈھلوان پر بڑے بڑے درخت لڑھکانے' چٹانوں کو توڑنے' ہتھوڑوں کے مارنے اور ہزاروں اشخاص کے بیک وقت شور مچانے کی آواز جو پہاڑوں میں ٹکرا کر گونجتی تھی اس کا اندازہ خود لگایا جا سکتا تھا الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ مزدوروں کے کیمپ میں خوف و ہراس کی وجہ سے اکثر بلاوجہ شور مچنا قدرتی بات تھی۔ چنانچہ چند دن تک شیر کے حملہ آور ہونے یا انسانوں کے ہلاک کئے جانے کی خبروں کی تصدیق کرنے کی غرض سے مجھے نہ صرف قیمتی وقت ضائع کرنا پڑا بلکہ دور دراز مقامات تک چلنا پڑا۔ شیرنی کی نقل و حرکت صرف لدھیا تک محدود نہیں تھی بلکہ کالا ڈھنگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے سارد ا دریا اور اس کے کنارے پچاس میل تک پھیلی تھی اور وہاں بھی دس ہزار کے قریب مزدور کام کر رہے تھے۔

یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی تھی کہ ایک جانور مزدوروں کی اتنی بڑی جماعت اور ان کے علاوہ قرب و جوار کے دیہاتوں کے باشندوں اور سیکڑوں ان اشخاص کو جو اس وادی میں مزدوروں کے لئے اشیائے خوردنی اور سنگترے (جو بارہ آنے کے سو ملتے تھے) اخروٹ اور مرچیں وغیرہ ٹنک پور لاتے تھے اس درجہ خوفزدہ کر دے کہ جس کی صرف ایک مثال اور تھی اور وہ ساوو (Tsavo) افریقہ کی تھی جہاں ببر شیر کے ایک جوڑے نے یوگنڈا میں ریلوے لائن بچھانے کا کام کافی عرصے کے لئے روک دیا تھا۔

اب اصل موضوع پر واپس لوٹتے ہیں۔ پچیس تاریخ کی صبح ناشتہ ختم کرنے کے بعد میں دوسرا بھینسا لے کر ٹھاک کی طرف روانہ ہوا۔ جس پگڈنڈی پر میں چل رہا تھا وہ کاشت شدہ زمین سے ہٹ کر آدھ میل پہاڑ کے گرد گھوم کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایک حصہ تو پہاڑ کی سطح سے گزرتا ٹھاک کی طرف چلا جاتا تھا اور دوسرا پہاڑ کے دامن میں آدھ میل اور آگے جا کر آڑا ترچھا گھومتا کمایا چک سے کوٹ کنڈری چلا جاتا تھا۔

اس دوراہے پر مجھے شیرنی کے پنجوں کے نقش دکھائی دیئے جن کا کھوج لگاتا میں ٹھاک تک واپس آیا۔ گزشتہ شام شیرنی کا بھینسے کو ہلاک نہ کرنا اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ میرا تعاقب کرتی پہاڑ سے نیچے اتری تھی۔ ایسا ہونا دل شکنی کا باعث تو ضرور تھا لیکن غیر معمولی نہیں تھا اس لئے کہ شیر اکثر چارے کے طور پر بندھے جانوروں کے نزدیک سے کئی دن بغیر ان کو نقصان پہنچائے گزرتے رہتے ہیں اور ہلاک صرف اس وقت کرتے ہیں جب ان کو بھوک محسوس ہوتی ہے۔

دوسرے بھینسے کو آم کے درخت کے نیچے چھوڑ کر جہاں کافی ہری



گھاس تھی مکانات کا چکر لگاتا ہوا پہلے بھینسے کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ شکم سیر ہو کر آرام سے سو رہا تھا لیکن اس پر رات کی جگائی کے آثار نمایاں تھے۔ پنجوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ شیرنی گاؤں کی طرف سے آئی تھی اور بھینسے کے چند فٹ دور سے واپس اسی طرف چلی گئی جدھر سے آئی تھی۔ چنانچہ اس بھینسے کو اپنے ساتھ چشمے پر لے گیا جہاں گھنٹے دو گھنٹے اس نے گھاس کھائی اور پانی پیا اس کے بعد اسی مقام پر باندھ دیا جہاں گزشتہ رات باندھا تھا۔

دوسرے بھینسے کو میں نے اس آم کے درخت سے پچاس گز دور باندھا جہاں ایک شخص کو شیرنی نے ہلاک کر دیا تھا اور میں اور ایبٹسن اس واقعے کی تفتیش کرنے اور اس کی نعش بر آمد کرنے گئے تھے اور اسی درخت کے نیچے مرحوم کی بیوہ کو بین کرتے اور گاؤں کے باشندوں کو اس کے قریب کھڑا دیکھا تھا۔ اس پگڈنڈی کے نزدیک چند فٹ گہرا کھڈ تھا جو آگے جا کر اس کو کاٹتا تھا جس کے ایک جانب ایک خشک ٹھنٹھ تھا اور دوسری طرف بادام کا درخت تھا جس پر مچان باندھا جا سکتا تھا۔ دوسرے بھینسے کو ٹھنٹھ سے باندھ کر اس کے نیچے اتنا چارا ڈال دیا جو کئی دن کے لئے کافی ہو۔ ٹھاک میں اب کوئی باقی نہیں رہا تھا چنانچہ میں کیمپ واپس آیا اور تیسرے بھینسے کو لڈھیا سے گزر کر سیم کے عقب ایک کھڈ میں باندھ دیا جہاں گزشتہ اپریل شیرنی نے ہمارا ایک بھینسا ہلاک کیا تھا۔

میری گزارش پر ٹنک پور کے تحصیل دار نے چھانٹ کر تین سب سے زیادہ تندرست بھینسے روانہ کئے تھے۔ اب یہ تینوں بھینسے ایسے مقامات پر باندھ دیئے گئے تھے جہاں شیرنی کا آئے دن گزر ہوتا تھا۔ چھبیس کو میں ان کو دیکھنے گیا اور مجھے قوی امید تھی کہ ان میں سے ایک تو ضرور ہلاک کیا گیا ہو گا اور مجھے شیرنی کی گھات میں بیٹھنے کا موقع مل سکے گا۔ لڈھیا سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابتدائی اور باری باری سب کو دیکھنے گیا لیکن شیرنی نے کسی کو چھوا تک نہیں تھا۔ گزشتہ صبح کی طرح تھاک کی سمت جاتے ہوئے شیرنی کے پنجوں کے نشانات تو دکھائی دیئے لیکن اس مرتبہ پنجوں کے دوہرے نشانات تھے۔ جن میں ایک آنے اور دوسرے انہی کے متوازی واپس جانے کے تھے اور دونوں مرتبہ آم کے درخت سے پچاس گز دور بندھے ہوئے بھینسے سے چند فٹ دور سے گزری تھی۔

تھاک واپسی پر مکھیا کی سربراہی میں گاؤں والوں کا ایک وفد میرے خیمے میں آیا اور مجھ سے التجا کی کہ ان کے ہمراہ گاؤں چلوں تاکہ وہاں کے باشندے اپنی اشیائے خوردنی کی ضروریات جمع کر سکیں۔ چنانچہ دوپہر کے وقت مکھیا اس کے کاشت کاروں اور اپنے چار ملازمین جن کے پاس مچان بنانے کے لئے رسے اور میرے لئے کھانا تھا ہمراہ لے کر تھاک واپس آیا اور جس دوران وہاں کے باشندے کھانے پینے کا سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے میں اپنی رائفل کے ساتھ ان کی حفاظت کرتا رہا۔

دونوں بھینسوں کو چارا اور پانی فراہم کرنے کے بعد میں نے پہلے بھینسے کو آدھ میل پہاڑ کے نیچے لے جا کر پگڈنڈی کے کنارے ایک ٹھنٹھ سے باندھ دیا۔ اس کے بعد گاؤں والوں کو اپنی حفاظت میں چوکا واپس لایا اور خود چند سو گز پہاڑ کے اوپر چڑھ کر کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ اس دوران میرے ملازمین مچان بنانے میں مصروف رہے۔

اب یہ بات صاف ظاہر تھی کہ شیرنی کو میرے اس درجہ تندرست جانوروں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور چونکہ گزشتہ تین دن میں پانچ مرتبہ شیرنی کے پنجوں کے نشانات دیکھ چکا تھا جن کا رخ تھاک کی جانب تھا اس لئے میں نے طے کیا کہ پگڈنڈی کے نزدیک کسی مناسب جگہ پر بیٹھ کر اس پر گولی چلانے کی کوشش کروں۔ یہ بھی ضروری تھا کہ شیرنی کی آمد کا پتہ چلے اس لئے



میں نے ایک بکرے کے گلے میں گھنٹی باندھ کر تھوڑے فاصلے پر پگڈنڈی پر باندھ دیا۔ چار بجے شام میں ایک درخت پر چڑھا اور اپنے ملازمین کو اگلے دن صبح آٹھ بجے آنے کی ہدایت دے کر شیرنی کی گھات میں بیٹھ گیا۔

شام ڈھلے سرد ہوا چلنی شروع ہوئی اور جس وقت میں اپنے کوٹ کو کندھوں پر ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا مچان کے ایک طرف کے رسے پھسل کر نیچے ہو گئے جس کے نتیجے میں بیٹھنا انتہائی تکلیف دہ ہو گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد بارش اور طوفان کا سلسلہ شروع ہوا اور حالانکہ بارش دیر تک جاری نہیں رہی لیکن میں شرابور ہو گیا۔ اس طرح میری تکلیف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ سولہ گھنٹے درخت پر بیٹھنے کے دوران نہ تو مجھے کوئی چیز دکھائی دی اور نہ کوئی آواز سنائی دی۔ آٹھ بجے میرے ملازمین آ گئے۔ ان کے ہمراہ کیمپ واپس آ کر گرم پانی سے غسل کیا اور پیٹ بھر کر ناشتہ کیا اور اپنے چھ ملازمین ساتھ لے کر تھاک کے لئے روانہ ہو گیا۔

گزشتہ شب کی بارش کی وجہ سے پگڈنڈی پر شیرنی کے پنجوں کے پرانے نشانات مٹ چکے تھے لیکن جس درخت پر میں بیٹھا تھا اس سے دو سو گز اوپر مجھے شیرنی کے تازہ نشانات دکھائی دیئے جہاں وہ جنگل سے باہر نکل کر تھاک کی جانب گئی تھی۔ پہلے نہایت احتیاط سے میں نے پہلے بھینسے کو دیکھا جو پگڈنڈی پر غافل سو رہا تھا۔ شیرنی نے اس کے گرد چکر لگایا تھا اور اپنی پگڈنڈی پر واپس آ کر پہاڑ کے اوپر چلی گئی۔ اسی کے پنجوں کے نشانات پر چلتے ہوئے میں دوسرے بھینسے کے نزدیک آیا اور جیسے ہی میں اس مقام پر پہنچا جہاں وہ بندھا تھا دو ہمالیہ نسل کے نیل کنٹھ زمین سے اڑے اور چائیں چائیں کرتے پہاڑ کے نیچے کی طرف چلے گئے۔

ان پرندوں کی موجودگی سے مندرجہ ذیل باتوں کا اظہار ہوتا تھا:

(الف) بیل مر چکا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(ب) اس کے جسم کا کچھ حصہ کھا لیا گیا تھا لیکن اس کو اٹھا کر نہیں لے جایا گیا تھا۔

(ج) شیرنی اس کے نزدیک نہیں تھی۔

جس ٹھنٹھ پر بھینسا باندھا گیا تھا اس کے نزدیک پہنچنے پر دیکھا کہ بھینسے کو پگڈنڈی سے کھینچ کر تھوڑی دور علیحدہ لے جا کر اس کے جسم کا کچھ حصہ کھا لیا گیا تھا۔ لیکن نزدیک سے معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حرکت شیرنی کی نہیں تھی۔ امکان یہ تھا کہ وہ سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہوا تھا (کیونکہ اس نواح میں نہایت زہریلے ہمڈریاڈز سانپ کثرت سے تھے) اور پگڈنڈی پر پڑا دیکھ کر شیرنی اس کو کھینچ کر ایک طرف لے گئی اور اس کے جسم کا کچھ حصہ کھا لیا تھا۔ لیکن جب اس کو احساس ہوا کہ رسہ توڑنا ممکن نہیں تھا تو وہ مردہ بیل کو پتوں سے ڈھک کر ٹھاک کی سمت چلی گئی تھی۔

شیر عام طور پر دوسروں کے ہلاک کئے ہوئے بوسیدہ جانوروں کو نہیں کھاتے لیکن چند مثالیں ایسی بھی ہیں کہ مرے ہوئے جانور بھی کھا لیتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ میں نے ایک تیندوا ہلاک کر کے دو جنگلوں کے درمیان آگ سے محفوظ رکھنے والی پٹی پر چھوڑ دیا تھا۔ دوسرے دن صبح جب میں چاقو لے کر اس کی کھال اتارنے آیا تو دیکھا کہ شیر اس کو اٹھا کر سو گز دور لے گیا تھا اور اس کے جسم کا دو تہائی حصہ کھا لیا تھا۔

چوکا جاتے وقت جس مچان پر میں گزشتہ رات بیٹھا تھا کھول دیا گیا تھا۔ میرے ملازمین میں سے دو تو بادام کے درخت پر مچان باندھنے کی غرض سے چڑھے حالانکہ اس مصرف کے لئے وہ ناکافی تھا اور بقیہ چار چشمے پر پانی بھر کر میرے لئے چائے کا پانی ابالنے کے لئے چلے گئے۔ چار بجے شام تک میں نے ہلکا کھانا' چند بسکٹ اور چائے کے ساتھ ختم کر لیا جو میرے لئے اگلے دن تک کے لئے کافی تھا اور اپنے ملازمین کی یہ خواہش کہ ٹھاک کے کسی مکان میں



انہیں رات بسر کرنے کی اجازت دے دوں مسترد کرتے ہوئے ان کو کیمپ جانے کی ہدایت کی۔ ایسا کرنے میں کچھ خطرہ تو ضرور تھا لیکن ٹھاک میں رات بسر کرنے سے کم۔

درخت پر میرے بیٹھنے کے لئے دو سیدھی شاخوں کے درمیان تانا بانا کر کے کرسی نما چیز بنائی گئی تھی اور رکاب کی طرح دو رسیاں اس کے نیچے میرے پیروں کو سہارا دینے کے لئے چھوڑ دی گئی تھیں۔ آرام سے اپنی جگہ سنبھالنے کے بعد آس پاس کی شاخوں کو میں نے اپنی طرف کھینچ کر ستلی سے باندھ دیا تاکہ شیرنی کی نظر مجھ پر نہ پڑ سکے۔ سامنے صرف اتنی جگہ چھوڑ دی کہ وہ مجھے نظر آ سکے اور میں آسانی سے گولی چلا سکوں۔ میرے صحیح طریقے پر چھپ کر بیٹھنے کا امتحان فوراً ہی ہو گیا کیونکہ میرے ملازمین کے جانے کے بعد دو نیل کنٹھ واپس آ گئے اور جلد ہی سات کا اور اضافہ ہو گیا۔ یہ نو نیل کنٹھ سورج غروب ہونے تک کھاتے رہے۔ ان چڑیوں کی موجودگی نے مجھے تھوڑی دیر سونے کا موقع دے دیا کیونکہ اگر ان کی موجودگی میں شیرنی آتی تو ان کے شور مچانے سے مجھے اندازہ ہو جاتا۔ ان پرندوں کے جانے کے بعد میری تمام رات کی جگائی شروع ہو گئی۔

ابھی تک اتنی روشنی باقی تھی کہ گولی چلائی جا سکے لیکن بہت جلد میرے پیچھے نیپال کے بام جبل سے ابھرتے ہوئے پندرھویں شب کے چاند نے تمام پہاڑوں کو منور کر دیا۔ گزشتہ شب کی بارش کی وجہ سے مطلع صاف ہو چکا تھا اور جیسے جیسے چاند اوپر ہوتا گیا چاندنی اتنی تیز ہو گئی کہ ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر مجھے ایک کھیت میں مادہ سانبھر اور اس کا بچہ چرتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔

مردہ بھینسا میرے بالکل سامنے بیس گز دور پڑا تھا اور جس پگڈنڈی پر مجھے شیرنی کے آنے کی توقع تھی وہ چند گز اور بھی نزدیک تھی اس لئے گولی چلانے کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فاصلہ اتنا قریب تھا کہ نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بشرطیکہ شیرنی آئے اور اس کے نہ آنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔

چاند نکلے دو گھنٹے گزر چکے تھے اور چرتے چرتے سانبھر میرے درخت سے صرف پچاس گز دور رہ گیا تھا کہ اچانک گاؤں کے اوپر والے پہاڑ پر ایک کاکڑ نے بھونکنا شروع کیا۔ ابھی اس کو بھونکتے چند منٹ گزرے تھے کہ ایک چیخ کی آواز سنائی دی جس کو الفاظ میں صرف اس طرح ادا کر سکتا ہوں ’ ار۔ ار۔ اررر‘ جو مدھم ہونے کے ساتھ ختم ہو گئی یہ آواز گاؤں کی سمت سے آئی تھی اور اتنی اچانک اور غیر متوقع تھی کہ میں غیر ارادی طور پر اس نیت سے کھڑا ہو گیا کہ درخت سے نیچے اتر کر پوری رفتار سے گاؤں کی جانب بھاگوں کیونکہ میں یہ سمجھا کہ غالباً شیرنی میرے ملازمین میں سے کسی کو ہلاک کر رہی تھی لیکن پھر یہ خیال آیا کہ ان کی روانگی کے وقت تو میں نے سب کو گن لیا تھا اور حد نظر تک دیکھ کر یہ اطمینان کر لیا تھا کہ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ نہ صرف مل کر چل رہے تھے بلکہ سیدھے کیمپ کی طرف گئے تھے۔

یہ آواز ایک ایسے بے بس آدمی کی معلوم ہوتی تھی جو انتہائی تکلیف میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہو اور سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس قسم کی آواز ایک ویران گاؤں سے کس طرح آ سکتی تھی۔ یہ معاملہ میری قیاس آرائی کا نہیں تھا کیونکہ کاکڑ اسی آواز کو سن کر فوراً خاموش ہو گیا اور سانبھر بھی مع اپنے بچے کے کھیتوں کے درمیان سے پوری رفتار پر بھاگتا اوجھل ہو گیا تھا۔ دو روز قبل جب گاؤں والوں کے وفد کو اپنی نگرانی میں لے جا رہا تھا تو میں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ گاؤں کے باشندوں نے اپنا سامان غیر مقفل مکانوں میں بغیر دروازہ بند کئے اندر کیوں چھوڑ دیا تھا۔ اس پر مکھیا نے جواب دیا کہ ’ اگر برسوں تک ان کے کھیت ویران پڑے رہیں تب بھی ایک تنکا چوری نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ لوگ پوناگیری کے



مہنت تھے اور ان کا سامان چوری کرنے کی کسی کو جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ باوجود اس کے اگر ضرورت ہوئی تو شیرنی جو سو محافظوں کے برابر طاقت رکھتی ہے جب تک زندہ ہے حفاظت کرتی رہے گی۔ علاوہ ان تمام باتوں کے یہ گاؤں ہر طرف گھنے جنگلوں سے گھرا ہے اور جب تک آپ جیسا محافظ جن کے ساتھ ہم جا رہے ہیں ساتھ نہ ہو گاؤں کی حدود میں قدم رکھنے کی جرات کسی کو بھی نہیں ہو سکتی۔‘

چیخوں کی آواز وقفے وقفے سے سنائی دیتی رہی لیکن چونکہ کچھ بھی کرنا میرے اختیار سے باہر تھا اس لئے دوبارہ رسوں پر بیٹھ گیا۔ دس بجے پہاڑ کے نچلے حصے پر گندم کے کھیت میں جو ایک کاکڑ چر رہا تھا یک لخت بد حواسی کے عالم میں بھاگتا اور بھونکتا چلا گیا اور اس کے جانے کے ایک منٹ بعد شیرنی دو مرتبہ دہاڑی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب وہ گاؤں سے باہر جا رہی تھی اور اگر اس کو اپنے ہلاک کئے ہوئے جانور کے جسم کا کچھ اور حصہ کھانے کی خواہش بھی نہ ہوئی تب بھی وہ اسی پگڈنڈی پر آئے گی جو وہ چند دن سے دو مرتبہ آنے اور جانے کے لئے استعمال کرتی رہی تھی۔ لبلبی پر انگلی رکھے اور نگاہیں پگڈنڈی پر جمائے گھنٹوں بیٹھا رہا حتی کہ چاندنی کے بجائے سورج کی روشنی ہر طرف پھیل گئی۔ آفتاب طلوع ہونے کے ایک گھنٹے بعد میرے ملازمین بھی آ گئے۔ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے وہ سوکھی لکڑیاں ساتھ لے کر آئے جو میری چائے کے لئے پانی ابالنے کے کام آئیں اور تھوڑی دیر بعد میں بیٹھا گرم چائے پی رہا تھا۔ یہ امکان تھا کہ شیرنی کسی جگہ بیٹھی ہمیں دیکھ رہی ہو اور یہ بھی ممکن تھا کہ میلوں دور چلی گئی ہو اس لئے کہ دس بجے رات کے بعد سے جنگل قطعی خاموش رہا۔

کیمپ واپس آنے پر میں نے کافی لوگوں کو اپنے خیمہ کے نزدیک منتظر پایا۔ کچھ تو ان میں سے یہ معلوم کرنے کے خواہاں تھے کہ گزشتہ شب مچان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر بیٹھنے کا کیا نتیجہ نکلا اور بقیہ اشخاص یہ بتانے آئے تھے کہ پہاڑ کے دامن میں شیرنی نصف شب سے صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے تک متواتر بولتی رہی تھی اور نئی سڑک پر جتنے مزدور کام کر رہے تھے خوف کی وجہ سے کام جاری رکھنے پر رضامند نہیں تھے۔ شیرنی کے بولنے کے بارے میں تو مجھے پہلے ہی اپنے ملازمین سے اطلاع مل چکی تھی اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ چوکا کے جنگلات میں لکڑی کاٹنے، چیرنے اور ٹرکوں میں لادنے والے ہزاروں مزدور تمام رات خوف کی وجہ سے جاگتے رہے تھے اور الاؤ جلائے رکھا تھا۔

ان لوگوں کے ساتھ ٹھاک کا مکھیا بھی تھا۔ سب اشخاص کے جانے کے بعد میں نے اس سے بارہ تاریخ کو ایک شخص کے ہلاک کئے جانے کے بارے میں دریافت کیا جس دن وہ بھی شیرنی کے ہاتھوں ہلاک ہوتے بال بال بچ گیا تھا۔

ایک مرتبہ پھر مکھیا نے بڑی تفصیل کے ساتھ تمام واقعہ سناتے ہوئے بتایا کہ کس طرح وہ اپنے نواسی کے ساتھ کھیتوں سے ادرک کھودنے گیا تھا اور اپنی بیوی کی پریشان کن آواز سن کر اپنی نواسی کا ہاتھ پکڑ کر بھاگتا گھر واپس آ گیا تھا اور بیوی نے میرے کان کھلے نہ رکھنے پر پریشانی کا اظہار کیا تھا جس کی وجہ سے میری اور میری نواسی دونوں کی جان خطرے میں پڑ سکتی تھی اور اس کے چند منٹ بعد اس کے گھر کے اوپر والے کھیت میں درخت پر چڑھ کر پتے توڑتے ہوئے ایک شخص کو شیرنی نے ہلاک کر دیا تھا۔

اس حادثے کے یہاں تک کے واقعات تو میں پہلے بھی سن چکا تھا لیکن اس مرتبہ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا اس نے خود اپنی آنکھوں سے شیرنی کو اس شخص کو ہلاک کرتے دیکھا تھا۔ اس نے کہا "نہیں" کیونکہ جہاں وہ کھڑا تھا اس مقام سے درخت دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ پھر کس طرح اس کو اس شخص کی ہلاکت کے بارے میں معلوم ہوا۔ جواب میں



اس نے کہا کہ 'اس کی آواز سنی تھی' مزید سوالات کرنے پر اس نے بتایا کہ اس نے شور مچا کر مدد طلب نہیں کی تھی بلکہ صرف چیخ ماری تھی۔ میں نے دریافت کیا کتنی مرتبہ چیخا تھا اس نے کہا کہ "تین مرتبہ" میرے اصرار پر اس نے وہی آواز نکالنے کی کوشش کی۔ یہ آواز ان چیخوں سے مشابہ تھی جو میں نے گزشتہ شب سنی تھیں۔

مکھیا کی روداد سننے کے بعد میں نے دریافت کیا کہ کسی شخص کے گاؤں میں حادثاتی طور پر داخل ہونے کے کیا امکانات تھے۔ اس کا جواب پر زور طریقے پر نفی میں تھا۔ ٹھاک جانے کے لئے صرف دو پگڈنڈیاں تھیں جن پر لوگ سفر کرتے تھے اور جملہ باشندے جن میں مرد، عورت اور بچے شامل تھے بخوبی واقف تھے کہ ٹھاک ویران ہو چکا تھا اور اس کے وجہ بھی ان کو معلوم تھی۔ پورا ضلع یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ ٹھاک کے نزدیک دن میں بھی جانا ناممکن تھا اس لئے گزشتہ شب آٹھ بجے گاؤں کے اندر کسی کے موجود ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

میں نے دریافت کیا کہ اگر اس کے نزدیک گاؤں میں کسی شخص کی موجودگی کا امکان نہیں تھا تو پھر یہ چیخیں گاؤں کی طرف سے کیسی سنائی دیں۔ مکھیا اس کی وجہ بتانے سے قاصر رہا۔ میرے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا اس لئے یہ باور کرنا بہتر ہوگا کہ نہ تو کاکڑ نے، نہ میں نے اور نہ سانبھر نے ایسی حقیقی چیخیں سنی تھیں جن سے گمان ہو کہ کوئی شخص انتہائی تکلیف میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

☆ ☆

اپنے تمام ملاقاتیوں اور مکھیا کے جانے کے بعد میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا کہ میرے ملازم نے بتایا کہ گزشتہ شام سیم کا مکھیا کیمپ میں آیا تھا اور اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے یہ اطلاع دینے کے لئے کہا تھا کہ جس جگہ اس کی ساس گھاس کاٹتے وقت شیرنی کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تھی اسی مقام پر گھاس کاٹتے وقت اس کی بیوی نے خون کی دھار کے نشانات دیکھے تھے اور صبح کے وقت وہ لدھیا کے گھاٹ پر میرا انتظار کرے گا۔ چنانچہ ناشتہ ختم کرنے کے بعد میں اس واقعے کی تفتیش کے لئے روانہ ہو گیا۔

گھاٹ پر اترتے وقت میں نے دیکھا کہ چار آدمی نہایت تیزی کے ساتھ میری طرف آ رہے ہیں۔ میرے خشکی پر قدم رکھتے ہی انہوں نے بتایا کہ سیم کے اوپر پہاڑ سے نیچے اترتے وقت انہوں نے چوکا اور ٹھاک کے درمیان وادی میں شیر کو دہاڑتے سنا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ میں سیم ہی جا رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد چوکا واپس آؤں گا۔

مکھیا اپنے گھر کے نزدیک میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی بیوی نے اپنے ہمراہ لے جا کر وہ مقام دکھایا جہاں اس نے گزشتہ دن خون کے نشانات دیکھے تھے۔ خون کے نشانات کا سلسلہ ایک کھیت میں سے ہوتے ہوئے تھوڑے فاصلے پر ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دھار کے نشانات بڑی چٹانوں پر دکھائی دیئے جن میں سے ایک چٹان پر کاکڑ کے بال بھی پڑے تھے۔ تھوڑا اور آگے جا کر ایک بڑے نر تیندوے کے پنجوں کے نشانات دکھائی دیئے۔ میں ابھی ان نشانات کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ شیر کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ اپنے ہمراہیوں کو خاموش بیٹھنے کی ہدایت کر کے میں نے شیر کی صحیح جگہ کا تعین کرنے کے لئے اپنے کان اسی طرف لگائے رکھے۔ اس کے بعد دوبارہ شیر کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی اور پھر ہر دو منٹ کے وقفے سے دہاڑتا رہا۔

یہ شیرنی کی آواز تھی جو ٹھاک سے پانچ سو گز نیچے ایک گہرے کھڈ کے اندر سے آ رہی تھی۔ یہ کھڈ آم کے درخت کے نیچے چشمے سے پگڈنڈی کے متوازی چل کر کمایا چک کی پگڈنڈی کو کاٹتا تھا۔



مکھیا سے یہ کہہ کر کہ تیندوے کو کسی اور مناسب موقع پر ہلاک کیا جائے گا میں پوری رفتار پر اپنے کیمپ روانہ ہوا اور راستے میں بند پر منتظر اپنے ہمراہیوں کو بھی ساتھ لیا جو میرے ساتھ چوکا جانے کے لئے بیٹھے تھے۔

کیمپ پہنچنے پر دیکھا کہ میرے خیمے کے نزدیک لوگوں کا ہجوم تھا جن میں زیادہ تر دہلی کے لکڑی چیرنے والے تھے۔ ایجنٹ، کلرک اور ٹائم کیپر بھی تھے۔ ان کے علاوہ مالی امداد فراہم کرنے والے کے مزدوروں کے چودھری بھی اس ہجوم میں شامل تھے جنہوں نے لدھیا کی وادی میں چیڑ کے درختوں کی کٹائی اور سڑک بنانے کے ٹھیکے لے رکھے تھے۔ یہ لوگ میرے چوکا میں قیام کے سلسلے میں دریافت کرنے آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ کافی تعداد میں پہاڑی باشندے جو شہتیر اٹھانے یا سڑک کی تعمیر کا کام کر رہے تھے اس دن صبح اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے اور اگر ان کی اطلاع کے مطابق میں یکم دسمبر کو چوکا سے واپس چلا گیا تو مع ان لوگوں کے جملہ مزدور اسی دن کام چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔ اس لئے خوف کی وجہ سے ان کی نیند اور کھانا پینا حرام ہو چکا تھا اور میری واپسی کے بعد کسی کو وہاں ٹھہرنے کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ واقعہ انتیس نومبر کی صبح کا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ ابھی میرے پاس پورے دو دن اور دو راتیں ہیں اور اس دوران بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن یکم دسمبر کے بعد میرا وہاں ٹھہرنا ممکن نہیں تھا۔

اس دوران شیرنی نے دہاڑنا بند کر دیا تھا اور جس وقت میرا ملازم میرے کھانے کے لئے کچھ لانے والا تھا میں اس نیت سے ٹھاک روانہ ہو گیا کہ اگر شیرنی دوبارہ بولی تو میں صحیح جگہ کا تعین کر سکوں اور اس کی گھات میں کسی مناسب جگہ پر بیٹھ سکوں ورنہ بھینسے کے نزدیک بیٹھنا پڑے گا۔ شیرنی کے پنجوں کے نشانات مجھے پگڈنڈی پر دکھائی دیئے اور وہ مقام بھی جہاں سے وہ کھڈ میں داخل ہوئی تھی۔ حالانکہ ٹھاک کے راستے میں متعدد بار رکتا گیا لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیرنی کی آواز پھر سنائی نہیں دی۔ چنانچہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر قبل اپنے ہمراہ لائی ہوئی چائے اور کچھ بسکٹ کھائے اور بادام کے درخت پر چڑھ کر چند رسیوں سے بنائے ہوئے مچان پر بیٹھ گیا اس مرتبہ نیل کنٹھ موجود نہیں تھے اس لئے پچھلی مرتبہ کی طرح گھنٹے دو گھنٹے سونے کا موقع نہیں مل سکا۔

اگر شیر اپنے ہلاک کئے ہوئے جانور کے پاس پہلے دن واپس نہ آئے تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ وہ پھر کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے کئی مرتبہ شیروں کو دس دن کے بعد اپنے شکار کئے ہوئے جانوروں کے پاس آتے دیکھا تھا حالانکہ اس وقت تک گوشت میں تعفن آنے لگتا ہے۔ اس مرتبہ جس جانور کے نزدیک میں بیٹھ رہا تھا وہ شیرنی کا ہلاک کیا ہوا نہیں تھا بلکہ اس کو مردہ حالت میں ملا تھا اور اس کے جسم کا کچھ حصہ اس نے کھایا بھی تھا اگر وہ آدم خور نہ ہوتی تو دوسرے دن اس کے واپسی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے اور اگر اس نے پہلی رات بھینسے کے پاس آنے میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا تو دوسرے دن مچان پر بیٹھ کر وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ جن رسیوں پر میں بیٹھا تھا وہ انتہائی تکلیف دہ تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میری کھال کے اندر گھس جائیں گی۔ تکلیف میں اضافہ کرنے کے لئے چاند طلوع ہونے کے فوراً بعد سرد ہوا چلنی شروع ہوئی جس کی وجہ سے تمام رات کانپتے گزری۔ دوسری رات تھی کہ نہ تو جنگل کی اور نہ کسی دوسری چیز کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ سانبھر اور اس کا بچہ بھی کھیت میں چرنے کے لئے نہیں آئے۔ آفتاب طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کافی دور کسی جگہ شیر دہاڑ رہا ہے لیکن نہ تو آواز اور نہ اس کی سمت کا صحیح اندازہ ہو سکا۔

میرے ملازم نے میرے کیمپ پہنچنے سے کچھ پہلے میرے غسل کرنے کے



لئے گرم پانی اور گرم چائے تیار رکھی تھی لیکن میرے چالیس پاؤنڈ والے خیمہ کے اندر غسل کرنے کی گنجائش نہیں تھی چنانچہ کھلے آسمان تلے نہانے کی غرض سے مجھے اس ہجوم کو ہٹانا پڑا جو نہایت بے چینی سے اپنے گزشتہ شب کے تجربات مجھ سے بیان کرنے کا منتظر تھا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ چاند نکلنے کے فوراً بعد چوکا کے نزدیک شیرنی نے دہاڑنا شروع کیا تھا اور چند گھنٹے بولتے رہنے کے بعد کمایا چک کے مزدوروں کے کیمپ کی جانب چلی گئی تھی۔ جب مزدوروں نے شیرنی کی آواز سنی تو اس کو خائف کرنے کے لئے سب نے مل کر شور مچانا شروع کیا لیکن بجائے مرعوب ہونے کے وہ اور بھی زیادہ مشتعل ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ مختلف کیمپوں میں مزدوروں کے سامنے جا کر اس وقت تک دہاڑتی رہی جب تک ان کو خاموش نہیں کر دیا۔ مقصد پورا ہونے کے بعد وہ تمام رات چوکا کے مزدوروں کے کیمپوں کے درمیان گشت لگاتی رہی اور سب کو خاموش رکھا۔ صبح ہوتے ہی وہ ٹھاک کی سمت چلی گئی۔ میرے مخبروں کو اس بات کا سخت قلق تھا کہ اس کی مڈبھیڑ مجھ سے نہ ہو سکی۔

آدم خور شیرنی کے ہلاک کرنے کے سلسلے میں میرے قیام کا یہ آخری دن تھا اور حالانکہ مجھے آرام اور نیند کی سخت ضرورت تھی لیکن موقع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ جتنی بھی طاقت مجھ میں باقی رہ گئی تھی اس کو شیرنی سے رابطہ قائم کرنے میں صرف کروں گا۔

نہ صرف چوکا اور سیم بلکہ گرد و نواح کے تمام باشندوں خاص طور پر تلہ دیس کے رہنے والوں کی' جہاں چند سال پہلے میں نے ایک آدم خور مارا تھا' یہ رائے تھی کہ بجائے بھینسے کے مجھے چارے کے طور پر بکرا باندھنا چاہئے کیونکہ پہاڑوں کے شیروں کی مرغوب غذا بکرے ہوتے ہیں اور چونکہ بھینسے باندھ کر آپ کو کامیابی نہیں ہو سکی اس لئے بکرا باندھ کر قسمت آزمائی کرنے میں کیا حرج تھا۔ حالانکہ مجھے کامیابی کی قطعی امید نہیں تھی لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان لوگوں کی دلجوئی کی خاطر میں نے اپنے قیام کے آخری دن پہلے سے خریدے ہوئے اپنے دو بکروں کو چارے کے طور پر باندھ کر شیرنی کی گھات میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔

اس بات کا تو مجھے یقین تھا کہ شیرنی تمام رات کہیں بھی گشت کرتی رہے لیکن اس کا مرکز ٹھاک ہی رہے گا چنانچہ دوپہر کو دونوں بکرے اور اپنے چار ملازمین کو ساتھ لے کر میں ٹھاک روانہ ہو گیا۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ چوکا سے ٹھاک کا راستہ انتہائی خطرناک اور دشوار گزار ہے۔ ٹھاک کی اس جانب چند فرلانگ چل کر یہ پگڈنڈی پہاڑ سے ہٹ کر قریب ہموار سطح سے گزرتی تھی جس کا سلسلہ آم کے درخت کے نیچے تک جاری رہتا تھا۔ یہ پورا راستہ خار دار گھنی جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا تھا اور راستے میں دو پتلے کھڈ شمال کی جانب جاتے ہوئے اس راستے کو کاٹتے اور بڑے کھڈ میں جا ملتے تھے۔ ان دونوں کھڈوں کے درمیان اور اس درخت سے سو گز دور' جہاں میں گزشتہ دو راتیں شیرنی کی گھات میں بیٹھا تھا' ایک بہت بڑا بادام کا درخت تھا اور کیمپ سے روانگی کے وقت اسی درخت پر بیٹھنے کا میں نے قصد کیا تھا۔ یہ پگڈنڈی بادام کے درخت کے بالکل نیچے سے گزرتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں درخت کے نصف حصے تک چڑھ جاؤں تو نہ صرف مجھ کو یہ دونوں بکرے دکھائی دیں گے' جن میں سے میرا ارادہ ایک بکرے کو بڑے کھڈ کے کنارے باندھنے کا تھا اور دوسرے کو داہنی طرف پہاڑ کے دامن میں' بلکہ مردہ بھینسا بھی دکھائی دے گا۔ چونکہ یہ تینوں مقامات کچھ فاصلے پر تھے اس لئے میں نے اپنی بالکل صحیح شست والی ۲۷۵ء رائفل کے علاوہ مزید احتیاط کے طور پر ۴۰۰ / ۴۵۰ رائفل بھی ساتھ رکھ لی۔

آخری دن چوکا سے اوپر کی چڑھائی میرے لئے بہت تکلیف دہ تھی اور میں



ابھی اس مقام پر پہنچنے ہی پایا تھا جہاں یہ پگڈنڈی متوازی سطح سے جا ملتی تھی کہ شیرنی نے میرے بائیں طرف اندازاً ڈیڑھ سو گز پر دہاڑ ماری۔ گردو نواح کی زمین پر گھنی جھاڑیاں اور بیلوں نے ایک درخت سے دوسرے تک تانا بانا کر رکھا تھا۔ بے شمار چھوٹے اور بڑے کھڈ تھے جن میں بہت بڑے بڑے پتھر تھے اس لئے جغرافیائی لحاظ سے آدم خور کا شکار کرنے کے لئے نہایت ناموزوں جگہ تھی۔ بہرحال دن کا ایک بجا تھا اور معلوم ہونا ضروری تھا کہ آیا شیرنی آرام کر رہی تھی جس کے قوی امکانات تھے یا حرکت میں تھی تو کدھر جا رہی تھی۔ چنانچہ اپنے ہمراہیوں کو اپنے پیچھے بٹھا کر میں نے غور سے سننا شروع کیا۔ دہاڑ کی آواز دوبارہ سنائی دی اور اندازہ ہوا کہ وہ پچاس گز آگے بڑھ چکی تھی اور بڑے کھڈ کے اندر اوپر چڑھتی ٹھاک کی سمت جا رہی تھی۔

یہ بہت حوصلہ افزا بات تھی اس لئے کہ جو درخت میں نے اپنے بیٹھنے کے لئے چنا تھا وہ کھڈ سے صرف پچاس گز دور تھا۔ اپنے ملازمین کو اچھی طرح سمجھا کر میں نے ان سے اپنے پیچھے چلنے کو کہا اور تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہم نے پگڈنڈی پر چلنا شروع کیا۔ درخت تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو سو گز چلنا تھا۔ ابھی نصف راستہ طے کرنے پائے تھے کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دونوں طرف گھنی جھاڑیاں تھیں کہ اچانک ایک دراج (تیتر) جھاڑی سے اڑ کر چیختا چلا گیا۔ میں نے جھک کر پگڈنڈی کو گھیر لیا اور اس جگہ پر جب کوئی اور حرکت دکھائی نہیں دی تو ہم نے نہایت چوکس انداز میں آگے بڑھنا شروع کیا اور بغیر کسی حادثے کے درخت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جتنی خاموشی سے اور جلدی ممکن ہو سکا پہلے تو ہم نے کھڈ کے کنارے ایک بکرا باندھا اور دوسرا داہنی طرف پہاڑ کے دامن میں۔ اس کے بعد اپنے ہمراہ چاروں ملازمین کو لے کر کاشت شدہ کھیت کے کنارے مکھیا کے مکان پر لے گیا اور جب تک میں ان کو لینے کے لئے واپس نہ آؤں ان کو برآمدے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاموشی سے بیٹھنے کی ہدایت کی اور بھاگ کر درخت پر واپس پہنچا۔ درخت پر چالیس فٹ اوپر چڑھ کر اپنے ساتھ لائی ہوئی رسی سے رائفل اوپر کھینچی۔ درخت کے اس حصے سے نہ صرف دونوں بکرے جن کا فاصلہ مجھ سے ساٹھ اور ستر گز تھا صاف دکھائی دے رہے تھے بلکہ بھینسے کے جسم کا کچھ حصہ بھی دکھائی دے رہا تھا اور چونکہ ۲۷۵ء کی رائفل کی شست بہت عمدہ تھی اس لئے مجھے یقین تھا کہ اگر شیرنی کسی حصے پر مجھے دکھائی دے جائے تو بچ کر نہیں جا سکے گی۔

دونوں بکرے جب سے خریدے گئے تھے ایک دوسرے کے ساتھ رہے تھے اس لئے علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو پکار رہے تھے۔ معمولی حالت میں بکرے کی آواز چار سو گز تک سنائی دے سکتی ہے لیکن یہاں حالات غیر معمولی تھے اس لئے کہ بکرے پہاڑ کے دامن میں بندھے تھے اور ہوا کا رخ موافق ہونے کی وجہ سے شیرنی تک ان کی آواز پہنچنا لازمی تھا اور اگر وہ بھوکی ہوئی جیسا کہ میرے خیال سے وہ تھی، تو میرے اس پر گولی چلانے کے امکانات قوی تھے۔

مجھے درخت پر بیٹھے دس منٹ ہوئے تھے کہ جس جگہ سے تیتر شور مچاتا اڑا تھا اس مرتبہ ایک کاکڑ نے بھونکنا شروع کیا۔ شروع میں تو میری توقعات آسمان سے جا لگیں لیکن فوراً بعد زمین پر واپس لوٹ آئیں اس لئے کہ صرف تین مرتبہ بھونکنے کے بعد کاکڑ چھینک لے کر خاموش ہو گیا۔ غالباً جھاڑی میں سانپ تھا جو تیتر اور کاکڑ دونوں کے لئے پریشانی کا سبب بنا تھا۔

درخت پر وہ جگہ جہاں میں بیٹھا تھا تکلیف دہ نہیں تھی اور سورج کی تپش خوش گوار ہونے کی وجہ سے تین گھنٹے بہت آرام سے گزرے۔ چار بجے ٹھاک کے اوپر والے پہاڑ کے پیچھے سورج غروب ہو گیا۔ اس کے بعد جو ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہوئی وہ ناقابل برداشت تھی۔ ایک گھنٹے تک تو میں



اس صعوبت کو برداشت کرتا رہا اس کے بعد ہمت ہار گیا کیونکہ جوڑوں میں درد کا زور شروع ہو گیا اور میں اس قابل نہیں رہا تھا کہ اگر شیرنی آ بھی جائے تو اس پر گولی چلا سکتا۔ دوبارہ رائفل کو رسی سے باندھ کر نیچے ڈالا اور نیچے اتر کر کاشت شدہ زمین کے کنارے تک پہنچا کہ اپنے آدمیوں کو آواز دے کر بلاؤں۔

☆ ☆

میرے خیال میں دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اپنی خواہش کے مطابق نتیجہ برآمد نہ ہونے پر پژمردہ نہ ہوتے ہوں اگر تمام دن انواع و اقسام کی سختیاں جھیلنے کے بعد کیمپ واپسی تک آپ نے کافی چکور شکار کر لئے ہوں تو وہ کامیابی کی راہ میں صرف ایک سیڑھی تصور کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر اسی سڑک پر ایک ایسا شخص جو تمام دن دشت نوردی کے باوجود تھکا ہارا خالی ہاتھ گھر واپس آتا ہو تو اس کی مایوسی کا کیا عالم ہو گا؟ اگر قارئین میں سے کسی کو بھوکے پیاسے انتہائی خطرناک حالات میں شیر کی تلاش اور اس کو ہلاک کرنے کی جستجو میں پھرنے کا اتفاق ہوا ہو اور کیمپ واپس آنے پر متمنی ہجوم کو یہ جواب دینا پڑے کہ صرف ایک چکور مار کر لایا ہوں تب ہی آپ کو میرے جذبات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ بالآخر کاشت شدہ زمین کے کنارے پہنچ کر اپنے ملازمین کو آواز دی۔ دونوں بکرے کھلوائے اور کیمپ واپسی کے دو میل کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ ان تمام مایوس کن باتوں کا تعلق صرف میری ذات تک محدود نہیں تھا بلکہ اس نواح کی پوری آبادی اس سے متاثر تھی۔

جو وقت آمد و رفت میں صرف ہوا اس کے علاوہ تیس اکتوبر سے سات نومبر اور چوبیس نومبر سے تیس نومبر تک آدم خور کی تلاش میں آرام سے بیٹھنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نصیب نہیں ہوا۔ صرف وہی لوگ شدید ذہنی انتشار کا اندازہ لگا سکتے ہیں جن کو ان حالات میں چلتے ہوئے ہر وقت اس بات کا خدشہ ہو کہ کسی وقت بھی ان کی گردن شیر کے منہ میں ہو گی اور حالات کا یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہے۔

لیکن میری منزل مراد آدم خور تھا اور اس کو ہلاک کرنے میں میری ناکامی ان تمام لوگوں پر اثر انداز ہوتی جو اس علاقے میں کام کر رہے تھے یا وہاں کے باشندے تھے۔ جنگلات میں کام مکمل طور پر بند ہو چکا تھا اور ضلع کے سب سے بڑے گاؤں ٹھاک کی آبادی اپنے گھر بار چھوڑ کر جا چکی تھی۔ حالات خراب تھے اور اگر آدم خور ہلاک نہ ہوا تو صورت بد سے بدتر ہو جائے گی اس لئے کہ اتنی بڑی تعداد میں مزدور غیر معینہ مدت کے لئے کام نہیں روک سکتے تھے اور نہ یہ ممکن تھا کہ گرد و نواح کے دیہات بھی ٹھاک کے خوش حال باشندوں کی طرح اپنے گھر بار اور کھیتی باڑی چھوڑ کر گاؤں ویران کر جائیں۔

گزشتہ شب ہزاروں افراد کو خاموش کر دینا' گاؤں کے درمیان درخت سے ایک شخص کو کھینچ کر لے جانا' ایک عورت کو اس کے گھر کے دروازے کے سامنے ہلاک کر دینا اور نزدیک ہی آم کے درخت کے نیچے سے آم چنتے ہوئے پورے گاؤں کے سامنے ایک لڑکی کو اٹھا کر لے جانا' یہ تمام واقعات اس بات کا ثبوت تھے کہ کافی عرصے پہلے شیرنی کے دل سے انسان کا خوف قطعی جاتا رہا تھا۔ جہاں تک میرا تعلق تھا مجھے اس کا صحیح اندازہ تھا کہ اس علاقے کے مستقل اور عارضی باشندے اور تمام وہ لوگ جو اس ضلع سے گرد و نواح کے بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے گزرتے ہیں یا دامن کوہ کی پگڈنڈیوں کو استعمال کر کے پونا گیری کے منادر کی یاترا کے لئے متاثرہ علاقے سے گزرتے ہیں ان کا مستقبل کتنا بھیانک اور تاریک ہو گا۔ ان ہی



خیالات میں غرق انتہائی پژمردہ کیفیت میں کیمپ واپس جاتے ہوئے سوچتا جا رہا تھا کہ میں نے ان قابل رحم لوگوں سے کہا تھا کہ ٹھاک میں قیام کا آج میرا آخری دن ہو گا اور میرا خیال تھا کہ ان کے ساتھ یہ سخت ناانصافی ہو گی اور یہ ملال تا زیست میرے دل سے مٹ نہیں سکے گا۔ میں اس درجہ دل برداشتہ تھا کہ آدم خور شیروں کے ہلاک کرنے کی انتہائی کامیاب بتیس سالہ زندگی کا سودا اس شیرنی پر اطمینان سے ایک گولی چلانے کے بدلے کر سکتا تھا۔

سات دن اور سات رات میں شیرنی کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں جو کوششیں میں نے کی تھیں ان میں سے چند بیان کر چکا ہوں لیکن ان کے علاوہ بھی میں نے بہت کچھ کیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ٹھاک اور میرے کیمپ کے درمیان دو میل جنگل میں شیرنی نہ صرف میری گھات میں بیٹھی رہی ہے بلکہ متواتر میرا پیچھا بھی کرتی رہی اور شیرنی کے داؤ سے بچنے کے لئے جو میں نے پوری زندگی کے جنگل کے تجربے میں سبق حاصل کئے تھے اس کا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ حالانکہ یہ ناکامی ایک نہایت تلخ تجربہ تھا لیکن تسکین اس بات سے تھی کہ اس کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔

☆ ☆

میرے ملازمین نے میرے ساتھ شریک ہونے پر بتایا کہ کاکڑ کے بھونکنے کے ایک گھنٹے بعد کافی دور سے ان کو شیرنی کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی تھی لیکن وہ سمت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے تھے۔ بظاہر شیرنی کی دلچسپی بکروں میں اتنی ہی کم تھی جتنی بھینسوں میں لیکن پھر بھی یہ غیر معمولی بات تھی کہ دن کے اس حصے میں ایسی بستی چھوڑ کر آئے جو اس کا گھر بن چکی تھی اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ اس نے کوئی ایسی آواز سنی ہو جو میں اور میرے ساتھی نہیں سن پائے تھے۔ بہر حال یہ سب ہونے کے باوجود یہ ظاہر تھا کہ وہ کہیں دور جا چکی تھی اور اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مزید کارروائی میرے اختیار سے باہر تھی چنانچہ بادل نخواستہ کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بلاشبہ جان پر کھیل کر شیرنی پر گولی چلانے کی موہوم امید کا یہ ایک موقع تھا اور وہ بھی ایسا کہ شاید پھر کبھی نصیب نہ ہوتا۔ اب سوال یہ تھا کہ آیا میرا ایسا کرنا مناسب تھا یا نہیں؟

درخت سے اترنے کے بعد اندھیرا ہونے سے پہلے کیمپ واپس پہنچنے کے لئے میرے پاس صرف ایک گھنٹہ باقی تھا۔ اپنے ملازمین کو آواز دے کر بلانے' ان کی زبانی اس دوران کی باتیں معلوم کرنے' بکرے کھولنے اور ابھری ہوئی سطح تک چل کر جانے میں اندازاً تیس منٹ صرف ہو چکے تھے۔ سورج کی طرف نظر ڈالنے سے' جو نیپال کے پہاڑوں کے پیچھے سرخ روشنی چھڑکتا غروب ہو رہا تھا' میں نے اندازہ لگایا کہ دن کی روشنی ابھی آدھ گھنٹے اور رہے گی۔ آئندہ کے لائحہ عمل کا اہم جزو وقت تھا بلکہ اسے روشنی کہنا مناسب ہو گا کیونکہ موقع ہاتھ آنے پر اس میں پانچ آدمیوں کی جانوں کا سوال تھا۔

شیرنی ایک میل کے فاصلے پر تھی اور ہمارے اور اس کے درمیانی حصے میں گھنا جنگل' بڑی چٹانیں اور گہرے نالوں سے کٹی پھٹی زمین تھی لیکن اگر وہ چاہتی تو ہم تک آدھ گھنٹے میں پہنچ سکتی تھی۔ میرے لئے مسئلہ یہ درپیش تھا کہ آیا مجھے شیر کی آواز نکال کر اس کو بلانا چاہئے یا نہیں اگر میں نے اس کو بلایا اور اس نے میری آواز سن لی اور اندھیرا ہونے سے پہلے مجھے گولی چلانے کا موقع دیا تو سب ٹھیک ہو گا اور اگر وہ آئی اور مجھے گولی چلانے کا موقع نہ ملا تو ہم میں سے چند افراد کیمپ واپس نہیں پہنچ پائیں گے کیونکہ اس مقام سے کیمپ کا فاصلہ دو میل تھا اور درمیان میں گھنے جنگل' چٹانیں اور جھاڑیاں کثرت سے تھیں۔ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا بیکار تھا اس لئے کہ اس سفر



سے پہلے جنگل میں آنے کا ان کو کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے فیصلہ مجھ ہی کو کرنا تھا۔ میں نے شیرنی کو بلانے کا تہیہ کر ہی لیا۔

اپنی رائفل تو میں نے اپنے ایک ساتھی کو دی اور اس انتظار میں رہا کہ شیرنی دوبارہ بولے چنانچہ جیسے ہی دوبارہ اس کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی میں نے فوراً اپنے ہاتھوں سے پیالے کی شکل بنا کر منہ پر رکھا۔ جتنی سانس پھیپھڑوں میں بھر سکتا تھا بھری اور پوری طاقت سے شیر کی آواز نکالی جو پوری وادی میں گونج گئی۔ اس کے جواب میں شیرنی نے دہاڑ ماری اور چند منٹ تک ہم دونوں کے درمیان یہی سلسلہ جاری رہا۔ وہ آئے گی۔ درحقیقت وہ روانہ ہو چکی تھی اور اگر وہ ایسے وقت پر آئی کہ گولی چلانے کے لئے روشنی کافی ہوئی تو میرا پانسہ بھاری رہے گا اس لئے کہ شیرنی پر گولی چلانے کے لئے بہترین جگہ کا تعین میں نے خود کیا تھا۔ نومبر کا مہینہ شیروں کے لئے جوڑا تلاش کرنے کا ہوتا ہے اور اڑتالیس گھنٹے سے وہ دیوانہ وار جنگلوں کے چکر کاٹ رہی تھی۔ اس لئے اب یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کسی شیر کی آواز تھی آنے کی جلد از جلد کوشش کرے گی۔

پہاڑ کے ابھرے ہوئے حصے سے چار سو گز نیچے پچاس گز تک پگڈنڈی ہموار زمین سے گزرتی ہے اس ہموار زمین کے آگے داہنی طرف یہ پگڈنڈی ایک بہت بڑی چٹان کے گرد گھوم کر کافی گہرائی میں نیچے کی طرف گر جاتی ہے اور پیچ و خم کھاتی دوسری ہموار سطح سے مل جاتی ہے۔ اسی جگہ میں نے شیرنی کا سامنا کرنے کا ارادہ کیا اور اس طرف تیزی سے جاتے ہوئے میں نے کئی مرتبہ شیر کی آواز نکالی تاکہ اس کو یہ معلوم ہو سکے کہ میں اپنی جگہ چھوڑ کر اس کی طرف جا رہا ہوں اور اس سے رابطہ قائم رہ سکے۔

اب میری یہ خواہش ہے کہ اس نواح کا صحیح نقشہ آپ کے ذہن میں کھینچا جائے تاکہ آگے آنے والے سنسنی خیز واقعات کے سمجھنے میں آپ کو کوئی دقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش نہ آئے۔ تصور کیجئے کہ آپ کے سامنے چوبیس گز چوڑا اور اسی گز لمبا زمین کا ٹکڑا ہے جو چٹان کے دامن میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ ٹھاک سے آنے والی پگڈنڈی اسی زمین کے شمالی کونے سے اس ٹکڑے میں داخل ہوتی ہے اور پچاس گز درمیان سے گزر کر داہنی طرف اس انداز سے گھومتی ہے کہ مذکورہ ٹکڑا لانبائی میں اس کے مشرقی جانب آ جاتا ہے۔ جس مقام پر پگڈنڈی ہموار زمین سے الگ ہوتی ہے وہاں ایک چار فٹ اونچی چٹان ہے۔ اس ابھری ہوئی سطح کی پگڈنڈی کے نیچے گھنی جھاڑیاں ہیں جن کا سلسلہ اس دس فٹ اونچی چٹان تک چلا گیا ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس چوکور زمین کے بقیہ حصے پر درخت، جھاڑیاں اور چھوٹی گھاس ہے۔

میرا ارادہ یہ تھا کہ چٹان کے برابر والی پگڈنڈی پر شیرنی کی گھات میں بیٹھوں اور جوں ہی وہ میرے نزدیک آئے اس پر گولی چلاؤں لیکن جب میں نے بالکل نزدیک جا کر اس مقام کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ جب تک شیرنی دو یا تین گز تک میرے قریب نہیں آ جائے گی میں اس کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ علاوہ اس کے یہ بھی امکان تھا کہ وہ میرے بائیں جانب سے گھنی جھاڑیوں اور اونچی چٹان کے گرد چکر لگا کر حملہ آور ہو سکتی تھی اور میں اس کو دیکھ بھی نہ پاؤں۔ جس طرف سے میرے نزدیک شیرنی کے آنے کے امکانات تھے وہاں چٹان سے باہر نکلا ہوا چھجا تھا۔ اگر میں اس چھجے کے پہلو سے ٹیک لگا کر بیٹھ سکتا اور اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو چٹان کی گولائی پر جما کر اپنے داہنے پیر کو پوری لانبائی تک کھینچ کر زمین پر اپنے پیر کے پنجوں کو ٹکا سکتا تو اس پوزیشن کو برقرار رکھ سکتا تھا۔ اپنے ساتھیوں اور بکروں کو فوراً اپنے بالکل پیچھے بارہ فٹ کی اونچائی پر چھوڑا اور قطعی خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

اب شیرنی کے استقبال کے لئے میدان عمل تیار تھا جو اس وقت تک ہم سے صرف تین سو گز کے فاصلے پر تھی۔ چنانچہ آخری مرتبہ شیر کی آواز نکال



کر تاکہ اس کو سمت کا صحیح اندازہ ہو سکے میں نے اطمینان کرنے کی خاطر ایک نظر اپنے ساتھیوں پر ڈالی۔

معمول کے حالات میں تو جو منظر یہ لوگ پیش کر رہے تھے بچوں کا کھیل معلوم ہوتا لیکن اس وقت عبرتناک تھا۔ وہ غریب ایک چھوٹے دائرے میں اپنے گھٹنوں کے درمیان اپنے سروں کو جھکائے بیٹھے تھے اور ان کے نیچے دبے ہوئے بکرے جگالی کر رہے تھے ان کے چہروں کو دیکھ کر کسی بڑی توپ دغنے سے پہلے نزدیک تر لوگوں کی حالت کا تاثر ہو رہا تھا جس وقت سے ہم نے ابھری ہوئی چٹان پر آخری مرتبہ شیرنی کی آواز سنی تھی سوائے ایک مرتبہ دبی ہوئی کھانسی کے نہ تو بکروں کی اور نہ آدمیوں کی آواز سنائی دی تھی البتہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خوف کی وجہ سے یہ لوگ منجمد ہو گئے تھے اور یہ کیفیت ایک قدرتی بات تھی۔ اگر میرا مشاہدہ صحیح تھا تو یہ چاروں اشخاص قابل تعریف تھے کیونکہ جس جرات کا مظاہرہ وہ کر رہے تھے اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سات دن سے یہ لوگ اس ہیبت ناک جانور کی تباہ کاریوں کے لرزہ خیز واقعات سنتے رہے تھے اور خوف کی وجہ سے دو راتیں قطعی جاگتے گزری تھیں اور اب اندھیرا ہوتا جا رہا تھا ایک ایسی جگہ نہتے بیٹھے تھے جہاں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور جوں جوں آدم خور کے نزدیک سے نزدیک تر آنے کی آہٹ سن رہے تھے اور ان کی ہمت اور حوصلے کا مظاہرہ شیر کی آمد کے ساتھ ساتھ جس طرح بڑھتا جا رہا تھا وہ بعید از قیاس تھا۔

اب ایک دشواری کا سامنا تھا اور وہ یہ کہ میں اپنی دونالی ۴۰۰/۴۵۰ رائفل کو بائیں ہاتھ سے (جسے میں اپنی جگہ قائم رہنے کے لئے سہارے کے طور پر استعمال کر رہا تھا) نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس وجہ سے مجھے بے چینی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ چٹان کی گولائی پر ٹکی ہوئی رائفل کے پھنسنے کے امکانات تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لئے میں نے اپنے دستی رومال کو تہ کر کے اس کے نیچے رکھ لیا لیکن ایک بھاری رائفل کے چلانے کے نتیجے میں جھٹکا لگنے کا کیا اثر ہو گا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ رائفل کا رخ پگڈنڈی کی طرف تھا جس کا ایک حصہ ابھرا ہوا تھا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ جیسے ہی شیرنی کا چہرہ اس کے اوپر ابھرتا دکھائی دے گا میں اس پر بیس فٹ کے فاصلے سے گولی چلا دوں گا۔

بہر حال شیرنی نے پہاڑ کے گرد میرے اندازے کے مطابق چکر نہیں لگایا ورنہ وہ پگڈنڈی کے ابھرے ہوئے حصے سے قدرے ہٹ کر میرے سامنے آجاتی۔ بجائے اس کے ایک گہرے کھڈ سے گزر کر سیدھی اس طرف آئی جہاں اس نے میری آواز آخری بار سنی تھی۔ اس زاویہ کی تشبیہہ گھڑی کے ایک بجے سے دی جا سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چٹان کا ابھرا حصہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گیا اور میں اس کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیرنی نے جس مقام پر میں تھا اس کا بہت صحیح اندازہ لگایا تھا لیکن فاصلے کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکی تھی اور اپنے جوڑے کو غیر حاضر پا کر انتہائی غیظ و غضب کا مظاہرہ کرنے لگی۔ اس کیفیت کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر سے چند میل کے فاصلے پر اس کیفیت میں ایک شیرنی نے پورے ہفتے کے لئے ایک سڑک بند کر دی تھی اور کسی چیز کو اس سڑک سے نہیں گزرنے دیتی تھی جس میں اونٹوں کے قافلے بھی شامل تھے تاوقتیکہ اس کو جوڑا نہیں مل گیا۔

میرے خیال میں کسی اور چیز کی آواز اس درجہ بھیانک اور لرزہ خیز نہیں ہو سکتی تھی جتنی ایک پوشیدہ شیر کی نزدیک سے آنے والی دہاڑ۔ اس خوفناک آواز کا اثر میرے آدمیوں پر کیا ہو رہا ہو گا۔ اس خیال سے ہی میرا دل دہل رہا تھا۔ اگر ان حالات میں چیخ مار کر یہ لوگ پہاڑ کے نیچے بھاگ کھڑے ہوتے تو مجھے قطعی تعجب نہ ہوتا کیونکہ ایک اچھی رائفل پاس ہونے کے باوجود میرا بھی یہی کچھ کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔



لیکن شیرنی کے متواتر دہاڑنے سے زیادہ خوفناک بات تیزی سے اندھیرا چھانا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد شاید دس یا پندرہ سیکنڈ بعد اتنی تاریکی ہو جائے گی کہ مجھے رائفل کی شست لینے والی مکھیاں دکھائی نہیں دیں گی اور اس کے بعد ہم شیرنی اور اس کے جوڑے کے رحم و کرم پر ہوں گے جو کہیں قرب و جوار میں موجود ہو گا۔ اگر خوں ریزی سے نجات حاصل کرنی ہے تو کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا اور وہ بھی جلدی اور ان نازک لمحات میں صرف ایک ہی تدارک میری سمجھ میں آیا اور وہ تھا شیر کی آواز نکالنے کا۔

شیرنی اب میرے اتنے نزدیک آچکی تھی کہ ہر مرتبہ دہاڑنے سے پہلے اندر سانس لینے کی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی اور میں بھی ہر مرتبہ اسی انداز میں اور اسی کے ساتھ سانس اندر لیتا اور آواز نکال رہا تھا۔ ایسا کرنے سے جادو کا سا اثر ہوا اور چند سیکنڈ کے اندر وہ سوکھے پتوں کے اوپر تیز قدم چلتی نچلی چٹان سے گزر کر میرے تھوڑے داہنی طرف سامنے جھاڑیوں میں آگئی اور جس گھڑی میں اس کو اپنے سامنے آنے کی توقع کر رہا تھا وہ کھڑی ہو گئی اور دوسرے لمحے اس نے میرے منہ کے اتنے نزدیک پوری طاقت سے دہاڑ ماری کہ اس کی سانس میرے چہرے سے ٹکرائی اور اگر میں ہیٹ پہنے ہوتا تو اڑ جاتا۔ ایک سیکنڈ کے بعد اس نے چند قدم تیزی سے اٹھائے۔ دو جھاڑیوں کے درمیان میں نے اس کی جھلک دیکھی اور اس کے بعد بالکل میرے سامنے کھلے حصے میں آکر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ساکت کھڑی ہو گئی۔

یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ چھ سات قدم جو شیرنی نے اپنے دائیں سامنے کی طرف اٹھائے تو وہ بالکل اس زاویے پر آگئی جس طرف میری رائفل کی نال کا رخ تھا۔ اگر وہ اسی سمت چلتی آتی جس طرف میری آواز نکالنے سے پہلے آرہی تھی تو اگر یہ کہانی لکھی بھی جاتی تو اس کا اختتام مختلف ہوتا کیونکہ چٹان سے ٹکی ہوئی رائفل کو گولائی پر گھما کر اس کی سمت لے جانا اور پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک ہاتھ سے گولی چلانا ناممکن تھا۔

ماند پڑتی ہوئی روشنی اور شیرنی کے اتنے نزدیک ہونے کی وجہ سے مجھے صرف اس کا سر دکھائی دیا۔ میری پہلی گولی تو اس کی داہنی آنکھ کے نیچے لگی اور دوسری گولی جو میں نے محض اتفاقیہ اور غیر ارادی طور پر چلائی وہ اس کے گلے کے اندر لگی اور وہ منہ کے بل چٹان پر گر گئی۔ داہنی نال کا جھٹکا اتنا شدید تھا کہ چٹان پر اپنی گرفت چھوٹنے کی وجہ سے میں نیچے کی طرف پھسلا اور گرنے کے دوران دوسرا فائر کرنے کے نتیجے میں رائفل کا کندا میرے جبڑے پر اس بری طرح لگا کہ میں چاروں شانے چت نیچے بیٹھے ہوئے آدمیوں اور بکروں کے اوپر جا گرا۔ آفرین ان لوگوں پر جو اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ غالباً شیرنی ان پر حملہ کرنے والی ہو گی لیکن ان چاروں نے نہایت جرات مندی کے ساتھ میرے زمین سے ٹکرانے سے پہلے ہی مجھے اپنے ہاتھوں اور سروں پر روک لیا ورنہ میری ہڈی پسلی برابر ہو جاتی اور میری رائفل بھی ٹوٹ جاتی۔

انسانوں کے ہاتھوں اور بکروں کے پیروں سے اپنے کو آزاد کر کے میں نے اپنی ۴۲۷۵ء رائفل اپنے آدمی سے مانگی اس میں کارتوسوں سے بھرا کلپ ڈال کر اس عظیم کامیابی کی صدا پانچ کارتوس چلا کر وادی سے سار دا دریا اور نیپال کی سرحد تک پہنچا دی پہلے دو مرتبہ فائر کرنے کی آواز تو ان ہزاروں اشخاص نے سنی ہو گی جو بے چینی سے نتیجے کے منتظر تھے اور نہ معلوم کیا سمجھا ہو گا لیکن دو گولیاں چلنے کے بعد ہر پانچ سیکنڈ کے بعد پانچ مزید گولیاں چلنے کا مقصد ہزاروں اشخاص جن کے کان تک یہ آواز پہنچانا تھی وہ اس کا مطلب سمجھ سکتے تھے اور وہ یہ کہ آدم خور شیرنی ہلاک کر دی گئی تھی۔

شیرنی کے چٹان پر پہلی بار بولنے کے بعد میری اپنے آدمیوں سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ جب میں نے ان کو بتایا کہ شیرنی مر چکی ہے اور اب ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے خائف ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا اور بغیر پلک جھپکائے اور منہ کھولے مجھے تکتے رہے۔ چنانچہ میں نے ان سے اوپر جا کر اپنی آنکھوں سے مری ہوئی شیرنی کو دیکھنے کے لئے کہا اور میں نے سگریٹ جلایا اور پینے بیٹھ گیا۔ بڑے محتاط طریقے پر یہ لوگ اوپر چٹان تک گئے لیکن آگے جانے کی ان میں ہمت نہ ہوئی کیونکہ شیرنی چٹان کی دوسری طرف منہ کے بل گری ہوئی تھی۔

اس روز رات گئے جب یہ لوگ الاؤ کے گرد بیٹھ کر مشتاق سننے والوں کو یہ داستان سنا رہے تھے تو اس کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ شیرنی کی لرزہ خیز دہاڑوں نے ہمارے خون کو پانی بنا دیا تھا اور اس نے صاحب کی کھوپڑی پر ایک ایسا زور دار مکا رسید کیا کہ وہ قلابازیاں کھاتے ہماری کھوپڑیوں پر آ گرے اور اگر یقین نہ آئے تو جا کر دیکھ سکتے ہو۔ کیمپ میں آئینہ لے جانا غیر ضروری ہوتا ہے اور اگر میرے پاس ہوتا بھی تو میرے جبڑے کو اس سے زیادہ سوجا نہیں دکھا سکتا تھا جس کی وجہ سے کئی دن تک میری غذا صرف دودھ رہی اور سوجن اور دکھن سے چوٹ کی شدت کا صحیح اندازہ ہوتا رہا۔

جس دوران شیرنی کو اٹھا کر لے جانے کے لئے میرے ساتھی لمبی لکڑیاں اور بٹی ہوئی بیلیں فراہم کر رہے تھے لدھیا کی وادی اور ان کے گرد و نواح کی بستیوں، دیہاتوں اور کیمپوں میں دیکھتے ہی دیکھتے چراغاں ہو گیا۔ ان چار آدمیوں کو شیرنی اٹھا کر لے جانے کا اعزاز حاصل کرنے کی بے حد خواہش تھی لیکن وہ اتنا وزن نہ اٹھا سکے۔ چنانچہ ان کو وہیں چھوڑ کر میں کیمپ سے مدد لانے کے لئے روانہ ہو گیا۔

گزشتہ آٹھ مہینوں کے دوران میرا تین مرتبہ چوکا آنے کا اتفاق ہوا اور اس پگڈنڈی پر متعدد بار دن اور رات میں سفر کر چکا تھا اور میرے ہاتھ میں



ہمیشہ بھری رائفل ہوتی تھی اور آج اندھیرے جنگل میں نہتا چل رہا تھا اور خطرہ صرف بڑے بڑے پتھروں یا کھڈ میں لڑھک کر گرنے کا تھا۔ سب سے زیادہ خوشی آدمی کو اس وقت محسوس ہوتی ہے جب اچانک خوف یا خطرہ ٹل جائے یا شدید تکلیف میں فوری افاقہ ہو جائے۔ ایک گھنٹہ پہلے صرف ہاتھی اس وادی اور اس کے گرد و نواح کے کیمپوں یا بستیوں کے باشندوں کو ان کی رہائش گاہوں کے باہر کھینچ کر نکال سکتے تھے جو اب ہنستے گاتے ناچتے، کودتے ٹھاک والی پگڈنڈی پر جشن کا سماں پیش کر رہے تھے۔ کافی لوگ تو جوش میں آکر رضاکارانہ طور پر شیرنی کو اٹھا کر لانے میں مدد دینے کی غرض سے بھاگے چلے آرہے تھے اور ایک بڑا ہجوم میرے ہمراہ کیمپ جانے کے لئے ساتھ ہو لیا، اگر ان لوگوں کا بس چلتا تو مجھے گود میں اٹھا کر لے جاتے۔ آگے بڑھنے کی رفتار میں کمی ہو گئی اس لئے کہ جو نئی ٹولی راستے میں ہمارے ساتھ شامل ہوتی وہ مجھے روک کر اپنے اپنے انداز میں اظہار تہنیت اور نذرانہ تشکر پیش کرتی جاتی۔ اس تاخیر کی وجہ سے شیرنی کے لانے والوں کو اتنا وقت مل گیا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ جس عظیم الشان طریقے پر چوکا میں میرا اور میرے ملازمین کا استقبال کیا گیا اپنی زندگی کے بیشتر حصے میں، جو میں نے جنگلوں میں بسر کی، ایسا روح پرور منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا اور باوجود کوشش کے میں اپنے میں اس کی لفظی تصویر کھینچنے کی صلاحیت نہیں پاتا۔

سوکھی گھاس کے ایک ڈھیر کو پھیلا کر شیرنی زمین پر لٹا دی گئی۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی اس لئے سب نے مل کر خشک لکڑیاں جمع کیں اور شیرنی کے نزدیک آگ جلائی گئی تاکہ سردی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے علاوہ شیرنی بھی صاف دکھائی دے سکے۔ آدھی رات گئے میرے ملازمین، ٹھاک کے مکھیا اور کنور سنگھ نے جن کے مکان کے نزدیک میں خیمہ زن تھا ہجوم سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخواست کی کہ وہ گھر جا کر اپنی نیند پوری کریں اور اگلے دن اطمینان سے جی بھر کے شیرنی کو دیکھیں۔ جانے سے قبل ٹھاک کے مکھیا نے مجھ سے کہا کہ اگلے دن صبح وہ ٹھاک کے باشندوں کو اطلاع بھجوا دے گا کہ وہ بلا کسی خوف کے اپنے گھروں کو واپس چلے آئیں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور دو دن بعد پوری آبادی واپس آ گئی اور پہلے جیسی چہل پہل اور کھویا ہوا سکون ہمیشہ کے لئے بحال ہو گیا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد نصف شب میں میں نے کنور سنگھ کو بلا کر کہا کہ چونکہ مقررہ تاریخ تک میرا واپس پہنچنا ضروری ہے اس لئے چند گھنٹے بعد میں روانہ ہو جاؤں گا اس لئے وہ پوری آبادی کو میری مجبوری سمجھا دے۔ اس کے جانے کے بعد میں نے شیرنی کی کھال اتارنی شروع کی۔ چھوٹے چاقو سے شیر کی کھال اتارنا دیر طلب ہوتا ہے لیکن ہلاک شدہ جانور کے جسم کو بغور دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے اور جہاں تک آدم خور جانوروں کا تعلق ہے ان کے آدم خور بننے کی صحیح وجوہ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

شیرنی مقابلتاً جوان تھی اور جیسا کہ شباب کے زمانے میں ہونا چاہیے صحت کے اعتبار سے نہایت عمدہ حالت میں تھی۔ اس کے موسم سرما کے جسم کا گھرا رواں بے داغ تھا اور باوجود اس کے کہ میرے فراہم کردہ جانورں کو کھانے سے برابر گریز کرتی رہی پھر بھی چربی سے لدی ہوئی تھی۔ شیرنی کے جسم پر بندوق سے لگے ہوئے دو زخم تھے جو بظاہر نمایاں نہیں تھے۔ بائیں بازو کا زخم گھر میں بنائے ہوئے کارتوس کے چھروں کا تھا اور پک گیا تھا۔ ٹھیک ہونے کے بعد اس کا اثر گوشت کے کافی حصے پر پھیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس زخم کے نتیجے میں وہ کس درجہ مفلوج رہی تھی یہ بتانا مشکل تھا لیکن زخم کے مندمل ہونے میں یقیناً کافی عرصہ لگا ہو گا اور غالباً یہی وجہ اس کے آدم خور بننے کی تھی۔ دوسرا زخم اس کے داہنے بازو پر تھا یہ دونوں زخم اس کے آدم



خور بننے سے پہلے کے تھے جو بطور چارا باندھے ہوئے جانوروں کے پاس لگے تھے اور اسی وجہ سے وہ میرے باندھے ہوئے جانوروں اور اپنے ہلاک کئے ہوئے انسانوں کے پاس واپس نہیں آتی تھی۔

شیرنی کی کھال اتارنے کے بعد میں نے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ باوجود اس کے کہ مجھے بیس میل کا مشکل پیدل سفر طے کرنا تھا۔ منہ سوجا تھا اور سخت تکلیف تھی لیکن میں اس وادی اور اس کے قرب و جوار کے ہزاروں باشندوں کو نیند میں غافل سوتا ہوا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔

اس کے ساتھ میری جنگل کی کہانیوں کی داستان اور آدم خور شیروں کے ہلاک کرنے کی طویل زندگی بھی اختتام کو پہنچی۔

جب ماضی کے لرزہ خیز واقعات پر نظر دوڑاتا ہوں تو خود کو بے حد خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ آج میں کسی اپاہج کی طرح پالکی میں گھر واپس نہیں جا رہا ہوں بلکہ اپنے پیروں چل کر واپس لوٹ رہا ہوں۔

بارہا ایسے مواقع پیش آئے کہ مجھے اپنی زندگی کچے دھاگے سے اٹکی معلوم ہوئی اور ایسے بھی واقعات پیش آئے جب تنگ دستی، بیماری، تکان اور کھلے خطرات کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے مقاصد کو حاصل کرنا دشوار ہو جاتا تھا لیکن اگر میری کاوشوں کے نتیجے میں کسی ایک کی بھی جان بچ گئی ہو تو اسے ان تمام صعوبتوں کا بیش بہا صلہ تصور کرتا ہوں۔

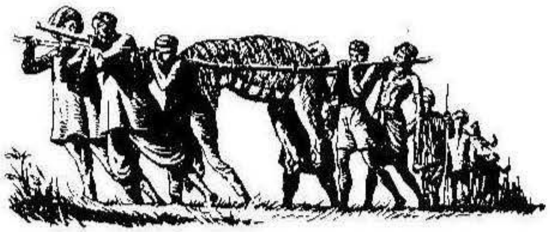

Courtesy www.pdfbooksfree.pk